# تقیہ ایک قرآنی اصول

غلام مرتضی انصاری

1432ھ

فہرست


مقدمہ
تقیہ کے اسباب
پہلی فصل :
کلیات
تعریف
شیخ انصاري(رہ)اور تقیہ کی تعریف
شہید اول (رہ) اورتقیہ کی تعریف
تقیہ کی جامع اور مانع تعریف
مصلحت کی قسمیں
روایات میں تقیہ کے نام:
تقیہ کے آثارا ور فوائد
• اسلام کی حفاظت اور تقویت
شرائط تقیہ
دوسری فصل:
تقیہ تاریخ کے آئنے میں
الف:ظہوراسلام سے پہلے
حضرت آدم(ع) اور تقیہ
حضرت ابراهیم(ع)او رتقیہ
حضرت یوسف(ع)ا ور تقیہ
حضرت موسي(ع)اورتقیہ
مؤمن آل فرعون اور تقیہ
آسیہ بنت مزاحم اور تقیہ
اصحاب کهف او رتقیہ
ب:ظہور اسلام کے بعد تقیہ
ابو طالب(ع) اور تقیہ
پیامبر اکرم(ص) ا ور تقیہ
علي(ع) اور تقیہ
حسنین و زین العابدین (ع) اور تقیہ
امام باقر(ع) او رتقیہ
امام صادق(ع) اور تقیہ
امام موسي کاظم(ع) اور تقیہ
اس دورمیں تقیہ امام(ع)کے بعض موارد
امام رضا(ع)اور تقیہ
امام هادي(ع) اور تقیہ
امام جواد(ع) اور تقیہ
امام حسن العسکري(ع) اور تقیہ
حضرت حجت(عج) اور تقیہ
١. ابو عمرو عثمان ابن سعید عمري
٢. ابو جعفر محمد بن عثمان
٣. ابو القاسم حسین بن روح


Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۴۔ علي ابن محمد السمري(ره)
اسلامي فرقے اورتقيہ
تقيہ اور احاديث اهل سنت
تقيہ اور ديدگاه صحابہ
عمر بن خطاب (ت ۲۳ھ) اور تقيہ
عبد الله ابن مسعود(ت ۳۲ھ)اور تقيہ
ابو الدرداء(ت۳۲ھ)اور تقيہ
ابو موسى اشعرى(ت۴۴ھ)اور تقيہ
ثوبان (ت۵۴ھ) غلام پيامبر(ص) اور تقيہ
ابو ہريره (ت۵۹ھ) اور تقيہ
امام شافعي اور تقيہ
امام مالك او رتقيہ
ابو بكرا ور تقيہ
امام احمد بن حنبل اور تقيہ
حسن بصرى (ت۱۱۰ھ)اور تقيہ
بخارى (ت۲۵۶ھ) اور تقيہ
وہابى مذہب كے علمائےرجال اور تقيہ
اسلامي فرقے اور ان كے فقہ ميں تقيہ
فقہ مالكي اورتقيہ
فقہ حنفي اورتقيہ
فقہ شافعي اورتقيہ
فقہ حنبلي اورتقيہ
تيسرى فصل:
تقيہ كے اقسام
نمودار اقسام تقيہ
مداراتي
خوفي
آيات ، روايات كى روشنى ميں تقيہ كي چار قسمين:
اقسام تقيہ كى تشريح
تقيہ خوفيه اوراسكے اسناد
تقيہ كتمانيہ
تقيہ كتمانيہ كى دليل
تقيہ مداراتي
تقيہ اور توريہ ميں موازنہ
تقيہ ، اكراه اور اضطراركے درميان ميں تقابل
چوتھى فصل:
دلائل مشروعيت تقيہ
مقدمہ
الف: قرآن
اگر تقيہ جائز نہيں تو ان ساري آيتوں كا كيا كروگے؟!
ب: سنت
۱.تقيہ، پيامبر(ص) كى تدبير
۲ .تقيہ،مقدس اهداف كے حصول كا ذريعہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

٣.نقش تقيہ اورجنگ موتہ
۴ . فتح مكہ ميں تقيہ كا كردار
۵ . تقيہ دشمنوں كے مقابلے ميں دفاعي وسيلہ
۶ ـ تقيہ مؤمن كي روشن بيني
٧ .تقيہ مؤمن كا ڈھال ہے
٨ . تقيہ پيامبران مجاھدكي سنت
٩ .تقيہ ،مجاھدوں كا مقام 98
١٠ . تقيہ ،مسلمانوں كےحقوق كي حفاظت 99
ج . عقل 99
١.دفع ضرر 100
٢ـ مہم پر اہم كا مقدم كرنا 101
د : فطرت 102
ہ : اجماع 103
پانچويں فصل 105
وجوب تقيہ كے موارد اوراس كا فلسفہ 105
١ . طاقت كي محافظت 106
٢ . پروگرام كو چھپانے كے خاطر تقيہ 107
٣ ـ تقيہ دوسروں كي حفاظت كيلئے 108
وہ روايات جو وجوب تقيہ پردلالت كرتي ہيں : 110
كيابطورتقيہ انجام دئے گئے اعمال كي قضا ہے 112
كيا خلاف تقيہ عمل باطل ہے ؟ 114
وہ موارد جہاں تقيہ حرام ہے 115
١ . تقيہ كامفهوم 116
٢ . تقيہ كاحكم 116
تحريم تقيہ كےموارد اور اس كا فلسفہ 117
١ . جہاں حق خطر ے ميں پڑ جائے 117
٢.جہاں خون خرابہ كا باعث ہو 117
٣ . وہ موارد جہاں واضح دليل موجود ہو 118
۴ . شارع اور متشرعين كے نزديک زيادہ اہميت والے موارد 119
چھٹي فصل 120
تقيہ كے بارے ميں شكوک اورشبہات 120
شبہات كي تقسيم بندي 122
•وہ شبہات جو مربوط ہے تشريع تقيہ سے 122
•وہ شبہات جو امام معصوم(ع) كے تقيہ سے مربوط ہے 122
•وہ شبہات او ر تهمتيں جوشيعوں كے تقيہ سے مربوط هيں: 123
تشريع تقيہ سے مربوط شبہات كي تفصيل: 124
تقيہ اور جھوٹ : 124
شيخ طوسيS كا جواب 126
تقيہ يعني منافقت! 127
تقيہ، جہادكے متنافي 130

تقیہ اور آیات تبلیغ کے درمیان تعارض 131
تقیہ اور ذ لّت مؤمن 133
تقیہ ،ما نع امر بہ معروف 133
تقیہ امام معصوم(ع)سےمربوط شبہات 134
تقیہ اور امام(ع) کا بیان شریعت 135
امام (ع) کتقیہ اور شیخ طوسي(رہ) 136
امام(ع)کیلئے تقیہ جائز ہونے کے شرائط 136
تقیہ، فرمان امام(ع) پر عدم اعتماد کاباعث 137
تقیہ اور علم امام (ع) 137
دوسرا نظریہ :
اس شبہہ کا جواب 141
تقیہ اور عصمت 141
بجائےتقیہ؛ خاموشی کیوں اختیار نہیں کرتے؟ 142
تقیہ کے بجائے توریه کیوں نہیں کرتے ؟! 143
اس شبہہ کا جواب: 143
تقیہ اور دین کا دفاع 144
تقیہ « سلوني قبل ان تفقدوني» کے منافي 145
تقیہ اور شجاعت 146
تقیہ اور تحلیل حرام و تحریم حلال 148
تقیہ ا يك حكم اختصاصي هے یا عمومي؟ 148
کیوں کسی نے تقیه کیا اور کسی نے نہیں کیا ؟! 151
وہ شبہات ا ور تّهمتیں جو شیعوں کے تقیه سے مربوط هیں : 154
تقیہ شیعوں کی بدعت 154
تقیہ، مکتب تشیع کا اصول دین ؟! 155
تقیہ، زوال دین کا موجب ؟! 157
امام کی پیروي اور تقیه کے درمیان تناقض 158
فتواي تقیہ امام (ع)کي تشخیص 159
تقیہ اورشیعوں کا اضطراب! 160
تقیہ کافروں سے کیا جاتا هے نہ مسلمانوں سے 170
تتمہ 176
وہ لوگ خود قابل مذمت هیں 176
ان لوگوں کو کیا غم ؟! 181
کتاب نامہ 185



Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

غلام مرتضي انصاري
۱۴۳۲ھ

مقدمہ

تقیہ اسلامی اور قرآنی قوانین میں سے ایک قانون ہے جسے عقل بھی قبول کرتی ہے اور طبیعت بھی . اسی لئے ہر عاقل انسان اس پر عقیدہ رکھتا ہے . لیکن بعض متعصب اور اسلام دشمن عناصر اور نام نہاد علماء، اہلبیت اطہار(ع) کے ماننے والوں کی دشمنی میں طرح طرح کے بیہودہ اشکالات اور جھوٹے الزامات لگا کر اپنی قرآن اور اہلبیت (ع) دشمنی کو ثابت کرتےہیں . اور تقیہ کا اصل اسلامی چہرہ مسخ کرکے اسے منافقت ،بزدلی ، جھوٹ ، ... سے تشبیہ دے کر شیعیان حیدر کرار (ع)پر قسم قسم کی تہمتیں لگا تے ہیں ، جبکہ قرآن کی صریح آیتیں اس کی مشروعیت اور حقانیت پر دلالت کرتی ہیں .
اسی کے پیش نظر یہ کتاب لکھی جاتی ہے کہ دشمن اہلبیت (ع) کوقرآن ، حدیث ،اجماع اور عقلی ٹھوس دلائل کے ساتھ قانع کنندہ جواب دیا جائے اور ان کی ناپاک عزائم کو برملا کرے .اس امید کے ساتھ کہ حقیقت کےطلب گاروں کے ذہنوں میں اسلام دشمن عناصر کی ایجاد کردہ اشکالات اور ابہامات اورغلط فہمیوں کو دور کرسکے، جو اس مکتب کے ماننے والوں کے بارے میں پیدا کی گئی ہیں .
چنانچہ ان مباحث کے مطالعے سے معلوم ہوگا کہ تقیہ کا لغوی معنی اپنی جان بچانا ہے اور اصطلاحی تعریف ،دشمن کا ہم عقیدہ ہوکر خلاف باطن زبان پر لانا ہے ، اس شرط کے ساتھ کہ جو بات دل میں ہے وہ حق ہو.یعنی دل میں ایمان اور زبان پر کفر ہو.
تقیہ کے شرائط ، آثار ، اقسام اور اس کی مشروعیت کو قرآن ، سنت ، عقل اور فطرت کے ذریعے ثابت کیا ہے .
تقیہ کی تاریخی بحث کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے .خصوصاً ائمہ طاہرین (ع) اور ان کے ماننے والوں پر جو اعتراضات اور اشکالات کئے جاتے ہیں ان کا مستدل جواب دیا گیا ہے .
دوسرے حصے میں تقیہ کے واجب ہونے، مباح ہونے ، اور حرام ہونے کے موارد کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ثابت کیا گیا ھے کہ تقیہ صرف مکتب تشیع کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ دوسرے تمام اسلامی اور غیر اسلامی مکتب فکر والے بھی تقیہ کرنے کو ایک عاقلانہ فعل سمجھتے ہیں .اگر کوئی اس کو خلاف عقل اور شریعت سمجھتا ہے تو خود اس کی عقل اور عقیدہ پر شک کرنا چاہئے .
سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ قرآن اور روایات میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اللہ کے پاک نبیوں کی سیرت میں بھی جگہ جگہ ملتی ہے تو پھر کیوں صرف شیعوں پر الزام تراشی کرتے ہیں؟
جواب بہت سادہ ہے ، وہ یہ ہے کہ پوری تاریخ میں شیعیان حیدر کرار(ع) ہر زمانے میں حکومت اور خلافت کیلئے آنکھوں کا خار بنتے رہے ، اور ہمیشہ ظالم و جابر حاکموں کے خلاف آواز بلند کرتے رہے . جس کی وجہ سے ظالموں کے ظلم وبربریت کا شکار اور قتل ہوتے رہے ،اور اپنی جان بچانے کیلئے تقیہ کے ذریعے اپنے عقائد اور اعمال کو چھپانے پر مجبور ہوتے رہے .

تقیہ کے اسباب
انسان اپنی جان ،مال ، ناموس اور عزت کو بچانے کے خاطر بعض اوقات تقیہ کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں. اور یہ اسباب ہر انسان کیلئے مختلف ہوتے ہیں .اس کتاب کے دوسرے حصے میں وہابیوں کی طرف سے کئےہوئے اشکالات کا جواب دیتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ تقیہ نہ بدعت ہے نہ جھوٹ اور بہتان ہے ، نہ علم امامت کے منافی ہے ،نہ سلونی سلونی قبل ان تفقدونی سے منافات رکھتا ہے ، اور نہ حرام محمد(ص) کے حلال کا باعث ہے نہ اس کے بر عکس.اور نہ جہاد کے منافی ہے اور نہ امر بہ معروف ونہی از منکر کے منافی ہے .
ان مباحث کے ذیل میں خود وہابیوں سے کچھ سوال کئے گئے ہیں کہ کس طرح تقیہ کو دوسروں پر تہمت لگانے کا وسیلہ بنادیتے ہو جبکہ قرآن مجید میں تقیہ کرنے والوں کی اللہ اور ان کے رسول نے مدح سرائی کی ہو؟!
اور یہ بھی یاد رہے کہ اس موضوع کو اس لئے انتخاب کیاھے که مختلف ممالک جیسے پاکستان ، افغانستان ، ہندوستان، عربستان اور دوسرے اسلامی ممالک میں سادہ لوح مسلمانوں کوشیعیت کے خلاف اکسانے اور مکتب اہل

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بیت (ع) کے خلاف لوگوں کے دلوں میں عداوت ،نفرت ، شکوک اور دشمنی پیدا کرنے کی ناپاک کوششیں کی جارہی ہے ، کا سد باب ہوسکے . اس امید کے ساتھ حقیقت کے طلب گاروں کیلئے مکتب قرآن اور اہلبیت (ع) تک رسائی کا یہ ایک وسیلہ بنے ،قرآن کریم کی آیات ، اہلبیت اطہار (ع) کے فرامین اور اسلامی دانشوروں اور عالموں کے بیانات کو ایک کتاب کی شکل میں تألیف کرنے کی کوشش کی گئی ہے ، خداتعالی سے یہی دعا ہے کہ تمام عالم انسانیت کو راہ حق اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت دے اور جو ہدایت یافتہ ہیں ان کو ثابت قدم رکھ ، اور امربہ معروف ونھي از منکرکرنے والوں کی توفیقات میں اضافہ فرمائیے . آمین

والسلام علي من اتبع الهدي
**غلام مرتضي انصاري**
۶محرم الحرام ۱۴۲۹

## تقیہ ایک قرآني اصول

## پہلی فصل :
## کلیات

### تعریف

تقیہ کی لغوی تعریف ، تقوی اور اتقاء ہے جس سے مراد پرہیز کرنا، اپنے کو بچانا اور مراقبت کرناہے .
اور اصطلاحی تعریف یہ ہے :التقیة ستر الاعتقاد و مکاتمة المخالفین و ترك مظاهرتهم بما یعقب ضررا في الدین و الدنیا.(1 )
یعني تقیہ سے مراد اپنے اعتقادات کو دشمنون سے چھپا رکھنا، تاکہ دینی اور دنیوی اور جانی نقصان سے محفوظ رہے .
اس تعریف میں دو مطلب دیکھنے میں آتا ہے : ایک یہ کہ اپنی باطنی اعتقاد کا چھپانا ، دوسرا معنوی اور مادی نقصان کے وارد ہونے سے پہلے دفاع کرنا .اوراگر اجتماعي اور انفرادي مفاد اور مصلحتوں میں ٹکراؤ ہو جائے تو اجتماعی منفعتوں اور مصلحتوں کو ذاتی اور شخصی مفادات پر مقدم رکھنا ہے .
اہل بیت (ع) کے ذریعے جو آثار ہم تک پہنچے ہیں ان میں تقیہ ؛ حسنہ ، مؤمن کی ڈھال ، اضطرار ، افضل الاعمال ، میزان المعرفة، حفظ اللسان ،توریة،عبادة السریه ، وقایةالدین،سلامت، خیر الدنیا د وغیرہ کے نام سے پہچنوایا گیا ہے . (2 )

### شیخ انصاري(رہ)اور تقیہ کی تعریف

آپ « رسالہ في التقیہ» میں فرماتے ہیں :المراد من التقیة هنا التحفظ عن ضررالغیر بموافقته في قول او فعل مخالف للحق.(3 )
تقیہ سے مراد اپنے آپ کو دشمنوں کے کہنے کے مطابق عمل کرتے ہوئے ان کے شر اور نقصان سے بچانا ہے .اگرچہ ظاہراً حق کے خلاف کرنا پڑے .لیکن یہ تعریف جامع تعریف نہیں ہے کیونکہ تقیہ کی کئی اقسام جیسے مدارات والا تقیہ اس میں نہیں آسکتی .

### شہید اول (رہ) اورتقیہ کی تعریف

شہید اپنی کتاب (القواعد) میں فرماتے ہیں :التقیة مجاملة الناس بما یعرفون و ترك ما ینكرون حذرا من غوائلهم .(4 ) یعني تقیہ سے مراد لوگوں کے ساتھ حسن معاشرت رکھنے کے خاطر جانتے ہوئے بھی کئی کاموں کو چھوڑ دینا ، تاکہ درد سر سے بچ جائے .
یہ تعریف زیادہ تر مداراتي تقیہ کی طرف اشارہ کرتی ہے ،جس میں پوری انسانیت خواہ مسلمان ہو یا کافر ، مخالف ہو یا موافق، سب شامل ہیں ، کہ انسانیت کے ناطے ایک دوسرے پر رحم کرے اور احترام کي نگاہ سے دیکھے .اس سلسلے میں

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اگر تقیہ کرنے پر مجبور ھوجائے تو اس کے لئے ضروري ھے ،تقیہ کرے .

تقیہ کی جامع اور مانع تعریف

تقیہ کے مختلف موارد کے پیش نظر درج ذیل تعریف جامع اور مانع تعریف ہوگی : التقية اخفاء حق عن الغيرا واظهار خلافه لمصلحة اقوي .(5 ) تقیہ،حق کو دوسروں کی نظروں سے چھپانے کیلئے مخالفت کا اظہار کرنا ، اس شرط کے ساتھ کہ چھپائی جانے والی مصلحت ، اظہار کرنے والی مصلحت سے زیادہ مہم تر ہو.اس عبارت میں (اخفاء حق اور اظہار خلاف )یہ دو ایسی عبارت ہے جس میں چھپائے جانے والا تقیہ اور نہ چھپائے جانے والا تقیہ اور مدارات والا تقیہ شامل ہوجاتا ہے .لیکن کلمہ مصلحت جو تعریف کا ثقیل ترین اور لغوی اوراصطلاحی معانی کے درمیان ارتباط پیدا کرنے والا نکتہ ہے . اور اس طرح مصلحت یعنی مفسدہ کا دفع کرنا اور منفعت کا جلب کر نا مراد ہے .جس کی تقسیم بندی کچھ یوں کی جاسکتی ہے :

مصلحت کی قسمیں

مصلحت کی دو قسمیں ہیں:

1. نقصان سے بچنا" دفع ضرر"
2. منفعت حاصل کرنا ہے "جلب منفعت"

نقصان سے بچنا انفرادی ہو یا اجتماعی .

انفرادی نقصان خود تین طرح کے ہیں :

1. جانی نقصان
2. مالی نقصان
3. شخصیت کو ٹھیس پہنچنا .

اجتماعی نقصان خود چار قسم کی ہیں :

1. دین اسلام کو ضرر پہنچنا ،
2. مذہب تشیع کو ضرر پہنچنا ،
3. مسلمانوں کو ضرر پہنچنا،
4. شیعوں کو ضرر پہنچنا .

جلب منفعت بھی دو قسم ہیں:

1. انفرادی ہے جو تقیہ کا مصداق نہیں بن سکتا ،
2. اجتماعی ہے جس کی خود تین صورتیں بنتی ہیں :
1. مسلمنوں کے درمیان اتحاد اور وحدت کی حفاظت کرنا.
2. دین اسلام کیلئے عزت اور آبرو کاباعث بننا.
3. مکتب تشیع کیلئے عزت اور آ برو کا سبب بننا. (6 )

روایات میں تقیہ کے نام:

روایات میں تقیہ کے مختلف نام آئے ہیں . جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

١. دين الله ، جنه ، ترس ، حصن ، صون ، شعار ، ايمان ، عزة ،قرة العين ،سنن الانبياء ، سر، حرز، خبأ ،حجا ب ، مدار اة ، ضروره ، اضطرار ، افضل الاعمال ، ميزان المعرفة، حفظ اللسان ، عباده ، تورية، عبادة السريه ، وقايةالدين، سلامت، خير الدنيا و... . (7 )

..............

(1) . صفری ،نعمت الله ؛ نقش تقیہ در استنباط ،ص۴۶.
(2) . محب الاسلام؛ شیعه مي پرسد،ج ۲،ص۲۸۱.
(3) . شیخ اعظم انصاري؛ رسائل الفقهیه، ص۷۱.
(4) . عاملي و مشقي ؛ للقواعد و القوائد،ج۲،ص۱۵۵.
(5) . صفری،نعمت الله ؛ نقش تقیہ در استنباط ، ص ۵۱ .
(6) . ہمان ، ص ۵۲.
(7) . عادل علوی ;التقیہ بین العلام، ص ۵۳.

## تقیہ ایک قرآني اصول

### تقیہ کے آثارا ور فوائد

• شہیدوں کے خون کی حفاظت

تقیہ کا بہترین فائدہ شہیدوں کے خون کی حفاظت ہے .یعنی پوری تاریخ میں شیعیان علی (ع) مظلوم واقع ہوتے رہے ہیں. جب بھی ظالموں کے مظالم کا نشانہ بنتےتھے تقیہ کرکے اپني جان بچاتےتھے.

چنانچہ امام صادق (ع)فرماتے هیں: اے ہمارے شیعو! تم، لوگوں کے درمیان ایسے ہو جیسے پرندوں کے درمیان شہد کی مکھی ہے . اگر پرندوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ شہد کی مکھی کے پیٹ میں شہد موجود ہے ، تو سارے شهد کي مکھیوں کو کھاجاتے اور ایک بھی زندہ نہیں چھوڑتے ؛ اسي طرح اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ تمہارے دلوں میں ہم اہل بیت (ع) کی محبت موجود ہے تو تمھیں زخم زبان کے ذریعے کھا جائیں گے اور ہر وقت تمھاری غیبت اور بدگمانی میں مصروف رہیں گے . خدا ان لوگوں پر اپنی رحمت نازل کرے جو ہماری ولایت کو مانتے ہیں.(1 )

• اسلام کی حفاظت اور تقویت

یہ تقیہ کا دوسرا فائدہ ہے کہ اہل بیت (ع)، اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت اور تقویت کیلئے زیادہ کوشش کرتے تھے ، تاکہ اسلامی معاشرہ ایک واحد اور قدرت مند معاشرہ بنے ، تاکہ اسلام دشمن عناصر کبھی بھی اس معاشرے پر آنکھ اٹھانے کی جرأت نہ کرسکیں .

اس عظیم مقصد کے حصول کے خاطر ائمہ طاهرین(ع) اپنے چاہنے والوں کو سخت تاکید فرماتے تھے .جیسا که حدیث میں آیا هے: قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى الصَّادِقِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ع وَ عِنْدَهُ نَفَرٌ مِنَ الشِّيعَةِ فَسَمِعْتُهُ وَ هُوَ يَقُولُ مَعَاشِرَ الشِّيعَةِ كُونُوا لَنَا زَيْناً وَ لَا تَكُونُوا عَلَيْنَا شَيْناً قُولُوا لِلنَّاسِ حُسْناً احْفَظُوا أَلْسِنَتَكُمْ وَ كُفُّوها عَنِ الْفُضُولِ وَ قَبِيحِ الْقَوْلِ.(2 )

چنانچه امام صادق(ع)فرماتے ہیں : اے ہمارے شیعو! خبردار! کوئی ایسا کام انجام نہ دیں ، جوہماری مذمت کا سبب بنے . لوگوں کے ساتھ اچھی گفتگو کیا کریں ، اپنی زبانوں کی حفاظت کریں اور فضول اور نازیبا باتیں کرنے سے باز آئیں .

عَنْ هِشَامٍ الْكِنْدِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع يَقُولُ إِيَّاكُمْ أَنْ تَعْمَلُوا عَمَلًا نُعَيَّرُ بہ فَإِنَّ وَلَدَ السَّوْءِ يُعَيَّرُ وَالِدُهُ بِعَمَلِهِ كُونُوا لِمَنِ انْقَطَعْتُمْ إِلَيْهِ زَيْناً وَ لَا تَكُونُوا عَلَيْهِ شَيْناً صَلُّوا فِي عَشَائِرِهِمْ وَ عُودُوا مَرْضَاهُمْ وَ اشْهَدُوا جَنَائِزَهُمْ وَ لَا يَسْبِقُونَكُمْ إِلَى شَيْءٍ مِنَ الْخَيْرِ فَأَنْتُمْ أَوْلَى بہ مِنْهُمْ وَ اللَّهِ مَا عُبِدَ اللَّهُ بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الْخَبْءِ قُلْتُ وَ مَا الْخَبْءُ قَالَ التَّقِيَّةُ.(3 )

راوی کہتا ہے کہ امام صادق(ع) نے فرمایا: خبردار ! تم کوئی ایسا کام کر نہ بیٹھیں جس کی وجہ سے همیں ذلت اٹھانا پڑے کیونکہ جب بھی کوئی اولاد برا کام کرتی ہے تو اس کے والدین کی لوگ مذمت کرنے لگتے ہیں.جب کسی سے دوستی کرنے لگے اور اس کی خاطر دوسروں سے دوری اختیار کرے ؛ اس کیلئے زینت کاباعث بنیں نہ مذمت اور بدنامی کاباعث . برادران اہل سنت کی نماز جماعت میں شرکت کریں ، ان کے مرنے والوں کے جنازے میں شریک ہو جائیں ، ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ تم سے کار خیر میں آگے ہو ں ، کیوں کہ اچھے کاموں میں تم لوگ ان سے زیادہ سزاوار ہیں . خدا کی قسم !

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

خبأسے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں ہے . کسی نے سوال کیا : اے فرزند رسول (ص ) خبأ سے کیا مراد ہے ؟! تو امام نے جواب دیا : اس سے مرادتقیہ ھے .

عَنْ أَبِي أُسَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع يَقُولُ عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللَّهِ وَ الْوَرَعِ وَ الِاجْتِهَادِ وَ صِدْقِ الْحَدِيثِ وَ أَدَاءِ الْأَمَانَةِ وَ حُسْنِ الْخُلُقِ وَ حُسْنِ الْجِوَارِ وَ كُونُوا دُعَاةً إِلَى أَنْفُسِكُمْ بِغَيْرِ أَلْسِنَتِكُمْ وَ كُونُوا زَيْناً وَ لَا تَكُونُوا شَيْناً وَ عَلَيْكُمْ بِطُولِ الرُّكُوعِ وَ السُّجُودِ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَطَالَ الرُّكُوعَ وَ السُّجُودَ هَتَفَ إِبْلِيسُ مِنْ خَلْفِهِ وَ قَالَ يَا وَيْلَهُ أَطَاعَ وَ عَصَيْتُ وَ سَجَدَ وَ أَبَيْت.(4 )

راوی کہتا ہے کہ میں نے امام صادق سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے : تم پر لازم ہے کہ تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرے ،کوشش اور تلاش کرے، سچ بات،امانت میں دیانت داری دکھائے ،اچھے اخلاق کا مالک بنے، اور اچھا پڑوسی بنے،اور لوگوں کو زبانی نہیں بلکہ اپنے کردار کے ذریعے اچھائی کی طرف بلائیں .اور ہمارے لئے باعث افتخار بنے نہ باعث ذلت اور رسوائی.اور تم پر لازم ہے کہ طولانی رکوع اور سجدے کیا کریں ؛ جب تم میں سے کوئی رکوع اور سجود کو طول دیتا ہے تو اس وقت شیطان اس کے پیچھے سے چیخ وپکار کرنےلگتا ھے ، اور کہتا ھے : واویلا ! اس نے خدا کی اطاعت اوربندگی کی، لیکن میں نے نافرمانی کی ، اس نے خدا کیلئے سجدہ کیا اور میں نے انکار کیا .

اگر ان دستورات کو آپ ملاحظہ فرمائیں تو معلوم ہو جائےگا کہ ائمہ طاہرین (ع) کی ہمیشہ سے یہی کوشش رہی ہے کہ مسلمانوں کے درمیان الفت و محبت پیداهوں اور صلح و صفا کے ساتھ زندگي کریں .

شرائط تقیہ

تقیہ ہر صورت اور ہر موقع اور ہر جگہ صحیح نہیں ہے بلکہ خاص شرائط اور زمان و مکان میں جائز اور مطلوب ہے .جہاں باطل اور ناجائز کاموں کا اظہار کرنا جائز ہو ؛ صرف وہاں تقیہ کرسکتا ھے. اسی لئے تقیہ کے شرائط اور اسباب کچھ اس طرح تنظیم ہوا ہے کہ اس کام کے بطلان اور قباحت کو اٹھائے گئے ہو . شيخ الطائفه( طوسي(ره)) اپنے استاد سیدمرتضي(ره) سے فعل قبیح کے مرتکب ہونے کے لئے تین شرط نقل کرتے ہیں:

1. اپنی جان کیلئے خطرہ ہو ، یعنی اگر اس قبیح فعل کو انجام نہ دے تو جان سے ماردینے کا خطرہ ہو .
2. اس باطل فعل کے انجام دینے کے سوا کوئی اور چارہ نہ ہو .
3. قبیح فعل کے انجام دینے پر مجبورکیا جارھا ہو .

اگر یہ تین شرطیں موجود ہو تو اس کام کی قباحت بھی دور ہوجاتی ہے .(5 )

..............

**(1 ) علامه كليني ؛ اصول كافي،ج٢،ص٢١٨..**
**(2 ) ١ . أمالي الصدوق، ص 400، جلسه٦٢.**
**(3 ) . وسائل الشيعة ، باب وجوب عشرة العامة بالتقية ،ج١٦،ص219 .**
**(4 ) . كافي ،باب الورع، ج2 ، ص 76.**
**(5 ) . يزدي ،دكتر محمود؛ انديشه هاي كلامي شيخ طوسي .**

## تقیہ ایک قرآني اصول

## دوسری فصل
## تقیہ تاریخ کے آئنے میں

الف:ظہوراسلام سے پہلے

تاریخی اعتبار سے تقیہ کی ضرورت انسان کو اس وقت محسوس ہوتی ہے ،جب وہ اپنے آپ کو دشمن کے سامنے عاجز

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

محسوس کرے . اور یہ عاجزی انسان میں گام بہ گام احساس ہونے لگتا ہے .اور یہ ایک طبیعی چیز ہے کہ انسان اس خوف اور ہراس کو اپنے سے دور کرنے کی فکر کرے .اور اس طبیعی امر میں تمام عالم بشریت حتی تمام ذی روح "حیوانات" بھی شریک ہیں.

تقیہ کا مفہوم بہت وسیع ہے اس لئے اسے زندگی کے صرف ایک حصے سے مخصوص نہیں کیاجاسکتا .بلکہ زندگی کے تمام پہلو میں اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے .خواہ یہ اخطار بھوک اور پیاس کی شکل میں ہو یا گرمی ، سردی اور بیماری کی شکل میں ہو ؛ انسان ان خطرات سے بچنے کیلئے کوئی نہ کوئی راہ پیدا کر لیتا ہے . لیکن ان طبیعی خطرات میں کوئی جنگ و جدال کی ضرورت نہیں ہے . لیکن غیر طبیعی خطرات اور مشکلات کے موقع پر جیسے اپنے کسی مسلمان بھائی پر ظلم وستم کو روکنے کا سبب ھو تو تقیہ کرنا بہترہے .

اس فصل میں ھم بہت ھي اختصار کے ساتھ انبیاء اوراولیاءالھي نے جھاں جھاں تقیہ کئے ھیں ؛ ان موارد کو بیان کریں گے :

حضرت آدم(ع) اور تقیہ

سب سے پہلی سزا اپنے بھائی کے حسد اور دشمنی کی بنا پر قتل کرنے کی وجہ سے ملی وہ حضرت آدم ہی کے زمانےمیں ان کے بیٹے کو ملی.قرآن اس واقعے کو کچھ یوں بیان فرما رہا ہے : وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِن أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ لَئِن بَسَطتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَاْ بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لَأَقْتُلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ إِنِّي أُرِيدُ أَن تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ وَذَلِكَ جَزَاء الظَّالِمِينَ فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ

اور آپ انہیں آدم کے بیٹوں کا حقیقی قصہ سنائیں جب ان دونوں نے قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی تو اس نے کہا: میں تجھے ضرور قتل کروں گا، (پہلے نے)کہا: اللہ تو صرف تقویٰ رکھنے والوں سے قبول کرتا ہے. اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ تیری طرف بڑھانے والا نہیں ہوں، میں تو عالمین کے پروردگار اللہ سے ڈرتا ہوں. میں چاہتا ہوں کہ میرے اور اپنے گناہ میں تم ہی پکڑے جاؤ اور دوزخی بن کر رہ جاؤ اور ظالموں کی یہی سزا ہے .چنانچہ اس کے نفس نے اس کے بھائی کے قتل کی ترغیب دی اور اسے قتل کر ہی دیا، پس وہ خسارہ اٹھانے والوں میں شامل ہو گیا.

تاریخ بتاتي ہے چونکہ ھابیل حضرت آدم(ع) کا وصی اور جانشین تھے ، ان کی شہادت کے بعد خلافت اور جانشینی ان کے بھائی شیث کی طرف منتقل ہوئی . اور سب سے پہلے جس نے تقیہ کیا وہ حضرت شیث (ع)تھا ، جس نے قابیل سے تقیہ کیا کہ اسے خدا تعالی نے علم عطا کیا تھا . اگر وہ تقیہ نہ کرتے تو روی زمین عالم دین سے خالی ہوجاتا.

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ظالم کے خلاف مقاومت اور مقابلہ کرنے سے عاجز اور ناتوان ہونے کی صورت میں تقیہ کرنا جائزہوتاہے .

اور یہ ایک فطری چیز ہے کہ حضرت ہابیل نے جو چیز اسے خدا کی طرف سے عطا ہوئی تھی ، اپنے بھائی قابیل سے چھپایا . اور یہ ان کا چھپانا صرف اس لئے تھا کہ حق کو نااہل لوگوں کے ہاتھ لگنے سے بچایا جائے .

اور یہ ایک ایسی سنت ہے جس پر سارے انبیآء ، اولیآء اور صالحین(ع) نے عمل کئے ہیں.

طبري نے اپنی تاریخ میں روایت نقل کي ہے کہ : حضرت آدم(ع)اپنی وفات سے پہلے گیارہ دن مریض ہوئے اور اپنے بیٹے شیث(ع) کو اپنا جانشین بنانے کے بعد فرمایا: میری یہ وصیت نامہ قابیل سے چھپائے رکھنا.

حضرت ابراھیم(ع)او رتقیہ

ابراھیم خلیل(ع) نے بت پرستون اورمشرکون کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملایا ؛ یہاں تک کہ ان کی قوم اسے آگ میں جلانے کے لئے تیار ہوگئ . قرآن اس واقعے کو یوں بیان فرما رہا ہے :

وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بہ عَالِمِينَ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ قَالَ لَقَدْ كُنتُمْ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ قَالُوا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنتَ مِنَ اللَّاعِبِينَ قَالَ بَل رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الَّذِي فَطَرَهُنَّ وَأَنَا عَلَى ذَلِكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ وَتَاللَّهِ لَأَكِيدَنَّ أَصْنَامَكُم بَعْدَ أَن تُوَلُّوا مُدْبِرِينَ فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا إِلَّا كَبِيرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ قَالُوا مَن فَعَلَ هَذَا بِآلِهَتِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظَّالِمِينَ قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ قَالُوا فَأْتُوا بہ عَلَى أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُو نَ قَالُوا أَأَنتَ فَعَلْتَ هَذَا بِآلِهَتِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِن كَانُوا يَنطِقُونَ فَرَجَعُوا إِلَى أَنفُسِهِمْ فَقَالُوا إِنَّكُمْ أَنتُمُ الظَّالِمُونَ ثُمَّ نُكِسُوا عَلَى رُؤُوسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هَؤُلَاءيَنطِقُونَ .

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اور بہ تحقیق ابراہیم کو پہلے ہی سے عقل کامل عطا کی تھی اور ہم اس کے حال سے باخبر تھے جب انہوں نے اپنے باپ (چچا) اور اپنی قوم سے کہا: یہ مورتیاں کیا ہیں جن کے گرد تم جمے رہتے ہو؟ کہنے لگے: ہم نے اپنے باپ دادا کو ان کی پوجا کرتے پایاہے. ابراہیم نے کہا: یقینا تم خود اور تمہارے باپ دادا بھی واضح گمراہی میں مبتلا ہیں.وہ کہنے لگے : کیا آپ ہمارے پاس حق لے کر آئے ہیں یا بیہود ہ گوئی کر رہے ہیں؟ابراہیم نے کہا: بلکہ تمہارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے ان سب کو پیدا کیا اور میں اس بات کے گواہوں میں سے ہوں. اور اللہ کی قسم! جب تم یہاں سے پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے تو میں تمہارے ان بتوں کی خبر لینے کی تدبیر ضرور سوچوں گا. چنانچہ ابراہیم نے ان بتوں کو ریزہ ریزہ کر دیا سوائے ان کے بڑے (بت) کے تاکہ و ہ اس کی طرف رجوع کریں.وہ کہنے لگے: جس نے ہمارے معبودوں کا یہ حال کیا ہے یقینا وہ ظالموں میں سے ہے. کچھ نے کہا: ہم نے ایک جوان کو ان بتوں کا (برے الفاظ میں) ذکر کرتے ہوئے سنا ہے جسے ابراہیم کہتے ہیں. کہنے لگے: اسے سب کے سامنے پیش کرو تاکہ لوگ اسے دیکھ لیں. کہا :اے ابراہیم! کیا ہمارے معبودوں کا یہ حال تم نے کیا ہے ؟ ابراہیم نے کہا: بلکہ ان کے اس بڑے (بت )نے ایسا کیا ہے سو ان سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہوں. (یہ سن کر) وہ اپنے ضمیر کی طرف پلٹے اور کہنے لگے : حقیقتاً تم خود ہی ظالم ہو. پھر وہ اپنے سروں کے بل اوندھے ہو گئے اور (ابراہیم ) سے کہا: تم جانتے ہو یہ نہیں بولتے .

بخاري روايت کرتا ہے : حضرت ابراهيم(ع) تين جھوٹ بولے: اس ميں سے دو خدا کي ذات کے بارے ميں «قوله اني سقيم» اور« بل فعله کبير هم» تيسرا جھوٹ اپني بيوی ساره کے بارے ميں ، جو خوبصورت تھی ، اور فرعون کو کسی نے ان کی لالچ دکھائی تھی . فرعون نے ان کو اپنے دربار ميں بلايا اور حضرت ابراہيم سے سوال کيا : يہ جو تمہارے ساتھ آئی ہے وہ کون ہے ؟ تو آپ نے جواب ديا : يہ ميری بہن ہے . اور ادھر سارا سے بھی کہہ رکھا تھا کہ تو بھی ميری بات کی تائيد کرے ، درحاليکہ خود ان کی بيوی تھی . حضرت ابراہيم کا تقيہ کرنے کا سبب يہی تھا کہ اپنی جان بچائی جائے ،کيونکہ فرعون ابراهيم کو قتل کرنا چاہتا تھا .

حضرت یوسف(ع)ا ور تقیہ

حضرت يوسف(ع) کا واقعه بہت طولاني اور معروف ہے ، اس لئے خلاصه کلام بيان کروں گا وه يوں ہے : فرمايا : فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ.(4 )

اس کے بعد جب يوسف نے ان کا سامان تيار کراديا تو پيالہ کو اپنے بھائی کے سامان ميں رکھواديا اس کے بعد منادی نے آواز دی کہ قافلے والو تم سب چور ہو.

اسی سے استدلال کرتے ہوئے امام صادق(ع) نے فرمايا : التقيه من دين الله . قلت:من دين الله؟ قال(ع):اي والله من دين الله لقد قال يوسف(ع): ايتها العير انكم لسارقون والله ما كانوا سرقوا شي.

تقيہ دين خدا ميں سے ہے ، ميں نے سوال کيا: کيا دين خدا ميں سے ہے ؟تو فرمايا: ہاں خدا کی قسم ؛دين خدا ميں سے ہے بے شک يوسف پيامبر(ع) نے فرمايا: اے قافلہ والو بدون شک تم لوگ چور ہو ؛ درحاليکہ خدا کی قسم انہوں نے کوئی چوری نہيں کی تھی .

..............

**(1 ) سوره مائده ٢٧ ـ ٣٠.**
**(2 ) . التقيه في فقه اهل البيت(ع) ، ج١ ، ص ١٥.**
**(3 ) . انبياء /٥١ ـ ٦٥.**
**(4 ) . سوره يوسف/٧٠.**
**(5 ) . تاريخ الامر والملوك،ج١،ص١٧١.**



حضرت موسي(ع)اورتقيہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

قرآن کریم نے حضرت موسي(ع) کی شجاعت کے بارے میں کئی دفعہ اشارہ کیا ہے کہ کس طرح فرعون کے ساتھ روبرو ہوا ، حضرت موسیٰ کو بہت سے پیغمبروں پر فضیلت حاصل ہے : تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِّنْهُم مَّن كَلَّمَ اللّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ.(1 )
یہ سب رسول (ع)وہ ہیں جنہیں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے. ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے خدا نے کلام کیا ہے اور بعض کے درجات بلند کئے ہیں .
ان تمام شجاعت اور فضیلتوں کے باوجود اپنی زندگی میں کئی موقعوں پر لوگوں کو رسالت کی تبلیغ کے دوران تقیہ کئے ہیں .اور یہ تقیہ اپنی جان کے خوف سے نہیں بلکہ باطل کا حق پر غلبہ پانے کے خوف سے کئے ہیں .جب خدا نے موسي اور ہارون (ع) کو حکم دیا :
اذْهَبَا إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى .(2)
تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ کہ وہ سرکش ہوگیا ہے . اس سے نرمی سے بات کرنا کہ شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا خوف زدہ ہوجائے .
اورفرعون کے ساتھ نرم اور میٹھی زبان میں بات کرنا اور اعلان جنگ نہ کرنا ، جبکہ وہ طغیان اور نافرمانی کے عروج پر تھا ؛ ایک قسم کا تقیہ ہے .البتہ یہ تقیہ مداراتی تھا نہ خوفی . لیکن اصحاب موسي(ع) کے بارے میں قرآن مجید اشارہ کرتا ہے : إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ.(3 )
فرعون نے روئے زمین پر بلندی اختیار کی اور اس نے اہلِ زمین کو مختلف حصوں میں تقسیم کردیا کہ ایک گروہ نے دوسرے کو بالکل کمزور بنادیا وہ لڑکوں کو ذبح کردیا کرتا تھا اور عورتوں کو زندہ رکھا کرتا تھا. وہ یقینا مفسدین میں سے تھا . یہ خوف لوگوں کا تھا نہ اپنی جان کا .لیکن ولادت حضرت موسي(ع) کے بارے میں قرآن کہہ رہا ہے کہ جنہوں نے حضرت موسیٰ (ع)کی دعوت کو قبول کرلی تھی ، اپنے ایمان کو دلوں میں چھپائے رکھے تھے ، جب تک موسیٰ(ع) نے علیٰ الاعلان دعوت کرنا شروع کیا . تاریخ میں آپ کے بعض اصحاب اور مؤمنوں کی تاریخ کو قرآن نے ثبت کیا ہے ؛ جو درج ذیل ہیں :

مؤمن آل فرعون اور تقیہ
قرآن فرما رہا ہے : وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَن يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءكُم بِالْبَيِّنَاتِ مِن رَّبِّكُمْ وَإِن يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُه وَإِن يَكُ صَادِقًا يُصِبْكُم بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ.(4 )
اور فرعون والوں میں سے ایک مرد مومن نے جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا ،یہ کہا کہ کیا تم لوگ کسی شخص کو صرف اس بات پر قتل کررہے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور وہ تمہارے رب کی طرف سے کھلی ہوئی دلیلیں بھی لے کر آیا ہے اور اگر جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا عذاب اس کے سر ہوگا اور اگر سچا نکل آیا تو جن باتوں سے ڈرا رہا ہے وہ مصیبتیں تم پر نازل بھی ہوسکتی ہیں - بیشک اللہ کسی زیادتی کرنے والے اور جھوٹے کی رہنمائی نہیں کرتا ہے .
ابن کثیرلکھتا ہے : یہ فرعون کا چچا زاد بھائی تھا اور اپنا ایمان کو اپنی قوم سے چھپا رکھا تھا . جس کے نام میں مورخین نے اختلاف کیا ہے ؛ کسی نے کہا آپ کا نام شمعان تھا ، کسی نے کہا حزقیل تھا .بہر حال جب فرعون نے حضرت موسیٰ کے قتل کا ارادہ کیا اور اپنے حواریوں سے مشورت کرنے لگا ، تو مؤمن اس ناپاک سازش سے آگاہ ہو ا تو سخت فکر مند ہوا ، فرعون کو یوں مشورہ دیا : وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ ءَالِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَ تَقْتُلُونَ رَجُلاً أَن يَقُولَ رَبىّ‏َ اللَّهُ ؟! اور فرعون والوں میں سے ایک مرد مؤمن نے جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا یہ کہا کہ کیا تم لوگ کسی شخص کو صرف اس بات پر قتل کررہے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے .
: قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَى.(5) فرعون نے کہا کہ میں تمہیں وہی باتیں بتارہا ہوں جو میں خود سمجھ رہا ہوں .
ثعلبي نے لکھا ہے اس شخص کا نام حزقیل ہے اور یہ اصحاب فرعون میں سے تھااور وہی ترکھان تھا جس نے حضرت موسیٰ (ع)کی ماں کیلئے وہی صندوق بنا کر دیا تھا جس میں ڈال کر موسیٰ کو دریای نیل میں ڈال دیا گیا تھا .
قَالَ الصادق(ع):إِنَّ مَثَلَ أَبِي طَالِبٍ مَثَلُ أَصْحَابِ الْكَهْفِ أَسَرُّوا الْإِيمَانَ وَ أَظْهَرُوا الشِّرْكَ فَآتَاهُمُ اللَّهُ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ .(6 )
امام صادق (ع)نے فرمایا: بے شک ابوطالب کی مثال اصحاب کہف کی مثال ہے ، انہوں نے اپنا ایمان چھپائے رکھا اور شرک کا اظہار کیا ، خدا تعالیٰ انہیں قیامت کے دن دو دفعہ ثواب عطا کریگا .

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

امام حسن العسکری (ع)نے فرمایا: ان ابا طالب کمؤمن آل فرعون یکتم ایمانه.(7 ) فرماتے ہیں : حضرت ابوطالب (ع)بھی مؤمن آل فرعون کی طرح اپنا ایما ن کفار قریش سے چھپا رکھا تھا .

آسیہ بنت مزاحم اور تقیہ

آپ فرعون کی بیوی ہے قرآن نے آپ کے بارے میں فرمایا:وَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ ءَامَنُواْ امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبّ‏ِ ابْنِ لىِ عِندَكَ بَيْتًا فىِ الْجَنَّةِ وَ نجَِّنىِ مِن فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهِ وَ نجَِّنىِ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ .(8 ) اور خدا نے ایمان والوں کے لئے فرعون کی زوجہ کی مثال بیان کی ہے کہ اس نے دعا کی کہ پروردگار !میرے لئے جنّت میں ایک گھر بنادے اور مجھے فرعون اور اس کے کاروبار سے نجات دلادے اور اس پوری ظالم قوم سے نجات عطا کردے.

روایات اھلبیت(ع) میں ذکر ہوا ہے کہ حضرت آسیہ بہشت میں نبی کی بیویوں میں سے ہونگی.(9 )

اصحاب کھف او رتقیہ

قطب راوندي نے شيخ صدوق سے امام صادق(ع) کي روايت کو نقل کي هے : فَقَالَ لَوْ كَلَّفَكُمْ قَوْمُكُمْ مَا كَلَّفَهُمْ قَوْمُهُمْ فَافْعَلُوا فِعْلَهُمْ فَقِيلَ لَهُ وَ مَا كَلَّفَهُمْ قَوْمُهُمْ قَالَ كَلَّفُوهُمُ الشِّرْكَ بِاللَّهِ فَأَظْهَرُوهُ لَهُمْ وَ أَسَرُّوا الْإِيمَانَ حَتَّى جَاءَهُمُ الْفَرَجُ وَ قَالَ إِنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ كَذَبُوا فَآجَرَهُمُ اللَّهُ إِلَى أَنْ قَالَ وَ قَالَ إِنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ أَسَرُّوا الْإِيمَانَ وَ أَظْهَرُوا الْكُفْرَ فَكَانُوا عَلَى إِظْهَارِهِمُ الْكُفْرَ أَعْظَمَ أَجْراً مِنْهُمْ عَلَى إِسْرَارِهِمُ الْإِيمَانَ وَ قَالَ مَا بَلَغَتْ تَقِيَّةُ أَحَدٍ تَقِيَّةَ أَصْحَابِ الْكَهْفِ ... فَأَعْطَاهُمُ اللَّهُ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ .(10) اگر تمهاري قوم كفر كا اظهار كرنے پر مجبور کرے تو اظهار کرنا اوراپنا ايمان آرام آنے تک چھپا رکھنا. پھر فرمايا اصحاب كهف نے بهي ظاهراً جهوٹ بولا اور الله تعالي نے بهي ان كو جزاے خير دي اور كها اصحاب كهف نے اپنے ايمان کو چھپائے اور کفر كا اظهار كئے.پس کفر کا اظهار كرنے كا ثواب ايمان کے چھپانے سے زياده هے . اور فرمايا: اصحاب كهف سے زياده كسي اور نے تقيہ نهيں كيا ...الله تعالي نے بہي ان كو دو مرتبہ اجر اور ثواب عطا كيا.

امير المؤمنين(ع)سے ایک حدیث نقل ہوئی ہے : وَ عَلَيْكُمْ بِالتَّمَسُّكِ بِحَبْلِ اللَّهِ وَ عُرْوَتِهِ وَ كُونُوا مِنْ حِزْبِ اللَّهِ وَ رَسُولِهِ وَ الْزَمُوا عَهْدَ اللَّهِ وَ مِيثَاقَهُ عَلَيْكُمْ فَإِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيباً وَ سَيَعُودُ غَرِيباً وَ كُونُوا فِي أَهْلِ مِلَّتِكُمْ كَأَصْحَابِ الْكَهْفِ وَ إِيَّاكُمْ أَنْ تُفْشُوا أَمْرَكُمْ إِلَى أَهْلٍ أَوْ وَلَدٍ أَوْ حَمِيمٍ أَوْ قَرِيبٍ فَإِنَّهُ دِينُ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ الَّذِي أَوْجَبَ لَهُ التَّقِيَّةَ لِأَوْلِيَائِهِ فَيَقْتُلُكُمْ قَوْمُكُمْ الْخَبَرَ .(11 )

امام حسن العسكري (ع) کی روایت اس بات کیلئے مؤیدہے: قال قال رسولالله(ص) : ان الانبياء انما افضلهم علي خلقه اجمعين بشدة مداراتهم لاعداء دين الله و حسن تقيتهم لاجل اخوانهم في الله.(12 )

رسول خدا (ص ) نے فرمایا: بیشک انبیای الہی کو دوسرے لوگوں پر اس لئے فضیلت ملی ہے کہ خدا کے دشمنوں کے ساتھ مدارات کیا کرتے تھے اور نیک لوگوں کے ساتھ خدا کے خاطر اچھا تقیہ کیا کرتے تھے .

یہ اسلام سے پہلے کے تقیہ کے کچھ موارد تھےجو آیات ، احادیث اور شیعہ سنی کتابوں میں مرقوم تھے . اور یہ ایسے حقائق ہیں جن سے انکار ممکن نہیں ہے .

..............

**(1 ) . سوره بقره۲۵۳.**
**(2 ) . سوره طه۴۴،۴۳.**
**(3 )سوره قصص ۴ .**
**(4 ). غافر۲۸ .**
**(5 ). غافر۲۹ .**
**(6 ) . الكافي باب مولد النبي ص و وفاته،ج 1، ص 448.**
**(7 ) ۸۳ . . وسائل الشيعه ،ج۱۱، ص .**
**(8 ). سوره تحريم ۱۱.**
**(9 ) . تفسير نور الثقلين . ج۵ ، ص۲۷۷.**
**(10 ) . مستدرك‏الوسائل ،ج 12 ،ص 272.**
**(11 ). مستدرك، باب وجوب التقية مع الخوف إلى خر.**
**(12 ) . همان ، با ب دوم .**

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ب:ظهور اسلام کے بعد تقیہ
اسلام چون کہ ابتدا سے غریب تها اور غریب ہی رہ گیا .ابتدای اسلام میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تهی اور اس زمانے میں لوگ انحرافات اور گمراہی کے اسیر ہوچکے تهے ، رسول خدا صلی‌اللہ‌علیہ‌وسلم نے آکر انہیں نجات دلاد دی .جس پر قرآن گواہی دے رہا ہے : هُوَ الَّذِى بَعَثَ فىِ الْأُمِّيِّنَ رَسُولًا مِّنهْمْ يَتْلُواْ عَلَيهِْمْ ءَايَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الحْكْمَةَ وَ إِن كَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِى ضَلَالٍ مُّبِينٍ.(1 )
اس خدا نے مکہ والوں میں ایک رسول بهیجا ہے جو ان ہی میں سے تها کہ ان کے سامنے آیات کی تلاوت کرے ,ان کے نفوس کو پاکیزہ بنائے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اگرچہ یہ لوگ بڑی کهلی ہوئی گمراہی میں مبتلا تهے .
یہ تعلیمات اسلامی کی خصوصیت تهی کہ انسان کو اس گمراہی سے نکال کر انسانیت کے بلند و بالا مقام تک پہنچایا.اور عقلوں پر تالے لگے ہوئے تهاسے کهول دیا .اور سارے انسانوں کو ایک ہی صف میں لاکر رکھ دیا . اور انسان کی فضیلت کیلئے تقوا کو معیار قرار دیتے ہوئے فرمایا : إِنَّ أَكْرَمَكمُ‏ْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَئكُمْ.(2 ) بے شک خدا کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ باعزت ترین شخص وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو .
اسی طرح ظالم وجابر بادشاہیں جو فقیر اور مستضعفوں کے خون سے ہولی کهیلتے ہوئے زندگی کرتے تهے ، جب اس پیغام کو سنا تو وہ لوگ خاموش نہیں رہ سکے ؛ بلکہ اسلام کو اس صفحہ ہستی سے مٹانے کے درپے ہوگئے .جس کی وجہ سے اسلام مظلوم اور غریب ہوا .

ابو طالب(ع) اور تقیہ
بعض نفسیاتي خوہشات کے اسیر او ر ریاست طلب ،دین فروش اور درہم و دینار کے لالچی لوگوں نے ظالموں کے ساته گهٹ جوڑ کرکے اپنی کتابوں میں ابوطالب کے ایمان کو مشکوک ظاہر کرنا چاہا . نعوذ باللہ ! آپ شرک کی حالت میں اس دنیا سے چلے گئے ؛ جبکہ آپ کی شخصیت ، عظمت اور اسلام کے ساتھ محبت اور ایمان پر واضح دلائل موجود ہیں .ابوطالب(ع) کی ذات وہ ہے جسے پیامبر اسلام صلی‌اللہ‌علیہ‌وسلم کی حمایت کا شرف حاصل ہے ؛ کہ آپ نے حضور صلی‌اللہ‌علیہ‌وسلم کو کفار قریش اور دوسرے دشمنوں کے مکر وفریب اور ظلم وستم سے بچاتے رہے ، جبکہ وہ لوگ آپ صلی‌اللہ‌علیہ‌وسلم کی جان کے درپے تهے .
اگر آپ کا اسلام اور پیامبر اسلام صلی‌اللہ‌علیہ‌وسلم پر مکمل ایمان اور اعتقاد نہ ہوتا توکیسے دعوت ذوالعشیرہ کے موقع پر رسول خدا صلی‌اللہ‌علیہ‌وسلم کو یوں خطاب کیا ؟!:

والله لن يصلوا اليك بجمعهم
حتي اوسد في التراب دفينا
فاصدع بامرك ما عليك غضاض
هوابشر بذاك وقرمنك عيونا
و دعوتي و علمت انتك ناصحي
ولقد دعوت و كنت ثم امينا
و لقد علمت بان دين محمد(ص)
من خير اديان البرية دينا .(3 )

**ترجمہ:**
اگر ابوطالب(ع) ایمان نہ لائے ہوتے تو ابولہب کی طرح وہ بهی پیامبر صلی‌اللہ‌علیہ‌وسلم کے چچا تها ، خدا کی طرف سے مورد مذمت اور نفرین قرار پاتا ؛ لیکن ایمان ابوطالب (ع) ہمیں پیامبر اسلام صلی‌اللہ‌علیہ‌وسلم اور ائمہ طاہرین (ع) کے فرامیں کے ذریعے واضح

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اور روشن ہے ، اور آپ کا رسول خدا ﷺ کی خدمت کرنا کسی سے پوشیدہ نہیں ہے . یہاں تک کہ ابن ابی الحدید نے اشعار کی شکل میں اس مطلب کو بیان کیا ہے :

لو لا ابو طالب و ابنه
لما مثل الدين شخصا فقاما
فهذا بمكة آوي و حامي
و هذا بيثرب جس الحماما .(4)

اگر ابوطالب (ع) اور ان کے فرزند علی نہ ہوتے تو دین اسلام بطور نمونہ برپا نہ ہوتے . پس ابوطالب (ع) نے مکہ میں رسول خدا ﷺ کو پناہ دی اور ان کے بیٹے نے مدینے میں آپ ﷺ کی جان بچانے کے خاطر اپنی جان کی بازی لگا دی . ..............

**اگر علی نہ ہوتے تو ابوطالب سید سادات المسلمین والسابقین الاولین ہوتے .جابر بن عبداللہ انصاری روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا ﷺ سے امیر المؤمنین(ع) کی ولادت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے وضاحت فرمائی ، یہاں تک کہ ابوطالب (ع)کے بارے میں عرض کیا :**

**قَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ اللَّهُ أَكْبَرُ النَّاسُ يَقُولُونَ [إنَ] أَبَا طَالِبٍ مَاتَ كَافِراً قَالَ يَا جَابِرُ اللَّهُ أَعْلَمُ بِالْغَيْبِ إِنَّهُ لَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الَّتِي أُسْرِيَ بِي فِيهَا إِلَى السَّمَاءِ انْتَهَيْتُ إِلَى الْعَرْشِ فَرَأَيْتُ أَرْبَعَةَ أَنْوَارٍ فَقُلْتُ إِلَهِي مَا هَذِهِ الْأَنْوَارُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ هَذَا عَبْدُالْمُطَّلِبِ وَ هَذَا أَبُو طَالِبٍ وَ هَذَا أَبُوكَ عَبْدُ اللَّهِ وَ هَذَا أَخُوكَ طَالِبٌ فَقُلْتُ إِلَهِي وَ سَيِّدِي فَبِمَا نَالُوا هَذِهِ الدَّرَجَةَ قَالَ بِكِتْمَانِهِمُ الْإِيمَانَ وَ إِظْهَارِهِمُ الْكُفْرَ وَ صَبْرِهِمْ عَلَى ذَلِكَ حَتَّى مَاتُوا (5).**

**جابر بن عبد اللہ انصاری نےعرض کیا : یا رسول اللہ ! خدا بہت بڑا ہے ؛ لوگ کہتے ہیں کہ ابوطالب حالت کفر میں اس دنیا سے رحلت کر گئے! فرمایا: اے جابر خداوند سب سے زیادہ جاننے والا ہے علم غیب کا مالک ہے ، جس رات کو مجھے معراج پر لے گئے اور عرش پر پہنچےتو چار نور دیکھنے میں آیا ، میں سے سوال کیا : خدایا یہ چار نور کن کے ہیں ؟!تو اللہ تعالي کی طرف سے جواب آیا : اے محمد! ﷺ یہ عبدالمطلب ، ابوطالب،تیرے والد عبداللہ اور تیرے بھائی طالب کے ہیں.میں نے کہا : اے میرے اللہ اے میرے آقا ! یہ لوگ کیسے اس مرتبے پر پہنچے ؟ خدا تعالی کی طرف سے جواب آیا : ایمان کے چھپانے اور کافروں کے مقابلے میں کفر کے اظہار اور ان پر صبر کرنے کی وجہ سے پہنچے ہیں.**

**یونس بن نباته نے امام صادق(ع) سے روایت کی ہے : قال(ع) يا یونس ما يقول الناس في ايمان ابو طالب(ع) قلت جعلت فداك ، يقولون «هو في ضحضاح من نار و في رجليه نعلان من نار تغلى منهما امّ رأسه». فقال كذب اعداءالله ، ان اباطالب(ع) من رفقاء النبيين و الصديقين و الشهداء و الصالحين و حسن اولئك رفيقا.(6)**

**چنانچہ محمد بن یونس نے اپنے والد سے انہوں نے امام صادق(ع) سے نقل کیا ھے کہ آنحضرت نے ہم سے کہا: اے یونس ! لوگ ابوطالب کے بارے میں کیا کہتے ہیں ؟ میں نے عرض کیا ، مولیٰ میں آپ پر قربان ہو جاؤں ؛ لوگ کہتے ہیں : هو في ضحضاح من نار و في رجليه نعلان من نار تغلى منهما امّ رأسه.**

**ابو طالب کھولتے ہوئے آگ میں پیروں میں آگ کے جوتے پہنائے ہوئے ہے جس کی وجہ سے ان کا دماغ کھول رہا ہے . امام نے فرمایا: خدا کی قسم یہ خدا کے دشمن لوگ غلط کہہ رہے ہیں ! ابوطالب انبیا صدیقین ، شہداء اور صالحین کے ساتھیوں میں سے ہے اور وہ لوگ کتنے اچھے ساتھی ہیں .(7)**

**کوتاہ سخن اگر علمای اہل تسنن بھی تھوڑا انصاف سے کام لیتے تو ایمان ابو طالب(ع) کو درک کرلیتے کہ ایمان کے کتنے درجے پر آپ فائز ہیں .لیکن بعض خود غرض اور بغض اور کینہ دل میں رکھنے والے لوگوں نے ایک جعلی اور ضعیف روایت جو حدیث ضحضاح کے نام سے مشہور ہے کو دلیل بنا کر امیر المؤمنین کے پدر گرامی اور پیامبر اکرم ﷺ کے چچا ابو طالب ایمان لائے بغیر اس دنیا سے چلے گئے ہیں .اگران لوگوں کو اہل بیت اور علی ابن ابی طالب سے دشمنی نہ ہوتی تو ان ساری صحیح اور معتبر حدیثوں میں سے صرف ایک ضعیف حدیث کو نہیں اپناتے . اور شیخ بطحا مؤمن قریش پیامبر اسلام ﷺ کے بڑے حامی پر یہ تہمت نہ لگاتے .(8)**

**محققین اور راویو ں نے اس حدیث کی بررسی اور گہری تحقیق کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالے ہیں کہ یہ حدیث مورد اعتماد نہیں ہے . علمای اہل سنت کے نزدیک اس روایت کو نقل کرنے والے جھوٹے ، بعض مجہول اور بعض علی اور اولاد علی (ع)سے بغض و کینہ رکھنے والے تھے . جن میں سے ایک مغیرۃ بن شعبہ ہے جو ایک فاسق و فاجر اور سرسخت دشمن اہل بیت تھا .اس بارے میں درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کرسکتے ہیں :**

**1- اسنى المطالب في نجاة ابي طالب، سيد احمد زيني دحلان.**
**2- شيخ الأبطح او ابو طالب، سيد محمد علي آل شرف الدين.**
**3- الطرائف-ترجمه داود الهامى، ص: 461.**
**4- الشهاب الثاقب، لرجم كفر ابى طالب، شيخ نجم الدين.**
**5- ایمان ابی طالب، ابو علی كوفى.**
**6- ایمان ابی طالب، مرحوم مفيد.**
**7- ایمان ابی طالب، ابن طاوس.**

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

8- ایمان ابی طالب، احمد بن قاسم.
9- بغیة الطالب ..، سید محمد عباس تستری .
10- موہاب الوہب في فضائل ابی طالب.
11- الحجة علی الذاھب الی تکفیر ابی طالب، سید فخار.(9 )

امام کاظم (ع) سے روایت ہے: لووضع ایمان ابی طالب فی کفة وایمان الخلایق فی الکفة الاخری لرجح ایمان ابی طالب علی ایمانھم ... فکان واللہ امیرالمؤمنین یحجّ عن ابیه و امه وعن اب رسول اللہ حتی مضی ، ووصّی الحسن والحسین (ع) بمثل ذالک ، وکل امام منّا یفعل ذالک الی ان یظھر امره .(10 )

یعنی اگر ایمان ابوطالب(ع) کو ترازو کے ا یک پلڑے میں قرار دیدے ا ور دوسرے تمام مخلوقات کے ایمان کو دوسرے پلڑےمیں رکھ دئے جائیں تو ابوطالب(ع) کا ایمان دوسرے تمام مخلوقات کے ایمان سے زیادہ بھاری ہوگا ... خدا کی قسم امیر المؤمنین (ع) جب تک زندہ رہے اپنے باپ، ماں اور رسول خدا ﷺکی نیابت میں حج انجام دیتے رہے .اور حسن و حسین (ع) کو بھی وصیت کرگئے کہ وہ لوگ بھی اسی طرح ان کی نیابت میں حج انجام دیتے رہیں .اور ہم میں سے ہر امام اس سنت پر عمل کرتے رہیں گے یہاں تک کہ آخری حجت کا ظہور ہوگا .

عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ع أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ أَبِي طَالِبٍ أَ كَانَ مُؤْمِناً فَقَالَ نَعَمْ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ هَاهُنَا قَوْماً يَزْعُمُونَ أَنَّهُ كَافِرٌ فَقَالَ وَا عَجَبه أَ يَطْعَنُونَ عَلَى أَبِي طَالِبٍ أَوْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ص وَ قَدْ نَهَاهُ اللَّهُ أَنْ يُقِرَّ مُؤْمِنَةً مَعَ كَافِرٍ فِي غَيْرِ آيَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ وَ لَا يَشُكُّ أَحَدٌ أَنَّ بِنْتَ أَسَدٍ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ السَّابِقَاتِ وَ أَنَّهَا لَمْ تَزَلْ تَحْتَ أَبِي طَالِبٍ حَتَّى مَاتَ أَبُو طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.(11 )

امام سجاد (ع) سے ایمان ابوطالب (ع) کے بارے میں سوال ہوا: کیا وہ مؤمن تھے ؟ تو فرمایا : ہاں .راوی نے عرض کیا : یہاں ایک قوم رہتی ہے جن کا عقیدہ ہے کہ ابوطالب حالت کفر میں اس دنیا سے چلے گئے ہیں ! تو امام نے فرمایا : واعجبا ! کیا وہ لوگ ابوطالب پر طعنہ اور تہمت لگا رہے ہیں یا رسول خدا ﷺ پر ؟! جب کہ خدا تعالی نے قرآن مجید کی کئی آیات میں کفار کے ساتھ ازدواج کو ممنوع قرار دیا ہے؛ اور اس میں بھی کسی کو شک نہیں کہ فاطمہ بنت اسد مؤمنہ عورتوں میں سے تھی اور مرتے دم تک ابوطالب کی زوجیت میں رہی .

اور یہ دوسری دلیل ہے ایمان ابوطالب پر کہ مسلمان عورتوں کا کافروں کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے ؛ چنانچہ . جب زینب نے اسلام قبول کیا ، اور ابی العاص نے شریعت اسلام قبول نہیں کیا تو اسلام نے ابی العاص کے ایمان لانے تک ان کے درمیان فاصلہ ڈالا. اور جب اس نے ایمان لایا تو دوبارہ نکاح پڑھ کر ان کو رشتہ ازدواج میں منسلک کیا (12 )

لیکن حضرت فاطمه بنت اسد(س) وہ پہلی خاتون ہیں جس نے مکہ سے مدینے میں رسول خدا(ص) کی طرف ہجرت کی ہیں اور آپ پیامبر اسلام(ص) کیلئے مہربان ترین خاتون تھیز(13 ).

جب آپ رحلت کرگئی تو امیر المؤمنین(ع) روتے ہوئے رسول خدا(ص) کی خدمت میں تشریف لائے . رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا : یارسول اللہ ﷺ ! میری ماں فاطمہ اس نیا سے رحلت کر گئی ہے . فقال رسولالله(ص): امي والله! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم وہ میری ماں تھی . آپ ﷺ روتے ہوئے تشریف لائے اور تشییع جنازے میں شریک ہوئے ز(14 )

پس اگر فاطمه بنت اسد(س) مؤمنه تھی اور ابو طالب(ع) کافر، تو کیسے پیامبر اسلام(ص) نے ان کے درمیان جدائی نہیں ڈالی ؟!کیسے یہ تصور ممکن ہے كه پیامبر اسلام(ص) نے ایک مهمترین احکام اسلام سے چشم پوشي کرتے ہوئے اس حکم کو تعطیل کیا ہو؟!ز(15 )

..............

(1 ). سوره جمعه۲.
(2 ). سوره حجرات۱۳.
(3 ). الغدیر، ج۷ ، ص۳۳۴.
(4 ) . شرح نہج البلاغہ ، ابن ابی الحدید ج۱۴،ص۸۴.
(5 ) . بحار الانوار،ج۳۵، ص۱۶.
(6 ) . کنز الفوائد ،ص۸۰.
(7 ). الطرائف؛ترجمه داود الهامی؛ ایمان ابو طالب ص۴۴۸.
(8 ). الطرائف؛ترجمه داود الهامی؛ ایمان ابو طالب ص460.
(9 ) . ہمان، ص 461.
(10 ) . مستدرک الوسایل،ج۸،ص۷۰.
(11 ) . بحار ،ج ۳۵، ص ۱۱۷.
(12 ). تنقیح المقال في علم الرجال،ج۳،ص۷۹.
(13 ) . اصول کافي ،ج۱،باب امیر المؤمنین .
(14 ) . ہمان .
(15 ) . بحار الانوار،ج۳۵،ص۱۱۵.

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

پیامبر اکرم(ص) ا ور تقیہ
پیامبر اسلام (ص) کےتقیہ کرنے کے موارد میں سے ایک مورد آپ کا بعثت سے تین سال پہلے سری طور پر دعوت دینا تھا .
اسی طرح صلح حدیبیہ کےموقع پرسهیل بن عمرو مشرکون کانماینده تھا ، کے درخواست پر بسم الله الرحمن الرحیم کے بجائے 'باسمک اللهم' لکھنا اور رسول الله (ص) کے عنوان کو حذف کرکے محمد بن عبدالله لکھنا بھی ایک قسم کا تقیہ ہے . ( 1)
آنحضرت(ص) کا عبد الله بن ابي پر نماز میت پڑھنا اور بجائے دعا کے آہستہ سے نفرین کرنا جبکہ وہ منافقین مدینه کا سردار تھا ؛ موارد تقیہ میں سے تھا . (2 )

علي(ع) اور تقیہ
آپ کا سقیفہ والوں کے انتخاب پر ظاہراً ۲۵ سال تک خاموش رہنا جبکہ آپ کو معلوم تھا کہ قرآن اور فرمان رسول خدا ﷺ کے مطابق خلافت آپ کا حق تھا ، لیکن مسلمانوں کے درمیان وحدت اور اتحاد کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے خاموش رہنا ،تقیہ تھا . جس کا فائده یہ ہوا کہ مسلمانوں کی مصلحتوں کو محفوظ کیا . اگر آپ خاموش نہ رہتے تو اس وقت روم والے مسلمانوں کے سر پر کھڑے تھے کہ کوئی موقع ہاتھ آجائے تاکہ مسلمانوں پر حملہ کرکے ان کو نابود کرسکیں ، جو مسلمانوں کی وحدت کی وجہ سے ناکام ہوا .آپ کا اپنے زمانے کے حاکموں کے پیچھے نماز پڑھنا بھی تقیہ کے موارد میں سے ہے .

حسنین و زین العابدین (ع) اور تقیہ
یہ دوره زمان خلافت امام حسن(ع) ۲۱ رمضان ۴۱ھ سے لے کر وفات امام سجاد(ع) سن ۹۵ ھ تک تاریکترین اور وحشت ناکترین دوران ہے که ائمه طاهرین (ع) پرگذری ہے
صلح امام حسن(ع) ربیع الاول سال ۴۱ ھ کے بعد اور حکومت اموي کے مستقر ہونے کے بعد ، شیعه اور ان کے پیشواوں کوشدید دباؤ میں رکھے. معا ویہ نے دستور دیا که خطیب لوگ علي(ع) اور ان کے خاندان کی شان میں گستاخی کریں اور منابر سے ناسزا اور لعن طعن کرے . شهادت اما م حسین(ع) سن ۶۱ ھ کے بعد مزید سختی کرنے لگے . حضرت علي(ع) اپني خاص روشن بینی کی وجہ سے اپنے بعد آنے والی تمام واقعات کی پیشگوئي فرمائی . اور اس دوران میں اپنے دوستوں سے تقیہ کرنے کا حکم فرمارہے تھے .کہ جب بھی ان کے مولا کے بارے میں گستاخی کرنے پر مجبور کیا جائے تو اپنی جان بچائیں اور ان کی بات قبول کریں. (3 )
اس دوران میں ائمہ(ع) کے سیاسي تقیہ کے واضح ترین مصداق ،صلح امام حسن(ع) کوقراردے سکتے ہیں . کہ جو خود مهمترین علل اور اسباب میں سے ایک ہے جس کے ذریعے سے مسلمانوں خصوصاً شیعیان حیدر کرار کے خون کی حفاظت تھی . (4 )
اسی طرح امام حسین(ع) کا معاویه کے خلاف جنگ نہ کرنا بھی تقیہ شمار ہو تا ہے .اور اس دوران امام حسن و امام حسین(ع) کا مروان بن حکم ، حاکم مدینه کے پیچھے نماز پڑھنا بھی سیاسي و اجتماعي تقیہ کے مصادیق میں سے ہے . (5 )
جب بررسي کرنے لگتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ امام سجاد(ع)تقیہ کرنے کا ایک خاص طریقہ اپناتے ہیں اور وہ دعا کی شکل میں اسلامی معارف اور تعلیمات کا عام کرنا ہے . جس کا مجموعہ صحیفہ سجادیہ کی شکل میں ہمارے درمیان موجود ہے .

امام باقر(ع) او رتقیہ
امام باقر(ع) کا دور بنی امیہ کے کئی خلفاء(ولید بن عبد الملك ، سلیمان بن عبد الملك،عمر بن عبد العزیز، هشام بن عبد الملك)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مصادف تھا اس دوران میں سخت گیري نسبتاً کم ہوا . یہی وجہ تھی کہ آپ نے شیعہ مکتب کے مختلف کلامي، فقھي اور فرھنگي امور کو تدوین کرکے اسلامي مکاتب کے سامنے رکھ دیا ، اور بہت سے شاگردوں کي تربیت کي .
امام (ع)کے سیاسی تقیہ کے موارد میں سے درج ذیل توریہ والی روایات کو شمار کر سکتے ہیں کہ امام نے ہشام کی مجلس میں اسے یوں خطاب کرنا : یا امیر المؤمنین الواجب علي الناس الطاعه لامامهم و الصدق له بالنصیحه.(6 ) اے امیر مؤمنین! لوگوں پر واجب ہے کہ اپنے امام کی اطاعت کرے اور نصیحت اور خیر خواہی کے وقت اسے قبول کرے .اس روایت میں لفظ امام ،غاصب حاکمون ا ور ائمہ اهل بیت(ع) دونوں پر قابل تطبیق ہے .بنی امیہ کے بادشاہوں سے تقیہ کرتے ہوئے شاہین اور عقاب کے ذریعے شکار کرنے کو حلال قرار دیا ؛ ان دو پرندوں کے ذریعے خلفای بنی امیہ بہت زیادہ شکار کیا کرتے تھے .امام باقر(ع) کاتقیہ کرنے پر یہ روایت صراحت کے ساتھ بیان کر رہی ہے . (7 )

امام صادق(ع) اور تقیہ
امام صادق(ع) کي۳۴ ساله مدت امامت ( ۱۱۴ھ سے لیکر ۱۴۸ ھ تک) ائمه طاهرین (ع) کي طولاني ترین مدت امامت شمار ہوتا ہے که جسے تین بخش میں تقسیم کرسکتے ہیں:
پہلابخش:یہ هشام بن عبد الملک( ۱۰۵ ــ ۱۲۵) کادور تھا ، جو سیاسي لحاظ سے قدرت مند خلیفه شمار ہوتا تھا اور مملکت اسلامي کے او ضاع پرمسلط تھا . امام اور ان کی فعالیتوں کو سخت کنٹرول میں رکھتا تھا .
دوسرا بخش : یہ دورہ سن (۱۲۵ _ ۱۴۵)ھ کو شامل کرتا ہے که بني امیه کي حکومت روبہ زوال تھي اور بنی عباس کے ساتھ جنگ وجدال میں مشغول ہوگئے تھے آخرکار ان کے ہاتھوں شکست کھا کران کي حکومت سرنگون ہوئي .
تیسرا بخش: سن(۱۴۵ ـ ۱۴۸)ھ کوشامل کرتا ہے که اس وقت منصور نے شدت کے ساتھ امام (ع)ا ور ان کی فعالیتوں کو مختلف جوانب سے کنٹرول کررکھا تھا.
بحارالانوار میں آن حضرت کے تقیہ سے مربوط ۵۳ روایت جمع آوري کي گئي هے (8 ) که جن میں سے زیادہ تر اس کتاب کے مختلف صفحات پر ذکر ہوا ہے .
جب منصور نے امام کو ان کی حکومت کے خلاف قیام کرنے سے ڈرایا تو امام (ع) فرمایا: میں نے بنی امیہ کے زمانے میں کوئي ایسا قیام نہیں کیا ہے جب کہ وہ سب سے زیادہ ہمارے ساتھ دشمنی کرنے والے تھے ، اب یہ کیسے ممکن ہے کہ اپنے چچا زاد بھائی کے خلاف قیام کروں جب کہ رشتے کے لحاظ سے سب سے زیادہ قریب ہے ، اور اب سے زیادہ میرے اوپر مہربان اور نیکی کرنے والا ہے .. (9 )
امام صادق(ع) کی وصیت بعنوان تقیہ ہم بیان کر سکتے ہیں کہ جب امام صادق(ع) رحلت فرماگئے تو منصور نے مدینہ کے گورنر کو خط لکھا : جس کو بھی امام نے اپنا جانشین اوروصی بنایا، اسے اپنے پاس لا کر اس کا سر قلم کرو.
جب مدینے کا گورنر اس ماجرا کی تحقیق کرنے لگا تو معلوم ہوا کہ امام(ع) کئی افراد کو اپنا جانشین کے طور پر معین کرچکے هیں، جیسے موسی ابن جعفر(ع)، اپنی زوجہ حمیدہ اور اپنا دوسرا فرزند عبدالله خود امام(ع).جن میں سے ایک خود منصور اور مدینہ کا گورنر بھی ہے .
دوسرے دن جب منصور کو یہ خبر دی گئی تو وہ چیخ اٹھا اور کہنے لگا : اے گورنر اس صورت میں کسی کو بھی قتل نہیں کرسکتا . (10 )
الْإِمَامُ الْعَسْكَرِيُّ(ع)فِي تَفْسِيرِهِ، فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَ قُولُوا لِلنَّاسِ حُسْناً قَالَ الصَّادِقُ ع قُولُوا لِلنَّاسِ كُلِّهِمْ حُسْناً مُؤْمِنِهِمْ وَ مُخَالِفِهِمْ أَمَّا الْمُؤْمِنُونَ فَيَبْسُطُ لَهُمْ وَجْهَهُ وَ أَمَّا الْمُخَالِفُونَ فَيُكَلِّمُهُمْ بِالْمُدَارَاةِ لِاجْتِذَابِهِمْ إِلَى الْإِيمَانِ فَإِنِ اسْتَتَرَ مِنْ ذَلِكَ يَكُفَّ شُرُورَهُمْ عَنْ نَفْسِهِ وَ عَنْ إِخْوَانِهِ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ الْإِمَامُ ع إِنَّ مُدَارَاةَ أَعْدَاءِ اللَّهِ مِنْ أَفْضَلِ صَدَقَةِ الْمَرْءِ عَلَى نَفْسِهِ وَ إِخْوَانِهِ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ فِي مَنْزِلِهِ إِذِ اسْتَأْذَنَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي سَلُولٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ ائْذَنُوا لَهُ فَأَذِنُوا لَهُ فَلَمَّا دَخَلَ أَجْلَسَهُ وَ بَشَرَ فِي وَجْهِهِ فَلَمَّا خَرَجَ قَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قُلْتَ فِيهِ مَا قُلْتَ وَ فَعَلْتَ بِهِ مِنَ الْبِشْرِ مَا فَعَلْتَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص يَا عُوَيْشُ يَا حُمَيْرَاءُ إِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ يُكْرَمُ اتِّقَاءَ شَرِّهِ وَ قَالَ الْإِمَامُ ع مَا مِنْ عَبْدٍ وَ لَا أَمَةٍ دَارَى عِبَادَ اللَّهِ بِأَحْسَنِ الْمُدَارَاةِ وَ لَمْ يَدْخُلْ بِهَا فِي بَاطِلٍ وَ لَمْ يَخْرُجْ بِهَا مِنْ حَقٍّ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ نَفَسَهُ تَسْبِيحاً وَ زَكَّى أَعْمَالَهُ وَ أَعْطَاهُ لِصَبْرِهِ عَلَى كِتْمَانِ سِرِّنَا وَ احْتِمَالِ الْغَيْظِ لِمَا يَحْتَمِلُهُ مِنْ أَعْدَائِنَا ثَوَابَ الْمُتَشَحِّطِ بِدَمِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ. ...(11)
امام عسکري (ع)اپني تفسیر میں امام صادق (ع)سے اس آیه شریفه کے ذیل میں نقل فرماتے هیں :که هر انسان کے ساتھ نیک گفتار هونا چاهئے ، خوه وه مؤمن هو یا ان کا مخالف هو.مؤمنوں کے ساتھ خوش روئي کے ساتھ پیش آئے،لیکن ان کے مخالفین کے ساتھ مدارات کے ساتھ پیش آئیں تاکه ان کوایمان کي طرف جلب کرسکیں. اگر یه لوگ ان سے چھپائے تو ان

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کے شر سے اپنے آپ کو ، اپنے مؤمن بھائیوں کوبچا سکتے ھیں .امام نے فرمایا : دشمنوں کے ساتھ مدارات کے ساتھ پیش آنا؛ اپني جان، اور اپنے بھائیوں کا بہترین صدقه دینا ھے.رسول خدا ﷺ ایک دن اپنے گھر میں تشریف فرما تھے که عبدالله بن ابي سلول نے دستک دي ، تو رسول الله ﷺ نے فرمایا: قوم کا سب سے برا انسان ھے ، اسے اندر آنے کي اجازت دي جائے . جب وه اندر داخل ھواتو آپ نے خنده پیشاني سے اس کا استقبال کیا . جب وه نکل گیا تو عائشه نے سوال کیا : یا رسول الله ! آپ نے کیا کچھ ، اور کھا کچھ؟تو رسول خدا ﷺ نے فرمایا:اے عویش اے حمیرا! الله کے نزدیک قیامت کے دن سب سے برا انسان وه ھوگا، جس کے خوف سے لوگ اس کي عزت کریں .

امام نے فرمایا : کسي بھي مرد اور عورت میں سے کوئي بھي الله کے بندوں کیساتھ نیکي کرے ،در حالیکه وه اس حالت سے بہر بھي نهیں نکلتا،مگر یه که الله تعالي اس کے سانسوں کو اپني تسبیح پڑھنے کا ثواب لکھ دیتا ھے . اور اس کے سارے اعمال کوخالص نه بنائے اور اسے ھمارے اسرار کو چھپانے ، اور دشمن کے غم وغصے کو برداشت کرنے کي وجه سے، اس شخص کا ثواب عطا کرے گا ، جو الله کي راه میں جهاد کرتے ھوئے اپنے خون میں غلطان ھوچکا ھو.اور اس مداراتي تقیہ کے نتائج کو بھی بیان فرمایا.

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ مَنْصُورٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ ع ... قَالَ مَنْ كَفَّ يَدَهُ عَنِ النَّاسِ- فَإِنَّمَا يَكُفُّ عَنْهُمْ يَداً وَاحِدَةً- وَ يَكُفُّونَ عَنْهُمْ أَيَادِيَ كَثِيرَةً(12 ) جو بھی لوگوں کے ساتھ مدارات اور مہربانی کرے اور ان کےساتھ سختی سے پیش نہ آئے تو حقیقت میں ایک ہاتھ کو کسي دوسرے کو اذیت اور آذار پہنچانے سے باز رکھا لیکن بہت سے ہاتھوں کو اپنے اوپر ظلم و تعدی کرنے سے دور رکھا ہے .

امام موسي کاظم(ع) اور تقیہ

امام کاظم(ع) اپنے ۳۵ساله دور امامت (۱۴۸ ـ ۱۸۳)ه میں جو حضرت حجت(عج) کی امامت کے علاوه طولاني ترین اورسخت ترین دور شمار ہوتا ہے .

یہ دور،بنی عباس کے سرسخت اورسفاک خلفاء جیسے منصور ، مهدي ، هادي اور هارون کی حکومت سے مصادف تها .کہ ان میں سے ہر ایک امامت کی نسبت بہت زیادہ حساس تھے ، یہاں تک کہ امام کے بعض چاہنے والوں ، جیسے محمد ابن ابي عمیر کو کئی عرصے تک جیل میں ڈالے گئے . اسی دور میں حسین ابن علي ابن حسن جو شهید فخ کے نام سے معروف تھے ، ۱۶۹ه میں حکومت کے ساتھ ان کي جنگ هوئي ،جو ان کی شهادت پر جا کر ختم ہوئي. اور هادي عباسي یه تصور کررہا تها کہ یہ جنگ ،امام(ع) کے فرمان کے مطابق کي گئي ہے، اس لئے ان کے اوپر زیاده سخت گیري کرنا شروع کیا .

اس دورمیں تقیہ امام(ع)کے بعض موارد

۱ـ جب خلیفہ موسي الهادي اس دنیا سے چلے گئے تو امام(ع) نے ان کی ماں خیزران کو تسلیتي پیغام دیتے ہوئے خلیفہ کو امیر المؤمنین کا عنوان دے کر یاد کرنا اور اس کیلئے رحمه الله کہہ کر طلب مغفرت کرنا اور پھر هارون کی خلافت کو بھی امیر المؤمنین کے عنوان سے یاد کرتے ہوئے ان کو مبارک باد کہنا ،

مرحوم مجلسي(ره) نے اس خط کے ذیل میں لکھا ہے کہ ، آنحضرت کے زمانے میں شدت تقیہ کا نظاره کر سکتے ہیں که انہیں ایک فاسق اور جابر حاکم کے لئے ایسے القابات لکھنے پر مجبورکردیا تھا. (13 )

۲ـ یحي بن عبد الله بن حسن نے ایک خط امام(ع) کے نام لکھا ،کہ آنحضرت کو حکومت عباسي کے خلاف قیام کرنے سے روکتے ہوئے سزا دیا جائے .لیکن امام(ع) نے ان کے جواب میں خط لکھا جس کے ضمن میں اسے بطورخلیفه یاد کیا .

امام(ع) کا یہ خط هارون کے ہاتھوں میں پہونچ گیا .جسے دیکھ کر انہوں نے کہا: لوگ موسي ابن جعفر(ع) کے بارے میں مجھے بہت سی چیزیں بتا تے ہیں ، اور مجھے ان کے خلاف اکساتے ہیں جب کہ وه ان اتهامات سے پاک ھیں . (14 )

۳ـ علي ابن یقطین جو هارون کی حکومت میں مشغول تھا ؛ ایک خط امام کو لکھتے ہیں کہ اور امام سے وضو کے بارے میں سوال کرتے ہیں. امام(ع)اس کے جواب میں اهل سنت کے وضو کا طریقہ اسے تعلیم دیتے ہیں کہ تو انہیں کی طرح وضو کیا کرو . اگرچه علي ابن یقطین کو بڑاتعجب ہوا ، لیکن حکم امام(ع) کی اطاعت ضروری تھی . هارون کو بھی علي ابن یقطین پرشك ہو چکا تھا ، سوچا کہ اس کے وضو کرنے کے طریقے کو مشاہده کروں گا . اگر اس نے مذهب شیعه کے مطابق وضوکیا تو اسے بہت سخت سزادوں گا . لیکن جب ان کے وضوکرنے کے طریقے کو دیکھا تو اسے اطمنان ہواکه ان کے بارے میں لوگ جھوٹے تھے ، تو علی ابن یقطین کی عزت اور مقام ان کے نزدیک مزید بڑھ گیا .بلا فاصله اس

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ماجرا کے بعد امام(ع) کی طرف سے علي ابن يقطين کو دستور ملا کہ وضو اب مذهب شيعه کے مطابق انجام ديا کريں . (15)

امام رضا(ع)اور تقیہ

امام رضا(ع)کی امامت کا دور (۱۸۳ -۲۰۳)تک ہے ، جسے تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

پہلا دور :۱۸۳ سے لیکر ۱۹۳ سال تک کا دور ہے . اس دور میں ہارون الرشید حاکم تھا ؛ یہ دورشیعیان حیدر کرار پر بہت سخت گذرا.اس ملعون نے قسم کھا یا ہوا تھا کہ موسي ابن جعفر(ع) کے بعد جو بھی امامت کا ادعی کرے گا اسے قتل کیا جائے گا . لیکن اس کے باوجود امام رضا(ع) نے بغیر کسی خوف اور وہم و گمان کے اپنی امامت کو لوگوں پرآشکار کیا امام کا تقیہ نہ کرنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس وقت خواہشات نفسانی اور مال و زر کے اسیروں نے آپ کی امامت کا انکار کرکے فرقہ واقفیہ کی بنیاد ڈالی تھی . امام موسی (ع) کے زندہ ہونے کے قائل ہوگئے تھے . چنانچہ کہنے لگے :

الامام الکاظم لم یمت ولایموت ورفع الی السماء وقال رسول الله فی شانه:ویملأالارض قسطاً وعدلاً کماملئت ظلماً وجوراً.(16 )

امام کاظم فوت نہیں ہوا ہے اور نہ فوت ہوگا ، انہیں خدا تعالی نے آسمان کی طرف اٹھایا ہے . اور رسول خدا (ص) نے ان کی شان میں فرمایا :زمین کو وہ عدل و انصاف سے اسي طرح پر کرے گا جس طرح ظلم و جور سے پر ہو چکی ہے .

اس ماجرے کی اصل وجہ یہ تھی کہ ان کے ہاتھوں مال خمس اور زکوۃ کا کچھ رقم موجود تھا . کیونکہ حضرت امام موسی بن جعفر قید و بند میں تھے ؛ جس کے بعد آپ کی شہادت ہوئی تو جو مال ان کے ہاتھوں میں موجود تھا ،ضبط کر لئے اور ان کے فرزند ارجمند علی ابن موسی الرضا (ع)کی امامت کے منکر ہوگئے . (17 )

اے میرے بیٹے ! خدا تعالیٰ نے فرمایا: میں روی زمین پر اپنا خلیفہ مقرر کروں گا ، اور خدا جو بھی فرماتا ہے وہ اسے انجام دے گا . زیاد بن مروان قندی جو گروہ واقفیہ میں سے تھا کہتا ہے میں ابو ابراہیم علیه السّلام کی خدمت میں تھا کہ ان کے بیٹے علی ابن موسیٰ الرضا (ع)بھی ان کی خدمت میں حاضر تھا ؛ مجھ سے فرمانے لگا: اے زیاد ! یہ میرا بیٹا ہے اس کا قول میرا قول ہے اس کی کتاب میری کتاب ہے اس کا رسول میرا رسول ہے ، اور جو بھی وہ زبان پر جاری کرے گا و حق ہوگا. (18 )

بہر حال امام(ع) نے اپنی امامت کا اظہار کیا تو آپ کے ایک صحابی نے اصرار کیا کہ آپ مزید لوگوں کو اپنی امامت کے بارے میں وضاحت کریں ؛ توفرمایا: اس سے بڑھ کر اور کیا وضاحت کروں ؟! کیا تم چاہتے ہو کہ میں ہارون کے پاس جاکر اعلان کروں کہ میں لوگوں کا امام ہوں اور تیری خلافت اور تیرا منصب باطل ہے ؟! ایسا توپیامبراکرم(ص) نے بھی اپنی رسالت کے اولین بار اعلان کرتے وقت نہیں کیا ہے ، بلکہ آغاز رسالت میں اپنے دوستوں ، عزیزوں اورقابل اعتماد افراد کو جمع کرکے اپنی نبوت کا اظہار کیا .(19 )

..............


**(1 ). ابن هشام؛ السنة النبويه،ج۳، ص۳۱۷ .**

**(2 ). وسائل الشيعه،ج۹ ، ص۳۲۸ ـ ۳۲۹.**

**(3 ) . بحار الانوار،ج۷۵ ، ص۳۹۳.**

**(4 ) . همان ، ص ۱۴۴۷.**

**(5 ). ہمان ،ج۸۸.**

**(6 ) . همان ، ج ۴۶، ص ۳۱۶.**

**(7 ) . وسائل الشيعه ، ج ۱۶ ،ص ۲۶۴.**

**(8 ) . بحار الانوار،ج ۷۵، ص ۳۹۳ .**

**(9 ). ہمان ، ص،۱۹۶.**

**(10 ) . مهدي پيشوائي ؛ سيره پيشوايان ، ص۴۱۴.**

**(11 ) . مستدرك‏الوسائل، ج9، ص 36، باب استحباب مداراة الناس .**

**(12). بحار الأنوار، ج72، باب التقية و المداراة،ص : 393**

**(13) . بحار الانوار،ج۴۸.ص۱۶۶.**

**(14 ) . همان،ص۳۸.**

**(15 ) . رياض ، ناصري ، الواقفيه.**

**(16 ) . بحار الانوار، ج۴۶، ص ۱۱۴.**

**(17 ) . زندگانی چهارده معصوم (ع)، ،امامت حضرت رضا(ع), ص424.**

**(18 ) . ہمان ، ص425.**


Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

**(19 ) . بحار الانوار، ج۴۶، ص ۱۱۴.**

تقيہ ايک قرآني اصول

امام هادي(ع) اور تقيہ

امام هادي(ع) کا دوران امامت (۲۲۰ ـ ۲۵۴ھ)بھی سخت ترین دور تھا ، جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ھے کہ بنی عباس کے خلفاء اور حکمران، آپ پر ہر وقت پہرہ لگائےرکھتے تھے . چنانچہ متوکل(۲۳۲-۲۴۷)نے شدت کے ساتھ امام(ع)کی فعالیت کو اپنے کنٹرول میں رکھا ہوا تھا .اس کے لئے متوکل مجبور ہوا کہ آپ کو شدیداً کنٹرول میں رکھنے کیلئے مدینہ سے سامرا (دارالخلافہ) منتقل کیاجائے .جس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ عباسیوں کے ایک گروہ نے متوکل کو خط لکھا کہ لوگ امام ہادی کے گرویدہ ہورہے ہیں جو تمھاری حکومت کیلئے خطرہ ثابت ہو سکتا ہے . اوراگر تم مکہ اور مدینہ چاہتے ہو تو علي ابن محمدکو مدینہ سے نکال کر کہیں اور منتقل کردے . (20 )

امام(ع) کے سیاسی اوضاع کی شناخت کیلئے اتنا ہی کافی ہے . اور اب اس دور میں اجتماعی تقیہ کے پائے جانے پر ہمارے پاس جو دلیل ہے ،انہیں بیان کروں گا :روایتوں میں ذکر ہوا ہے کہ علی ابن مہزیار نے امام سے پوچھا : کیا ہم اہل سنت کے احکام کے مطابق اموال پر مالک ہوسکتے ہیں جبکہ مکتب اہل بیت کے احکام کے مطابق اس مال پر مالک نہیں بن سکتے؟جیسے ارث وغیرہ کے احکام ہیں ،جب کہ وہ لوگ اپنے احکام کے مطابق ہم سے اموال لیتے ہیں ؟

تو امام(ع) نے فرمایا: يجوز لكم ذالك انشاءالله اذا كان مذهبكم فيه التقية منهم والمداراة لهم(21 ) يعني ہاں تمھارے لئے ایسا کرنا جائز ہے انشاءالله اگر تقیہ اور مدارات کی حالت میں ہو .

امام جواد(ع) اور تقيہ

امام جواد(ع) کا دور امامت سن ۲۰۳سے ۲۲۰ ھ تک ہے جو مامون اور اس کے بھائی معتصم کی حکومت کا دور ہے. امام نے بیشتر وقت مدینہ اور مرکزی حکومت سے دور رہ کر گذارا . لیکن پھر بھی مامون اور معتصم ،ام الفضل جو آپ کی زوجہ اور مامون کی بیٹی ہے ، کے ذریعے امام(ع) کے گھریلو معاملات میں جاسوسی کرنے لگے ؛ لیکن وہ قابل ذکر موارد جہاں آپ نے تقیہ کیا ہے وہ یہ ہیں:

1. امام(ع) کا نماز میں قنوت نہ پڑھنا .: اذا كانت التقية فلا تقنت وانا اتقلد هذا. (22 )

2. ایک دفعہ يحي بن اكثم کے ساتھ مناظرہ ہوا ، جب یحی نے ابوبکر اور عمر کی شان میں جعلی احادیث کو بیان کیا تو امام(ع) نے فرمایا: میں منکر فضائل نہیں ہوں ، اس کے بعد منطقي دلائل کے ذریعے ان احادیث کے جعلی ہونے کو ثابت کرنے لگا . (23 )

امام حسن العسكري(ع) اور تقيہ

امام عسکري(ع) کا دور امامت اگرچہ بہت ہی مختصر ہے (۲۵۴ ـ ۲۶۰) لیکن اپنے بابا کے دور امامت سے کئی درجہ زیادہ سخت اور مشکل ہے .اس دور کے آغاز میں معتز(۲۵۲ ـ ۲۵۵) نے آپ کو آل ابوطالب (ع)کے کچھ افراد کے ساتھ قید کئے . اس کے بعد مهدي(۲۵۵-۲۵۶)عباسی نے بھی یہی رویہ اختیار کیا ، یہاں تک کہ آپ کو قتل کرنے کی دھمکی بھی دی گئی . (24 )

لیکن وہ اس مکروہ ارادے میں کامیاب نہیں ہوا . لیکن آخر کار معتمد(۲۵۶-۲۷۹) جس نے یہ سن رکھا تھا کہ امام عسکري(ع) کی اولاد میں سے ایک فرزند آئے گا جو ظلم و بربریت کو ختم کرے گا ؛امام اور ان کے خاندان پر کڑی نظر اور پہرہ ڈال رکھا تھا ، تاکہ وہ فرزند اس دنیا میں نہ آنے پائے . آخرکار اس نے امام(ع) کو شہید کیا .

لیکن امام(ع) نے اپنے بیٹے کی ولادت کو مخفی رکھا ، یہاں تک کہ بہت سارے شیعوں کوبھی ان کی ولادت کا علم نہیں تھا جو سن ۲۵۵ھ میں متولد ہوا تھا (25 ) کیونکہ بہت زیادہ خطر تھا . اسی لئے امام (ع) کی شہادت کے بعد آپ کا بھائی جعفر جو ایک بےایمان انسان تھا ، آپ کی ساری میراث اپنے نام کردیا .کیونکہ وہ نہیں جانتا تھا کہ امام کا کوئی وارث بھی ہے .

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

امام(ع) کے کچھ سیاسی تقیہ کے موارد اپنے چاہنے والوں کے نام لکھا ہوا خط سے واضح ہوتا ہے، فرماتے ہیں کہ:
۱۔ جب میں تمہارے سامنے سے گذرے تو مجھے سلام نہ کرنا .اور اپنے ہاتھوں سے میری طرف اشارہ نہ کرنا ، کیونکہ تم لوگ امان میں نہیں ہو .ممکن ہے اس طرح اپنے آپ کو درد سر میں ڈالنے سے محفوظ رکھیں .
۲۔ امام(ع) جب اپنے اصحاب سے ملاقات کرتے تھے تو ان کیلئے مخفی طور پر پیغام بھیجتے تھے کہ فلان جگہ جمع ہو جائیں ، تاکہ ایک دوسرے کی دیدار ہو سکے . .امام(ع) سخت سياسي دباؤ کی وجہ سے اپنے چاہنے والوں کو تقیہ کرنے پر زیادہ زور دیتے تھے .جیسا کہ فرمایا:
وسع لهم في التقيه يجاهرون باظهار موالاة اولياءالله و معادات اعداءالله اذا قدروا و يسترونها اذا عجزوا.
خدا تعالی نے شیعیان حیدر کرار کو تقیہ میں راحت اور آرام کو پوشیدہ رکھا ہے کہ اپنی طاقت اور قدر کو آشکار کرنے کا وقت آتا ہے تو اللہ کے چاہنے والوں سے محبت اور ان کے دشمنوں سے نفرت کا اعلان کریں، اور جب بھی دوسرے گروہ کے مقابلے میں کمزور واقع ہوجائے تو اس دوستی اور دشمنی کو چھپائیں ؛ پھر فرمایا: أَلَا وَ إِنَّ أَعْظَمَ فَرَائِضِ اللَّهِ عَلَيْكُمْ بَعْدَ فَرْضِ مُوَالاتِنَا وَ مُعَادَاةِ أَعْدَائِنَا اسْتِعْمَالُ التَّقِيَّةِ عَلَى أَنْفُسِكُمْ وَ إِخْوَانِكُمْ وَ مَعَارِفِكُمْ وَ قَضَاءُ حُقُوقِ إِخْوَانِكُمْ فِي اللَّهِ أَلَا وَ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ كُلَّ ذَنْبٍ بَعْدَ ذَلِكَ وَ لَا يَسْتَقْصِي فَأَمَّا هَذَانِ فَقَلَّ مَنْ يَنْجُو مِنْهُمَا إِلَّا بَعْدَ مَسِّ عَذَابٍ شَدِيدٍ إِلَّا أَنْ يَكُونَ لَهُمْ مَظَالِمُ عَلَى النَّوَاصِبِ وَ الْكُفَّارِ فَيَكُونَ عَذَابُ هَذَيْنِ عَلَى أُولَئِكَ الْكُفَّارِ وَ النَّوَاصِبِ قِصَاصاً بِمَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ مِنَ الْحُقُوقِ وَ مَا لَهُمْ إِلَيْكُمْ مِنَ الظُّلْمِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَ لَا تَتَعَرَّضُوا لِمَقْتِ اللَّهِ بِتَرْكِ التَّقِيَّةِ وَ التَّقْصِيرِ فِي حُقُوقِ إِخْوَانِكُمُ الْمُؤْمِنِينَ. (27 )
آگاہ رہو ! ہمارے ساتھ دوستی اور ہمارے دشمنوں کے ساتھ نفرت اور دشمنی کے بعد خدا تعالی کے واجبات میں سے سب سے بڑا واجب تقیہ کرتے ہوئے اپنی اور اپنے دوستوں کی حفاظت کرے اور اللہ کے بندوں کے حقوق ادا کرے ، آخر میں فرمایا: تقوی الهی کو اپنا پیشہ قرار دو اور اپنے آپ کو تقیہ نہ کرکے اور اپنے مؤمن بھائیوں کے حقوق ادا نہ کرکے غضب الهی کا مستحق نہ بنیں .
۳۔ آپ کے اصحاب میں سے ایک چاہتا تھا کہ آپ اعلانیہ طور پر حجت خدا کی حیثیت سے معرفی ہوجائے .لیکن امام(ع) نے فرمایا:خاموش رہو ! یا اسے چھپا ئے رکھو یا آشکار کرکے موت کیلئے تیار ہوجاؤ .(28 )

حضرت حجت(عج) اور تقیہ
آنحضرت(عج) کی امامت کاپہلا دور جو غیبت صغري کا دورکہلاتا ہے اور سنہ (۲۶۰ ۔ ۳۲۹)ھ پر مشتمل ہے .اس دوران میں امام اپنے چار خاص نائبین کے ساتھ رابطہ رکھتے تھے . ان چار نائبین کے نام لیتے ہوئے امام کے ساتھ ان کا ارتباط اور تقیہ کے موارد کو بیان کریں گے:

۱. ابو عمرو عثمان ابن سعید عمري
وہ امام حسن العسکري (ع) کے وکیل بھی تھے جو روغن فروشي کے شغل کو اپنی فعالیتوں کیلئے وسیلہ قرار دیتے ہوئے امام تک ان کے اموال کو پہونچاتے تھے .یہی وجہ تھی کہ ابوعمرو عثمان عمری "سمان" يعني روغن فروش کے نام سے معروف تھا. (29 )

۲. ابو جعفر محمد بن عثمان
اس زمانے میں شیعیان حیدر کرار کا زیادہ اصرار تھا کی امام(ع)کا نام مبارک معلوم ہوجائے. اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معاملہ اس قدر سری تھا کہ بہت سارے شیعوں کو ان کا نام بھی معلوم نہ تھا . لیکن آنحضرت نے ایک خط میں جو محمد بن عثمان کے ذریعے بھیجے ؛ جس میں یوں لکھا تھا : ليخبر الذين يسالون عن الاسم،اما السكوت و الجنة و اما الكلام و النارفانهم اوقفوا علي الاسم اذاعوه و ان وقفوا علي المكان دلوا عليه. (30 )
ضروی ہے کہ ان لوگوں کو جو میرا نام جاننا چاہتے ہیں ،بتادوں کہ اس بارے میں خاموش رہیں جس میں بہشت ہے اور اگر اس بارے میں بات کرے تو اس میں جہنم ہے . کیونکہ جو میرا نام جاننے کے بعد اسے افشا کرے اور اگر میرے رہنے کی جگہ معلوم ہوجائے اور دوسروں کو خبر دے .

۳. ابو القاسم حسین بن روح
حسین بن روح جو بہت ہی محتاط انسان تھا، امنیت اور حفاظت کے تمام اصول اور قواعد وضوابط کو بروی کار لاتے تھے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

. چنانچہ محمد بن عثمان کے بعد نائب امام آپ ہی کو بننا تھا، جب ایک مؤمن نے آپ سے سوال کیا کہ کیوں یہ نیابت آپ کو نہیں ملی ؟
تو کہا : میں ایک ایسی موقعیت اور حالت میں تھا کہ اگر اس بارے میں مجھ پر سختی کرتے اور شاید میں آنحضرت(ع) کے مکان اور جائیگاہ کو فاش کر لیتا . (31 )
ان کے تقیہ کے بارے میں یوں نقل ہوا ہے کہ ایک مجلس میں تینوں خلیفوں کو علي(ع) سے افضل اور برتر توصیف اور تمجید کرنے لگے اور لوگوں کو اپنے اوپر راضی کرانے لگے تو ایک صحابی جو آپ کے عقیدے سے باخبر تھا ، ہنسنے لگے . جب مجلس اختتام پذیر ہوا تو اس شخص کے پاس گئے اور اسے خوب ڈھانٹ دیا اور اگر دوبارہ کبھی ایسا کیا تو قطع رابطہ کر نے کی دھمکی دی .(32 )

۴۔ علي ابن محمد السمري(ره)
ان کی وفات کے وقت ایک خط جو آنحضرت(عج)نے آپ کو دیا تھا جس میں نائب خاص کے منقطع اور اس کے ادعا کرنے والوں کی تکذیب کی ہوئی تھی . اسی طرح آپ کی سیاسی تقیہ کے موارد میں شیعیان سے وجوہات لینے کے بعد ان کو کوئی رسید نہ دینا بھی شامل ہے (33 )
.............

**(20 ) . بحار الانوار،ج۵۰،ص۲۱.**
**(21 ). وسائل الشيعه،ج۱۸، ص۱۶۵.**
**(22 ). همان،ج۴،ح۱ .**
**(23 ). بحار الانوار،ج۵۰،ص۸۰.**
**(24 ). همان ،ص ۳۰۸.**
**(25 ). همان ج ۵۱، ص ۱۵. .**
**(26 ). الارشاد ، ج ۲، ص ۳۳۰.**
**(27 ) . همان ، ج ۷۵، ص۴۰۹ .**
**(28 ). همان ، ج ۵۰، ص ۲۹۰.**
**(29 ). همان ، ج ،۵۱،ص۳۴۴.**
**(30 ). همان ، ص ۳۵۱.**
**(31 ). همان ، ص۳۵۹.**
**(32 ). همان ، ص۳۵۶.**
**(33 ). همان ، ص۳۵۴.**

## تقيہ ایک قرآني اصول

اسلامي فرقے اورتقیہ
مباحث قبلي سے معلوم ہو کہ بیشتر اسلامي فرقے تقیہ کو قبول کرتے ہیں .لیکن بعض کہتے ہیں کہ جائز نہیں ہے جیسے :
o فرقه ازارقه کہتا ہے ،تقیہ نہ قولاً جائزہے ا ور نہ فعلاً.
o فرقه صفريه کہتا ہے ، تقیہ قولاً جائز ہے لیکن فعلاً جائز نہیں .
o فرقه زيديه کہتا ہے ، تقیہ اهل عصمت کیلئے جائز ہے لیکن عصمت کے نااہل کیلئے جائز ہے .

تقیہ اور احادیث اهل سنت
اس کتاب میں یہ ایک مہم بحث ہے کہ ہم ثابت کریں گے کہ ،کیا اهل سنت والجماعت اور ان کے ائمه نے بھی تقیہ کیا ہے یا نہیں کیا ہے .
وه احادیث جنہیں مسلم ا ور بخاري نے ذکر کئے ہیں اہل سنت صحیح مانتے ہیں . اوریہ دونوں اس بات کے قائل ہیں کہ اپنی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جان بچانے کیلئے کفر کا اظہار کرنا جائز ہے ،اور اسی ضمن میں عمار بن یاسر کا قصہ نقل کرتے ہیں : الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان .
آگے کہتے ہیں کہ جب بھی اپنی جان خطر میں پڑ جائے تو عمار بن یاسر کی پیروی کرنا کوئی بدعت نہیں ہے . کیونکہ سب جانتے تھے کہ عمار، سر سے لیکر پیر تک یعنی سارا وجود ایمان سے لبریز تھا . (1 )
اہل سنت کے بعض روایات کو اس فصل میں بیان کرنے کی کوشش کروں گا :
1. ذھبي نے اسی قصے کو اپنی کتاب میں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اگر مسلم اور بخاری نے اسے صحیح اور جائز مانے ہیں تو جائز ہے .

**تقیہ اور دیدگاہ صحابہ**

عمر بن خطاب (ت ۲۳ھ) اور تقیہ

بخاری روایت کرتا ہے کہ عمر بن خطاب نے جب اسلام قبول کیا تو مشرکوں سے خوف زدہ ہوکرگھر میں چھپا رہا ، اس قصہ کو عبداللہ بن عمر خطاب نے یحیی بن سلیمان کے ذریعے " عمر بن خطاب کا اسلام کے باب " میں نقل کیا ہے :وہ لکھتا ہے کہ عمر ابن خطاب بہت ہي خوف زدہ ہوگیا تھا ، اچانک ابو عمر و عاص بن وائل سھمی جس کے بدن پر ریشم کے کپڑے تھے بنی سہم اور ان کے ہم پیمان افراد جو دور جاہلیت میں ان کے ساتھ ہم پیمان ہو چکے تھے ، سے کہا : تمہیں کیا ہوگیا ہے ؟ جواب نہیں دیا .تیری قوم کا کہنا ہے کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤ ں تو مجھے قتل کیا جائیگا.تو اس نے کہا : وہ لوگ تمہار ا کچھ نہیں بھگاڑ سکتے . جب اس سے یہ بات سنی تو اس کے بعد سے میں امان محسوس کرنے لگا .
اس کے بعد عاص باہر آیا اور دیکھا کہ لوگ درے سے نیچے آرہے ہیں ، ان سے پوچھا کہ کہاں جارہے ہو ؟ تو کہنے لگے : خطاب کے بیٹے کو قتل کرنے جارہے ہیں.
اس نے کہا: نہیں تم ایسا نہیں کروگے.تو وہ لوگ وہاں سے واپس چلے گئے . (2 )
مقصد یہ ہے کہ یہ حدیث پوری صراحت کے ساتھ بیان کررہی ہے کہ عمر نے تقیہ کے طورپر اپنے آپ کو گھر میں چھپارکھا . اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر نے اپنی اسلامی زندگی کا آغاز ھي تقیہ سے کیا .اور اس کی کوئی عاقل انسان مذمت بھی نہیں کر سکتا ؛ کیونکہ یہ ایک فطری عمل ہے ،اس کے برخلاف اگر کوئی دشمن کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرلے تووہ قابل مذمت ہے .

عبد اللہ ابن مسعود(ت ۳۲ھ)اور تقیہ
عبداللہ ابن مسعود کہتا ہے : جب بھی مجھے کوئی ظالم و جابر اپنی مرضی کے مطابق الفاظ زبان پر لانے پر مجبور کرے جو ایک یا دو کوڑے لگنے سے بچنے کا سبب ہو تو ضرور وہ الفاظ زبان پر جاری کروں گا .
اسی کے ذیل میں ابن حزم کہتا ہے:اس بارے میں کسی بھی صحابی کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے . بلکہ سب کا اتفاق ہے .(3 )
یہ بات تقیہ کے جائز ہونے اورسارے صحابہ کا اتفاق ہونے پر دلیل ہے اگر چہ جابر حکمران کے ایک یا دو تازیانے سے بچنے کیلئے ہی کیوں نہ کیا جائے .
ابن مسعود کا تقیہ کرنے کا دوسرا مورد ولید بن عقبہ کے پیچھے نماز پڑھنا ہے کہ ولید کبھی شراب پی کر مستی کی حالت میں مسجد نبوی ﷺ میں آتا اور نماز جماعت پڑھاتا تھا ؛ ایک دن صبح کی نماز میں اس نے چار رکعت پڑھائی !! جب لوگوں نے تعجب کیا اور ایک دوسرے کے ساتھ کانا پھوسی کرنے لگے تو کہا: کیا تمہارے لئے ایک رکعت کا اور اضافہ کروں ؟
ابن مسعود نے اس سے کہا :ہم آج کے دن کو ابتدا سے ہی زیادتی کے ساتھ شروع کریں گے . (4 )
اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابن مسعود اور دوسرے تمام نمازگذاروں کا فاسق اور شراب خوار حاکم کے سامنے تقیہ کرتے ہوئے نماز ادا کی ہیں . اور یہ وہی شخص ہے جسے عثمان کے زمانے میں شرابخواری کے جرم میں کوڑے مارےگئے تھے . (5 )

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ابو الدرداء(ت۳۲ھ)اور تقیہ
بخاری اپنی کتاب میں ابودرداء سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک گروہ کے سامنے مسکرا رہے تھے جب کہ اپنے دلوں میں ان پر لعنت بھیج رہے تھے . (6 )

ابو موسی اشعری(ت۴۴ھ)اور تقیہ
ابو موسی اشعری نے بھی اسی روایت کو اسی طرح نقل کیا ہے کہ ہم ایک گروہ کے سامنے مسکرا رہے تھے جب کہ اپنے دلوں میں ان پر لعنت بھیج رہے تھے . اس نے اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ اس گروہ سے مراد وہ ظالم اور جابر حکمران تھے ، کہ جن کے شر سے بچنے کیلئے تقیہ کرتے ہوئے ہم ان کے سامنے مسکرا رہے تھے. (7 )

ثوبان (ت۵۴ھ) غلام پیامبر(ص) اور تقیہ
یہ بات مشہور ہے کہ ثوبان جھوٹ کو ان موارد میں مفید اور سود مند جانتا تھا جہاں سچ بولنا مفید نہ ہو . غزالی (ت۵۰۵ھ) نے ان سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا : جھوٹ بولنا گناہ ہے سوائے ان موارد میں کہ جہاں کسی مسلمان کو نقصان اور ضرر سے بچائے اور فائدہ پہونچے . (8 )

ابو ہریرہ (ت۵۹ھ) اور تقیہ
ان کی زندگی کے بہت سارے واقعات ہیں جنہیں پڑھ کر معلوم ہوجاتا ہے کہ انہوں نے اموی حکومت والوں کی شر سے بچنے کیلئے تقیہ کو بہترین اور وسیع ترین وسیلے کے طور پر استعمال کیا ہے . ابوہریرہ بطور واضح تقیہ کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر تقیہ نہ ہوتا تو میری گردن بھی اڑا چکی تھی .
صحیح بخاری نقل کرتا ہے کہ اسماعیل نے ہمارے لئے نقل کیا کہ میرے بھائی نے ابی ذئب سے انہوں نے سعید مقبری سے انہوں نے ابی ہریرہ سے روایت کی ہے کہ: دوچیزوں کو پیامبر خدا (ص ) سے ہم نے حفظ کیا ؛ ایک کو ہم نے پھیلا دی دوسری کومخفی رکھا . اگر اسے بھی آشکار کرتے تو میری گردن کٹ چکی ہوتی .(9 )
..............

**(1 ) . تقیہ از دیدگاہ مذاہب و فرقہ ہای اسلامی ، ص ۹۵.**
**(2 ) . صحیح بخاری ۵ :۶ باب اسلام عمر بن خطاب.**
**(3 ) . المحلی ابن حزم ج ۸ ص ۳۳۶،مسالہ ۱۴۰۹.**
**(4 ) . قاضی دمشقی، شرح العقیدہ الطحاویہ؛ ج۲،ص ۵۳۳.**
**(5 ). صحیح مسلم،ج۳،ص ۱۳۳۱، کتاب الحدود ، باب الخمر.**
**(6 ) .صحیح بخاری، ج ۸ ص ۳۷ کتاب الادب ، باب المداراۃ مع الناس.**
**(7 ) . قرافی، الفروق ؛ ج۴ ، ص ۲۳۶.**
**(8 ) . احیاء علوم الدین ؛ غزالی ،ج ۳،ص ۱۳۷.**
**(9 ) . صحیح بخاری ، ، کتاب العلم، باب حفظ العلم ،ج۱، ص ۴۱ .**

## تقیہ ایک قرآنی اصول

امام شافعی اور تقیہ
دو جگہوں پر امام شافعی نے تقیہ کیا ہے اور دونوں مورد ہارون الرشید کے ساتھ اتفاق ہوا:
۱.سارے تاریخ دانوں کے ہاں مشہور ہے کہ امام شافعی نے ایک مدت یمن میں اپنی زندگی گذاری اور یمن کے اکثرلوگ علوی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے . اور شافعی بھی علویوں کی طرف مائل ہوئے اور یہاں سے اس پر قسم قسم کی مشکلات آنا شروع ہوا . یہاں تک کہ ان کے اپنے قبیلے میں وہ شیعہ متہم ہوا . یہ ہارون الرشید کے جاسوسوں پر مخفی نہ رہا ، حماد بربری یمن سے ہارون الرشید کو ایک خط لکھا اور اسے علویوں کی طرف سے احساس خطر دلایا ، اور شافعی

کے وجود کو ان کیلئے بہت ہی خطرناک بتایا اور کہا کہ شافعی کی زبان سے جو بات نکلتی ہے وہ تلوار سے زیادہ تیز ہے . اس لئے ہارون نے یہ دستور دیا کہ شافعی کو بعض علوی اکابرین کے ساتھ بغداد بھیجا جائے .جب یہ لوگ بغداد پہونچے تو ہارون نے سارے علویوں کے قتل کا حکم دیا اور بے چون و چرا سب کو قتل کیا گیا . لیکن شافعی نے تقیہ کے طور پر ایک جملہ کہا جو حقیقت پر مشتمل نہیں تھا ، اس نے ہارون سے کہا : کیا میں اس شخص کو ترک کروں جو کہتا ہے ، میں ان کے چچا زاد بھائی ہوں ؟! اور اس شخص کی جانب داری کروں کہ جو کہتا ہے کہ میں اس کا خادم اور غلام ہوں ؟!! (1 )

شافعی کا یہ جملہ مؤثر ہوا اور ان کی جان بچ گئی .

۲. تقیہ کا دوسرا مورد پہلا مورد سے زیادہ واضح تر اور آشکار تر است : ایک دن شافعی کو زنجیروں میں بندھے ہوئے ہارون کے دربار میں لایا گیا .جس میں ان کے کچھ دشمن بھی موجود تھے ؛ جن میں سے ایک بشر مریسی معتزلی (ت۲۱۸ھ)تھا .اس نے حکم دیا کہ شافعی کو اور سخت سزا دی جائے جسے ہارون الرشید سن رہا تھا ؛ شافعی سے کہنے لگا: تو اجماع کا مدّعی ہے کیا کوئی ایسی چیز کا علم ہے جس پر لوگوں کا اجماع قائم ہوا ہو ؟ شافعی نے جواب دیا : اسی امیرالمؤمنین پر لوگوں نے اجماع کیا ہے . جو بھی ان کی مخالفت کرے ، وہ مارا جائے گا ؛ ہارون ہنس پڑے ، پھر حکم دیا کہ زنجیروں کو کھول کر اسے آزاد کر دیا جائے ،پھر ان کو اپنے پاس بٹھاکر ان کا احترام کرنے لگا. (2 )

امام مالك او رتقیہ

جب تک بنی عباس کا حکم ظاہر نہیں ہوا اس وقت تک بنی امیہ کے دور میں مالک نے امام صادق(ع) سے روایت نقل نہیں کی .یہ اپنی جان و مال کے خوف اور تقیہ کے سواکچھ نہیں تھا .

پس ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے سوال کرتے ہیں کہ کیسے آپ کے اماموں کیلئے تقیہ کرنا جائز ہوا اور ہمارے لئے تقیہ جائز نہیں ؟ اس کا صرف ایک ہی جواب ہے کہ تعصب کی بنا پر یہ لوگ ایک جائز اور قرآنی حکم کا مزاق اڑا رھے ھیں.

ابو بکرا ور تقیہ

مکہ اور مدینہ کے درمیان میں پیامبراسلام(ص) کے همراه ا يك اونٹ پر سوار تھا .اور اس سے پہلے بھی ابوبکر کا مکہ اور مدینے میں آنا جانا رہتا تھا .راستے سے بخوبی واقف تھا ... جب ابوبکر سے پوچھا گیا کہ تیرے ساتھ کون ہے ؟ تو اس نے کہا : یہ میرا راہنما ہے .

واقدي کہتا ہے :رسول خدا(ص) ابو بکر کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے اور جس سے بھی ملاقات کرتے تھے اور پوچھے جاتے تھے کہ یہ کون ہے تیرے ساتھ؟ تووہ کبھي نہیں کہتے تھے کہ: یہ رسول خدا(ص) ہے بلکہ وہ کھتا تھا کہ یہ میرا راہنما ہے . (3 )

امام احمد بن حنبل اور تقیہ

مامون کے بعدمعتصم عباسي نے دوسری مرتبہ احمد حنبل کا امتحان لیا اور پوچھا: تیرا قرآن کے بارے میں کیا عقیدہ ہے ؟ چونکہ اس وقت عرب اور یونان کے فلاسفروں اور دانشمندوں کے درمیان قرآن کے قدیم یا حادث ہونے میں اختلاف پایا جاتا تھا ؛ احمد بن حنبل نے کہا: میں ایک دانشمند انسان ہوں لیکن اس مسئلے کو نہیں جانتا . خلیفہ نے سارےعلماء کو جمع کیا تاکہ اس کے ساتھ علمی بحث شروع کرے . عبد الرحمن نے احمد کے ساتھ بحث شروع کی ، لیکن قرآن کے مخلوق ہونے کا اعتراف نہیں کیا ،جب اسے کئی کوڑے لگے تو اسحق نے خلیفہ سے اجازت مانگی کہ وہ ان کے ساتھ مناظرہ شروع کرے گا .خلیفہ نے بھی اجازت دے دی .

اسحاق: یہ جو علم تیرے پاس ہے اسے کیا کسی فرشتے کے ذریعے سے تم پر الہام ہوا ہے یالوگوں سے حاصل کیا ہے ؟

احمد: دانشمندوں سے سیکھا ہے .

اسحاق: تھوڑا تھوڑا کرکے حاصل کیا ہے یا ایک ہی مرتبے میں؟

احمد:تھوڑا تھوڑا اور بتدریج حاصل کیا ہے .

اسحاق:کیا مزید علم باقی ہے جو تو نے نہیں سیکھا ہے؟

احمد: ہاں ضرور باقی ہے .

اسحاق: قرآن کے مخلوق ہونے کا عقیدہ اسی علم کی وجہ سے ہے جو ابھی تک نہیں سیکھا ہے اور امیر المؤمنین تجھے سکھائے گا.

احمد: امیر المؤمنین کے اسی بات کو قبول کرتا ہوں .
اسحاق :کیا قرآن کے مخلوق ہونے میں؟
احمد: ہاں قرآن کے مخلوق ہونے میں.
ان کے اس اعتراف پر گواہ رکھ کر اسے شاہی لباس تحفہ دیا .اور آزاد کردیا.(4 )
امام اهل سنت احمد بن حنبل کے اس مناظرہ پر مشہور ومعروف ادیب اور دانشمند ”جاحظ“نے ایک اچھی تفسیر لکھی ہے .
جاحظ اپنے اس رسالے میں اہل سنت سے مخاطب ہے کہ تمھارا امام احمد بن حنبل نے رنج اور امتحان کے بعد اعتراف کرلیا ہے : سوائے کافرستان کے کہیں اور تقیہ جائز نہیں ہے . لیکن ان کا قرآن کے بارے میں مخلوق ہونے کا اعتراف کرنا تقیہ کے سوا کچھ اور تھا ؟! اور کیا یہ تقیہ دار الاسلام میں انہوں نے نهیں کیا جو اپنے عقیدے کی تکذیب کررہا ہے ؟! اگر ان کا اقرار صحیح تھا تو تم ان سے اور وہ تم سے نہیں ہے .
شیعہ ان لوگوں سے سوال کرتے ہیں کہ حجر بد عدی اور یزید بن صوحان عبدي جو علی (ع)کے ماننے والےتھے ان کا معاویہ کا ظالمانہ اور جابرانہ دربار میں علی کا مدح کرنا کیا تقیہ تھا ؟!
بس یہ ماننا پڑے گا كه شيعه هر جگه تقيه کو روا نهيں سمجهتے ، بلكه جهاں جائز هو وہاں تقيه كرتے هيں.

حسن بصری (ت۱۱۰ھ)اور تقیہ
یہ تابعین میں سے تھا کہتا ہے کہ تقیہ قیامت تک کیلئے جائز هے(5 ) یہ ان لوگوں میں سے تھا جو صحابہ کےحالات سے واقف تھے.اس قول کو یا ان سے سنا ہے یا اس نے اس مطلب کو قرآن سے لیا ہے . (6 )

بخاری (ت۲۵۶ھ) اور تقیہ
مشروعیت تقیہ پر لکھي هوئي کتاب "الاکراہ " میں مختلف روایات کو دلیل کے طور پر نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری کا نظریہ کیا ہے ؟اس آیہ شریفہ کو نقل کرتا ہے :
ومَن كَفَرَ بِاللَّهِ مِن بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَ قَلْبه مطْمَئنِ بِالْايمَانِ وَ لَاكِن مَّن شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ(7 ) جو شخص بھی ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرلے .... علاوہ اس کے کہ جو کفر پر مجبور کردیا جائے اور اس کا دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہو ....اور کفر کے لئے سینہ کشادہ رکھتا ہو اس کے اوپر خدا کا غضب ہے اور اس کے لئے بہت بڑا عذاب ہے.
اور: لَّا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَ مَن يَفْعَلْ ذَالِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فىِ شَىْءٍ إِلَّا أَن تَتَّقُواْ مِنْهُمْ تُقَئةً (8 )
(خبردار صاحبانِ ایمان .مومنین کو چھوڑ کر کفار کو اپنا و لی اور سرپرست نہ بنائیں کہ جو بھی ایسا کرے گا اس کا خدا سے کوئی تعلق نہ ہوگا مگر یہ کہ تمہیں کفار سے خوف ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور خدا تمہیں اپنی ہستی سے ڈراتا ہے اور اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے . (9 )

وہابی مذہب کے علمائےرجال اور تقیہ
وہابی مذہب کے علمائےرجال تقیہ کا انکار نہیں کرتے ، بلکہ آشکارا تمام مسلمانان عالم کے سامنے تقیہ کو بروي کار لاتے ہیں جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے اولیا اور صالحین کے قبور کو گرانا ، لیکن قبر مبارک پیامبر (ص) اور ابوبکراور عمر کے قبور کو باقی رکھنا تقیہ کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے . ان کا قبر پیامبر (ص) اور اصحاب کے قبور کو باقی رکھنا کئی ملین مسلمانوں کے دلوں کو آزار پہونچنے سے بچانا ہے اور یہی تقیہ ہے . (10 )

اسلامی فرقے اور ان کے فقہ میں تقیہ
اس سے معلوم ہوا کہ تقیہ اختیاری طور پر بغیر کسی جبر و اکراہ کے جائز نہیں .اس بات پر سارے علماء کا اتفاق ہے کہ تقیہ صرف اجبار اور اکراہ کی صورت میں جائز ہے .یہی وجہ ہے کہ تمام مذاہب اسلامی کے فقہی کتابوں میں باب الاکراہ کے نام سے الگ باب ہے .

فقہ مالکی اورتقیہ
امام مالک بن انس ( ت ۲۷۹ھ)کے تقیہ بارے میں پہلے بیان کرچکا ؛ جس میں ان کا کہنا تھا : کوئی بھی ایک بات جو جابر حکمران کے دو کوڑے سے بچنے کا باعث ہو ، اسے میں اپنی زبان پر جاری کروں گا. (11 )

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اسی طرح مالکی مذہب کے علماء بھی جبر اور اکراہ کے موقع پر کفر آمیز کلمات کا زبان پر لانے کو ، جب کہ اس کا دل ایمان سے پر ہو ؛جائز قرار دیتے ہیں .

ابن عربی مالکی (ت۵۴۳ھ) کہتا ہے کہ تقیہ کرکے کافر ہوجائے لیکن ایمان سے اس کا دل مطمئن اور استوار ہو تو اس پر مرتد کا حکم جاری نہیں ہوگا . وہ دنیا میں معذور اور آخرت میں بخشا جائے گا .

پھر صراحت کے ساتھ کہتا ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے .اسی کے ذیل میں مالکی مذہب کے ہاں اکراہ اور اجبار کے موقع پر قسم کھانااور اس میں تقیہ کرنا جائز ہے یا نہیں ؛ اس مورد میں تقیہ کے جواز پر حکم لگاتا ہے .(12 )

فقہ حنفی اورتقیہ

فقہ حنفی میں تقیہ کا مفہوم بہت وسیع ہے .ان کے فقہاء بڑے دقت اور اہتمام کے ساتھ تقیہ کو جائز قرار دیتے ہیں . ہم یہاں صرف ایک کتاب جس میں تقیہ کے کئی مورد بیان کیا گیا ہے جو حنفی عالم دین فرغانی (ت ۲۹۵ھ)نے قاضی خان کے فتاوا کو جمع کرکے لکھی ہے .

پہلا مورد: جب کسی شخص کو کسی دوسرے مسلمان کو قتل کرنے پر مجبور کرے ، اور اگر نہ مانے تو اسے خود قتل کیا جائے گا یا اس کے بدن کا کوئی عضو کاٹا جائے گا ؛ تو کیا ایسے مورد میں اس پر اکراہ صدق آتا ہے ؟ اور کیا وہ ایک مسلمان کو قتل کرسکتا ہے ؟اگر جائز نہیں ہے تو کیا اس پر قصاص ہے ؟

ابوحنیفہ اور محمد کہتے ہیں کہ اکراہ اس پر صدق آتا ہے اور قصاص مجبور کرنے والے سے لیا جائے گا نہ مجبور ہونے والے سے .

ابو یوسف کہتا ہے کہ اکراہ صحیح ہے اور قصاص کسی پر بھی واجب نہیں ہے لیکن مقتول کا دیہ مجبور کرنے والے پر واجب ہے کہ تین سال کے اند ر مقتول کے وارث کو دیا جائے !!!

امام مالک اور امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ اکراہ کرنے والا اور مجبور کئے جانے والا ، دونوں کو قتل کرناچاہئے (13 )

اس کا مطلب یه هے که ابوحنیفه ،امام مالک،امام شافعیاور محمد اس بات کے قائل هیں که مجبور شخص دوسرے انسان کو قتل کرسکتے هیں . جب که شیعوں کےنزدیک شخص مجبور ، خود قتل هوتو هو سکتا هے لیکن کسي کو وه قتل نهیں کرسکتا .

دوسرا مودر:کسی فعل کا انجام دینا اس کے ترک کرنے سے بہتر ہے تو ایسی صورت میں تقیہ جائز ہے . اور جب بھی اس فعل کے ترک کرنے سے وہ گناہ کا مرتکب ہوجائے تو اس پر تقیہ کرنا واجب ہے .جیسے اگر کسی کوخنزیر کا گوشت کھانے ، یا شراب پینے پر مجبور کرے تو مجبور ہونے والے کو کھانا اور شراب کا پینا جائز ہے . اسی طرح کوئی پیامبراسلام(ص) کی شان میں گستاخی کرنے اور زبان پر کفر آمیز الفاظ کے استعمال کرنے پر مجبور ہو جائے تو جائز ہے ، جب کہ اس کا دل رسول خدا (ص) پر ایمان اور ان کی محبت سے پر ہو.

تیسرا مورد: اگر کسی عورت کو قید کرکے اسے زنا کرنے پر مجبور کیا جائے تو اس پر کوئی حد جاری نہیں ہوگا . (14 )

جب كه شیعوں کے نزدیک مجبوري كي حالت میں بهي زناجائز نهیں هے .

چوتھا مورد : اگر کسی مرد کو مجبور کرے کہ ماہ رمضان میں اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستری کرے یا کوئی چیز کھائے یا پئے ، تو اس پ کوئی کفارہ نہیں ہے لیکن اس روزے کی قضا اس پر واجب ہوگا. (15 )

فقہ شافعی اورتقیہ

فقہ شافعی(ت،۲۰۴) ،میں تقیہ وہاں جائز اور مباح ہے، جهاں مجبور ہونے والے کیلئے جائز ہو ؛جیسے: کفر آمیز کلمات کا زبان پر جاری کرنا ، جبکہ اس کا دل ایمان سے پر ہے .شافعی کے نزدیک وہ شخص ایسا ہے جیسا اس نے زبان پر ایسا کوئی کفر آمیز کلمہ جاری ہی نہیں کیا ہے .اس بات کو عطاء بن ابی ریاح (ت۱۱۴ھ)کی طرف نسبت دی گئی ہے جو بڑے تابعین میں سے ایک ہے .(16 )

اسی طرح ابن حجر عسکلانی شافعی (ت۸۲۵ھ) نے بھی مجبور کرنے کی صورت میں تقیہ کرنے اور کفر آمیز الفاظ زبان پر جاری کرنے کی اجازت دی ہے . (17 )

تقیہ کے ایک اور مورد جسے سیوطی شافعی (ت۹۱۱ھ) نے بیان کیا ہے : وہ صراحت کے ساتھ کہتا ہے کہ اگر جب بھی زبان پر کفر کا اظہار کرنے پر مجبور ہوجائے تو اپنی جان بچانے کے خاطر زبان پر کفر کا اظہار کرنا افضل ہے .آگے لکھتا ہے کہ اسی طرح جب بھی مجبور کرے شراب پینے پر ، پیشاب پینے پر ،خنزیر کا گوشت کھانے پر ، دوسرے کے مال تلف کرنے پر، دوسرے کے غذا کھانے پر، جھوٹی گواہی دینے پر، رمضان میں روزہ کھانے پر، واجب نماز کے ترک

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کرنے پر ،... تو اس کے لئے جائز ہے وہ انہیں انجام دے .ان کی تعبیر یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو خدا کی بارگاہ میں توبہ کے ذریعے ساقط ہو سکتی ہے ، اکراہ کے ذریعے بھی ساقط ہوسکتی ہے . (18 )

فقہ حنبلی اورتقیہ

ابن قدامہ حنبلی (ت ۶۲۰ھ) حالت اکراہ میں تقیہ کے مباح ہونے پرتصریح کیا ہے کہ مجبور شخص کا فعل تہدید اور اکراہ کی وجہ سےجائز ہوجائے گا اور مجازات بھی نہیں ہوگا . (19 )

فقہ حنبلی میں تقیہ کے موارد میں ذکر ہوا ہے کہ کفرمیز کلمہ پر اگر اکراہ کیا جائے تو اس کیلئے جائز ہے حنبلی مذہب کے مفسروں نے لکھا ہے :

ابن جوزی نے تصریح کے ساتھ بیان کیا ہے کہ کفر پر مجبور کرنے کی صورت میں تقیہ کرنا جائز ہے .(20 )

احمد بن حنبل (ت۲۴۱ھ) کا اس بارے میں نظریہ یہ ہے کہ اگر مجبور شخص اس فعل کو انجام نہ دے تو اسے قتل کرے گا یا اس کےجسم کا کوئی حصہ کاٹ دے گا ، دونوں صورتوں میں تقیہ کرنا اس کیلئے جائز ہے .

ابن قدامہ کا نظریہ یہ ہے کہ اگر کسی کو کفر آمیز کلمہ کو زبان پر لانے پر مجبور کیا جائے تو تقیہ کرے اور اس پر مرتد کا حکم نہیں لگے گا . ان کا کہنا ہے کہ مالک، شافعی اور ابوحنیفہ کا بھی یہی رای ہے .

ابن قدامہ اپنے نظرئے کی تائید کیلئے قرآن کریم اور سنت نبوی (ص) سے استدلال کرتا ہے . (21 )

..............

**(1 ) . بیهقی ؛ مناقب الشافعی ، ج۱،ص ۱۱۲.**
**(2 ) . ابونعیم، حلیة الاولیاء ؛ ج ۹ ، ص ۸۲،۸۴**
**(3 ). محب الاسلام، شیعه مي پرسد،ج۲،ص ۲۷۴.**
**(4 ). تاريخ يعقوبي، ج ۳، ص ۱۹۷.**
**(5 ) . طبری ؛ جامع البیان ، ج۶، ص ۳۱۶.**
**(6 ) . تقیه از دیدگاه مذاہب و فرقہ ہای اسلامی غیر شیعی،ص۱۲۶.**
**(7 ) . نحل ۱۰۶.**
**(8 ) . آلعمران ۲۸.**
**(9 ) . صحیح بخاری، کتاب الاکراه .**
**(10 ) . تقیه از دیدگاه مذاہب و فرق اسلامی غیر شیعی، ص ۱۶۶.**
**(11 ) . مالک بن انس؛ المدونہ الکبری ، ج۳،ص۲۹، کتاب الایمان بالطلاق.**
**(12 ) . ابن عربی؛ احکام القرآن ،ج۳، ص۱۱۷۷،۱۱۸۲.**
**(13 ) . فرغانی؛ فتاوی قاضی خان؛ ،ج ۵،ص ۴۸۴.**
**(14 ) . ہمان ، ج ۵،ص ۴۹۲.**
**(15 ) . ہمان ، ج ۵ ، ص ۴۸۷.**
**(16 ) . امام شافعی ؛ احکام القرآن ، ج۲، ص ۱۱۴،۱۱۵.**
**(17 ) . ابن حجر عسکلا نی ؛ فتح الباری ،ج۱۲، ص ۲۶۳.**
**(18 ) .سیوطی؛ الاشباه و النظایر فی قواعد و فروع الفقہ الشافعی ، ص ۲۰۷ .۲۰۸**
**(19 ) . ابن قدامہ ، المغنی ،ج ۸ ،ص ۲۶۲.**
**(20 ) . ابن جوزی؛ زاد المسیر ، ج۶ ، ص ۶۹۶.**
**(21 ). ابن قدامہ ؛ المغنی ؛ ، ج۱۰، ص ۹۷.**



تیسری فصل

تقیہ کےاقسام

مختلف اعتبار سے تقیہ کی کئی قسمیں ہیں :

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

Ø سبب کے اعتبار سے تقیہ کی دو قسم ہیں: خوفي اور مداراتي. اور خود تقیہ خوفي یا حفظی کی تین قسم ہیں :
الف: تقیہ جان ، مال ، عزت ، آبرو اور ان سے متعلقہ چیزوں کی وجہ سےکیاجائے .
ب: تقیہ اپنے مؤمن بھائیوں کے خاطر ہو کہ ان پر کوئی ضرر یا نقصان نہ آنے پائے .
ج : تقیہ دین مقدس اسلام پر کوئی ضرر یا آنچ آنے کے ڈر سے کیا جائے . کیونکہ ممکن ہے خود مسلمانوں کے درمیان اختلافات پائی جائے لیکن اسلام کے اوپر کوئی بات نہ آئے .
جو اختلاف اور نزاع پایا جاتا ہے ، وہ تقیہ خوفی میں ہے . ورنہ تقیہ مداراتی کہ لوگوں کے ساتھ نیک رفتاری اور خوش اخلاقی سے پیش آنا ہے ؛ جسے ایک قسم کی ہوشیاری اور چالاکی تصور کیا جاتا ہے .
Ø تقیہ کو تقیہ کنندہ کے اعتبارسےبھی کئی قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جیسے : تقیہ کنندہ یا وہ ایک عادي اور معمولي انسان ہے . یا مذہبی راہنما میں سے ہے . جیسے پیامبر (ص)او رائمہ طاھرین(ع) فقھاء اور مسئولین.
Ø تقیہ کو تقیہ پر مجبور کرنے والے کے اعتبار سے دو قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں :کافر ہے یا مسلمان .
Ø تقیہ پرعمل کرنے کےاعتبار سےبھی کئی قسمیں ھیں . جیسے : یا وہ فعل ،حرام ہےاورچھوڑ دینا واجب ہے ، یا اس فعل کا شرط یا جزا میں تقیہ کرنا ہے .
Ø تقیہ احکام کےاعتبارسے یا واجب ہے یا حرام، یا مستحب یا مباح یا مکروہ ،یا وجوب نفسي ہے یا وجوب غیري.(1 )

**نمودار اقسام تقیہ**

- مداراتي

١. مطلوبیت ذاتي رکھتا ہے = وجوب نفسي
٢. مطلوبیت غیري رکھتا ہے = وجوب غیري

- خوفي
١. حوزہ اسلام پر ضرر کا خوف کی وجہ سے .
٢. دوسروں پر ضرر کا خوف کی وجہ سے .
٣. یا اپنے نفس ، ما ل اورآبرو پر ضرر کا خوف کی وجہ سے .(2 )

آیات ، روایات کی روشنی میں تقیہ کي چار قسمیں:
1. تقیہ اکراھیه: مجبور شخص کا جابر اور ظالم شخص کے دستور کے مطابق عمل کرنا تاکہ اپنی جان بچائی جاسکے اور مال دولت اور عزت کو برباد ہونے سے محفوظ رکھ سکے .
2. تقیہ خوفیه: اعمال اور عبادات کا اہل سنت کے علماء اور فقہاء کے فتاواي کے مطابق عمل کرنا ، تاکہ اپني اور اپنے ہم مسلک افراد کی جان محفوظ رکھ سکے .
3. تقیہ کتمانیہ: ضعف اور ناتوانی کے مواقع پر اپنا مذہب اور مذہب والوں کی حفاظت کرنا اور ان کی طاقت اور پاور کو محفوظ کرنا تاکہ بلند و بالا اہداف حاصل کرسکے .
4. تقیہ مداراتي یا تحبیبي: اهل سنت کےساتھ حسن معاشرت اور صلح آمیز زندگي کرنے کے خاطر ان کے عبادي ا ور اجتماعي محفلوں اور مجلسوں میں جانا تاکہ وحدت پیدا ہو اور اسلام دشمن عناصر کے مقابلے میں اسلام اور مسلمین قدرت مند ہو .

اقسام تقیہ کی تشریح
تقیہ اکراھیه: اس کا مصداق حضرت عمار بن یاسر (رض)ہیں . جن کے بارے میں قرآن فرمار ھا ہے: مَن كَفَرَ بِاللّهِ مِن بَعْدِ إيمَانِهِ إِلاَّ مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبه مُطْمَئِنٌّ بِالإِيمَانِ وَلَكِن مَّن شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ .(3 )
جو شخص بھی ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرلے ...علاوہ اس کے کہ جو کفر پر مجبور کردیا جائے اور اس کا دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہو ...اور کفر کے لئے سینہ کشادہ رکھتا ہو اس کے اوپر خدا کا غضب ہے اور اس کے لئے بہت بڑا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

عذاب ہے .
اس آیہ شریفہ کی شان نزول میں مفسرین کا کہنا ہے : جب پیامبر اسلام(ص) لوگوں کو توحید کی طرف دعوت دیتے ہوئے بتوں کو اعلانیہ طور پر باطل قراردیتے تھے تو کفار قریش اسے تحمل نہیں کرسکتے تھے . اورجب کوئی اسلام قبول کر تا تھا ان پر ظلم وتشدد کیا کرتے تھے .چنانچہ بلال، عمار، یاسر و سمیہ (رض) جیسے پاک دل اور ایمان سے سرشار افراد کو مختلف مواقع پر جان لیوا اذیت اور آزار پہونچا تے تھے اور ان کو دوبارہ کفر کی طرف بلاتے تھے .چنانچہ عمار اور ان کے ماں باپ کو پیامبر اسلام (ص) کی شان میں گستاخی اور نازیبا الفاظ زبان پر لانے پر مجبور کیا گیا؛ تو جناب یاسر اور ان کی زوجہ ، یعنی حضرت عمار کے والدین نے یہ گوارا نہیں کیا کہ پیامبر اسلام (ص) کی شان میں گستاخی کئے جائیں . اسی جرم میں ان دونوں کو اپنے بیٹے کے سامنے شہید کئے گئے ، لیکن عمار کی جب باری آئی تو اپنی جان بچانے کے خاطر کفار قریش کے ارادے کے مطابق پیامبر کی شان میں گستاخی کی . جس پر کفار نے انہیں آزاد کیا .جب رسول اللہ (ص) کی خدمت میں یہ شکایت پہونچی کہ عمار نے آپ کی شان میں گستاخی کی ہے . تو فرمایا : ایسا ممکن نہیں کہ عمار نے دوبار ہ کفر اختیار کیا ہو بلکہ وہ سر سے لیکر پیر تک ایمان سے لبریز اور اس کے گوشت و خون اور سراسر وجود میں ایمان کا نور رواں دواں ہے .اتنے میں عمار روتے ہوئے آپ (ص) کی خدمت میں پہونچے ،آنحضرت (ص) نے اپنے دست مبارک سے ان کے چہرے سے آنسو صاف کیا اور فرمایا : جو کام تو نے انجام دیا ھے ، قابل مذمت اور جرم نہیں ہے اگر دوبارہ کبھی ایسا موقع آجائے اور مشرکوں کے ہاتھوں گرفتار ہوجائے تو کوئی بات نہیں کہ تو ان کی مرضی کے مطابق انجام دو .پھر یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی .
جس سے معلوم ہوتا کہ دینی مقدسات کی شان میں گستاخی کرنے پر مجبور ہوجائے تو کوئی بات نہیں . آپ کو اختیار ہے کہ یا آپ تقیہ کرکے اپنی جان بچائے یا جرأت دکھاتے ہوئے جام شہادت نوش کرے .
ایک روایت منقول ہے کہ ایک مسلمان کو مسیلمہ کے پاس لایا گیا جو نبوت کا ادعیٰ کررہا تھا .مسیلمہ نے پوچھا: محمد (ص) کے بارے میں تو کیا کہتے ہو؟
اس نے کہا : آپ اللہ کے رسول ہیں .
مسیلمہ : میرے بارے میں کیا کہتے ہو؟
مسلمان: آپ بھی اسی طرح ہے .
دوسرے شخص کو لایا گیا ، اور اس سے یہی سوال تکرار کیا ، لیکن کچھ بھی نہیں کہا .تو اسے قتل کرنے کا حکم دیا گیا .
یہ خبر رسول خدا(ص) تک پہونچی ، فرمایا: پہلا شخص نے ترخیص کے دستور کی رعایت کی اور دوسرے شخص نے حق کو آشکار اور بلند و بالا کیا .اور اس کی حق میں دعا کی اور فرمایا :ان کیلئے شہادت مبارک ہو . (4 )
یوسف بن عمران روایت کرتا ہے کہ میثم تمار(رہ) سے سنا ہے: امیر المؤمنین(ع) نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا : اے میثم (رہ)جب عبید اللہ ابن زیاد تجھے میرے بارے میں گستاخی کرنے اور مجھ سے برائت کرنے کا حکم دے گا تو تو کیا کرے گا؟
میں نے کہا :یا امیر المؤمنین(ع) خدا کی قسم! کبھی اظہار برائت نہیں کروں گا .
فرمایا:پھر تو تم مارےجاؤ گے .
میں نے کہا : میں صبر کروں گا ؛ کیونکہ راہ خدا میں جان دینا کوئی بڑھی بات نہیں ہے .
فرمایا:اے میثم! تیرے اس رفتار کی وجہ سے تو قیامت کے دن میرے ساتھ ہونگے .
پس یہ غلط فہمی نہ ہو کہ اگر کسی نے تقیہ کے موارد میں تقیہ نہیں کیا تو اس نے خودکشی کرلی ہو ، بلکہ ایسے موارد میں انسان کو اختیار ہے کہ وہ شہادت کو اختیار کرے یا تقیہ کرکے اپنی جان بچائے تاکہ آئندہ ائمہ طاھرین(ع) اور اسلام کي زیادہ خدمت کرسکے .

تقیہ خوفیہ اوراسکے اسناد
تقیہ خوفیہ کی تعریف گذر گئی لیکن اس کے موارد کو خود عاقل اور باہوش انسان تشخیص دے سکتے ہیں .جب ایک اہم اور مہم کے درمیان تعارض پیداہو جائے تو اہم کو مہم پر مقدم کرنا ہے .اور تقیہ خوفیہ کےاسناد درج ذیل ہیں :
۱ـ سید مرتضي علم الھدي(رہ) نے اپنا رسالہ (محکم اور متشبہ) میں تفسیر نعماني سےنقل کی ہے :علي(ع)نے فرمایا: خدا تعالي نے مؤمن کو کافروں کے ساتھ دوستي اور وابستگی سے منع کیا ہے لیکن تقیہ کے مواقع پر تظاہر کرنے کی اجازت دی گئی ہے پھر اس آیہ شریفہ کي تلاوت کی : لاَّ يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاء مِن دُوْنِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَن يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّهِ فِي شَيْءٍ إِلاَّ أَن تَتَّقُواْ مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللّهِ الْمَصِيرُ. (5 )

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

خبردار صاحبانِ ایمان .مومنین کو چھوڑ کر کفار کو اپنا و لی اور سرپرست نہ بنائیں کہ جو بھی ایسا کرے گا اس کا خدا سے کوئی تعلق نہ ہوگا مگر یہ کہ تمہیں کفار سے خوف ہو تو کوئی حرج بھی نہیں ہے اور خدا تمہیں اپنی ہستی سے ڈراتا ہے اور اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے.

کہتے ہیں کہ یہ مؤمنین کیلئے رخصت دینا، خدا کی رحمت اورتفضل ہے کہ تقیہ کے موقع پر ظاہر ہوتا ہے .(6 )

۲۔تقیہ خوفیه کی دوسری دلیل:طبرسي (ره)نےامیرالمؤنین(ع) سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا : میں طبیب یونانی سے گفتگو کرنے اور کچھ اسرار ولایت دکھانے کے بعد وظیفہ شرعی کے بیان کرنے کے ضمن میں تجھے دستور دونگا کہ تو اپنے دین میں تقیہ پر عمل کرو . جیسا کہ خداوند تعالی نے فرمایا: : لا یتخذ المؤمنون...تجھے اجازت دونگا جب بھی تجھے کوئی مجبور کرے اور تمہیں خوف پیدا ہوجائے تو تو اپنے دشمنوں کی تعریف کیا کرو اور ہم سے دشمنی کا اظہار کرو.

اگر واجب نمازوں کے پڑھنے سے جان کا خطرہ ہو تو ، ترک کردو .اس طرح کچھ دستور دینے کے بعد فرمایا: درحالیکہ تمھارے دل میں ہماری محبت پائی جاتی ہے اور ہماری پیروی کرتے ہو .مختصر وقت کیلئے ہم سے برائت کا اظہار کرکے اپنی جان ، مال ناموس اور دوستوں کو طولانی مدت کیلئے بچالو؛ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ تم پرآسانی کے دروازے کھول دے . اور یہ بہتر ہے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے اور اپنے دوستوں کی خدمات اور دینی امور میں ان کی اصلاح کرنے میں کوتاہی سے بچائے . (7 )

تقیہ کتمانیہ

یعني دین مقدس اسلام اور مکتب اہل بیت (ع)کی نشر واشاعت کے خاطر اپنی فعالیتوں کو مخفی اور پوشیدہ رکھنا ، تاکہ دشمنوں کے مقابلے میں زیادہ قدرت مند ہو . سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیوں ہمارے دینی اور مذہبی راہنما حضرات اس طرح تقیہ کرنے کا حکم دیتے ہیں ؟

اس کا جواب یہی ہے کہ کیونکہ مکتب تشیع ایک ایسا مکتب ہے کہ حقیقي اسلام کو صرف اور صرف ان میں ملاحظہ کرسکتے ہیں .شیعہ ابتدا ہی سے مظلوم واقع ہوا ہے کہ جب ائمہ طاہرین(ع) تقیہ کرنے کا حکم دے رہے تھے اس وقت شیعہ انتہائی اقلیت میں تھے اور ظالم وجابر اور سفاک بادشاہوں اور سلاطین کے زد میں تھے .اگر شیعہ اپنے آداب و رسوم کو آشکار کرتے تو ہر قسم کی مشکلات ان کے سروں پر آجاتی اور جان بھی چلی جاتی .اور کوئی شیعہ باقی نہ رہتا . اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حقیقی اسلام باقی نہ رہتا . یہی وجہ تھی کہ ائمہ اطہار(ع) نے تقیہ کا حکم دیا .

تقیہ کتمانیہ کی دلیل

۱۔: كِتَابُ سُلَيْمِ بْنِ قَيْسٍ الْهِلَالِيِّ، عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيّاً ع يَقُولُ يَوْمَ قُتِلَ عُثْمَانُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ إِنَّ التَّقِيَّةَ مِنْ دِينِ اللَّهِ وَ لَا دِينَ لِمَنْ لَا تَقِيَّةَ لَهُ وَ اللَّهِ لَوْ لَا التَّقِيَّةُ مَا عُبِدَ اللَّهُ فِي الْأَرْضِ فِي دَوْلَةِ إِبْلِيسَ فَقَالَ رَجُلٌ وَ مَا دَوْلَةُ إِبْلِيسَ فَقَالَ إِذَا وُلِّيَ إِمَامُ هُدًى فَهِيَ فِي دَوْلَةِ الْحَقِّ عَلَى إِبْلِيسَ وَ إِذَا وُلِّيَ إِمَامُ ضَلَالَةٍ فَهِيَ دَوْلَةُ إِبْلِيسَ . (8 )

کتاب سلیم بن قیس هلالي نےحسن بصري سے روایت كي ہے : ہم نے امیر المؤمنین(ع) سےقتل عثمان کے دن فرماتے ہوئےسنا :ہم نے رسول خدا(ص)سے تاکید کے ساتھ فرماتے ہوئےسنا: تقیہ میرا دین ہے اور جو بھی تقیہ کا قائل نہیں ، اس کا کوئی دین نہیں . اور اگر تقیہ کے قوانین پر عمل نہ ہوتا تو شیطان کی سلطنت میں روی زمین پر خدا کی کوئی عبادت نہ ہوتی . اس وقت کسی نے سوال کیا ، ابلیس کی سلطنت سے کیا مراد ہے ؟

فرمایا : اگر کوئی خدا کا ولی یا عادل امام لوگوں پر حکومت کرے تو وہ خدائی حکومت ہے ، اور اگرکوئی گمراہ اور فاسق شخص حکومت کرے تو وہ شیطان کی حکومت ہے .

اس روایت سے جو مطلب ہمیں حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس طاغوتی حکومت کے دوران صرف اپنے مذہب کو مخفی رکھنا اور خاموش رہنا صحیح نہیں ہے بلکہ اس میں بھی خدا تعالی کی عبادت و بندگی ہوتی رہے.

اصحاب کھف کا عمل بھی اسی طرح کا تقیہ تھا ، اور حضرت ابوطالب(ع) کا تقیہ بھی اسی قسم کا تقیہ شمار ہوتا ہے .جسے ابتدای اسلام میں انہوں نے اختیار کیا تھا .کہ اپنے دین کو کفار قریش سے مخفی رکھا گیا . اور کفار کا ہم مسلک ظاہر کرتے رہے تاکہ رسول گرامي اسلام(ص) کی حمایت اور حفاظت آسانی سے کرسکے .اور مخفی طور پر دین مبین اسلام کی ترویج اور انتشار کرتے رہے . چنانچہ آپ ہی کی روش اور ٹیکنک کی وجہ سے پیامبر اسلام(ص) سے بہت سارے خطرات دور ہوتے رہے .

تقیہ مداراتي

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس نوع کی تعریف گذر گئی . لیکن اس کی شرعی جواز پر دلیل درج ذیل ہیں:

o امام سجاد(ع) نے صحیفه سجادیه مسلمانوں کیلئے دعای خیر اور کفار کیلئے بددعا کرتے ہوئے فرمایا:خدایا اسلام اور مسلمین کودشمن کےآفات و بلیات سے محفوظ فرما ، اور ان کے اموال کو با ثمر و منفعت اورپر برکت فرما. اور انہیں دشمن کے مقابلے میں زیادہ قدرت مند اور شان وشوکت اور نعمت عطا فرما .اور میدان جنگ میں انہیں کافروں پر فتح و نصرت عطا فرما . اور تیری عبادت اور بندگی کرنے کی مہلت اور فرصت عطا فرما تاکہ توبہ اور استغفار اور راز و نیاز کر سکے، خدایا ! مسلمانوں کو ہر طرف سے مشرکوں کے مقابلے میں عزت اور قدرت عطا فرما اور مشرکوں اور کافروں کو اپنے درمیان جنگوں میں مشغول فرما ! تاکہ وہ مسلمانوں کے حدود اور دیار کی طرف دست درازی نہ کرسکے . (9 )

o معاویه بن وہب کہتا ہے کہ میں نے امام صادق(ع) سے سوال کیا : کہ دوسرے مسلمانوں اور مختلف مکاتب فکر کے لوگوں کے ساتھ زندگی کرنے میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے ؟

امام(ع) فرمود: ان کی امانتوں کو پلٹایا جائے اور جب آپس میں کوئی نزاع پیدا ہو جائے اور حاکم شرع کے پاس پہنچ جائے تو حق دار کے حق میں گواہی دو اور ان کے بیماروں کی عیادت کیلئے جاؤ اور ان کے مرنے والوں کی تشییع جنازے میں شرکت کرو. (10 )

o امام صادق(ع)نے فرمایا: ایاکم ان تعملواعملا نعيّر بہ فان ولد السوء يعيّر ولده بعمله. كونوا لمن انقطعتم اليه زينا ولا تكونوا علينا شينا، صلوا في عشائرهم عودوا مرضاهم و اشهدوا جنائزهم ولا يسبقونكم الي شيئ من الخير. فا نتم اولي بہ منهم. والله ما عبدالله بشيئ احب اليه من الخباء . قلت: و ما الخباء؟ قال(ع): التقيه. (11 )

کوئی ایسے کاموں کے مرتکب ہونے سے پرہیز کرو جو ہمارے مخالفین کے سامنے سرزنش کا باعث بنے ، کیوں کہ لوگ باپ کو ان کےبرے بیٹوں کے اعمال کی وجہ سے ملامت کرتے ہیں .کوشش کریں کہ ہمارے لئے باعث زینت بنو نہ باعث ذلت. اہل سنت کے مراکز میں نماز پڑھا کرو اور بیماروں کی عیادت کیا کرواور ان کے مردوں کی تشییع جنازے میں شرکت کیا کرو اور ہر اچھے کاموں میں ان پر سبقت لے جاؤ ان صورتوں میں اگر ضرورت پڑي تو محبت جلب کرنے اور اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کیلئے اپنے عقائد کو چھپاؤ . خدا کی قسم ایسے مواقع میں اپنے کو کتمان کرنا بہترین عبادت ہے .

راوی نے سوال کیا : یابن رسول الله ! کتمان سے کیا مراد ہے ؟ ! تو فرمایا: تقیہ .

یہ تقیہ مداراتی اور تحبیبی کے جواز پر کچھ دلائل تھے . لیکن ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ سارے عقیدتی ، فکری اور سلیقائی اختلافات مکمل طور پر ختم کرکے صرف ایک ہی عقیدہ اور سلیقہ کا پابندہوجائے ؟ !

اس سوال کا جواب بالکل منفی میں ملے گا. یہ ناممکن ہے .کیونکہ کوئی بھی قوم یا قبیلہ نہیں ملے گا جس میں سینکڑوں اختلافات اور نظریات نہیں پائی جاتی ہو. حتی خود دین اسلام میں کہ سارے اصول اور فروع دین توحید کی بنیاد پر قائم ہے ، پھر بھی زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اصلی راستے اور قاعدے سے منحرف ہوجاتے ہیں اور اختلافات کا شکار ہوجاتے ہیں . پس ایسی صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟! اور راہ حل کیا ہے ؟!

ایک طرف سے بغیر وحدت اور اتحاد کے کوئی کام معاشرے کے حوالے سے نہیں کرپاتے، دوسری طرف سے اس وحدت اور اتحاد کے حصول کیلئے سارے اختلافی عوامل کو پس پشت ڈالنا ہوگا.

کیا ایسی صورت میں ہم بیٹھے رہیں اور اختلافات کے کیڑے مکوڑے معاشرے کی سعادت مند ستون کو اندر سے خالی کرتے کرتےسرنگون کرے؟!ایا کوئی راہ حل موجود ہے جس کے ذریعے سے ایک حد تک وحدت برقرار کرلے ؟!

یہ وہ مقام ہے جہاں دور حاضر کے مفکرین اور دانشمندوں نے کئي فارمولے تیار کئے ہیں جس کے ذریعے ممکن ہے کہ یہ ہدف حاصل ہوجائے ، اور وہ فامولے درج ذیل ہے:

۱.ہر معاشرہ میں موجود تمام ادارے بغیر کسی قوم پرستی، رنگ و زبان اور موقعیت ، مذہب میں فرق کئے ، اجتماعی حقوق کو بعنوان "حقوق بشر" رسمی مان لیں اور خود مداری سے پرہیز کریں .

۲. ہر ملک کو چاہئے کہ معاشرے میں موجود تمام گروہوں کو اس طرح تعلیم دیں کہ اتحاد و اتفاق کی حفاظت کے خاطر اجتماعی منافع کو شخصی منافع پر مقدم رکھیں . اور انہیں یہ سمجھائیں کہ اجتماع کی بقا میں افراد کی بقا ہے .

۳. ہر ایک شخص کو تعلیم دیں کہ دوسروں کے عقائد کا احترام کریں کہ معاشرے کیلئے کوئی مشکل ایجاد نہ کرے .اور ملک اور معاشرے کے بنیادی اصولوں اور قواعد و ضوابط کیلئے ضرر نہ پہنچائیں . اور ایک دوسرے کے احساسات اور عواطف کا احترا م کریں .

۴. ان کو سمجھائیں کہ دوسرے مکاتب فکر کے مختلف اور معقول آداب و رسوم میں شرکت کریں . اس طرح ایک دوسرے کے درمیان محبت پیدا کریں.

پس اگر ايك جامعه يامعاشرے ميں ان قوانين اور اصول پر عمل درآمدهوجائے تو سارے اسلامی ممالک ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونگے اور ایک دوسرے کے درمیان محبت اور جذبہ ایثار پیدا ہونگے . یہی وجہ تھی کہ ائمہ طاهرين(ع) نے اپنے گوہر بار کلمات میں اس بات کی طرف تشویق کرتے ہوئے نظر آتے هيں.

تقیہ اور توریہ میں موازنہ

لغت میں توریہ ؛وراء یا پیٹھ سے نکلا ہے جس کا مد مقابل امام يعني (آگے ) سے لیا گیا ہے .اور اصطلاح میں کسی چیز کو چھپانے کو کہا جاتا ہے .

ü تقیہ اور توریہ کے درمیان نسبت تباین پایاجا تا ہے . کیونکہ توریہ لغت میں ستر اور تقیہ صیانت اور حفاظت کو کہا جاتا ہے .

ü توریہ میں شخص واقعیت کا ارادہ کرتا ہے لیکن تقیہ میں نہیں .

ü توریہ میں کئی مصلحت کو ملحوظ نظر نہیں لیکن تقیہ میں کئی مصالح کو ملحوظ نظر رکھا جاتا ہے .

ü لیکن مصداق کے لحاظ سے ان دونوں میں عموم و خصوص من وجہ کی نسبت پائی جاتی ہے . کہ ان دونوں کا مورد اجتماع یہ ہے کہ تقیہ کرنے والا تقیہ کے موارد میں اوراظہار کے موقع پر حق کے برخلاف ، توریہ سے استفادہ کرتا ہے کیونکہ خلاف کا اظہار کرنا ؛ حق کا ارادہ کرنے یا خلاف حق کا ارادہ کرنے سے ممکن ہے.

ü تقیہ اور توریہ میں افتراق کا ایک مورد ، تقیہ كتماني ہے كه یہاں کوئی چیز بیان نہیں ہوئی ہے جو توریہ کا باعث بنے .

ü ان دونوں میں افتراق کا ایک اور مورد یہ ہے کہ توریہ میں کوئی مصلحت لحاظ نہیں ہوا ہے اور اگر کوئی مصلحت ملحوظ ہوا ہے تو بھی ذاتی منافع ہے .

تقیہ ، اکراہ اور اضطرارکے درمیان میں تقابل

تقیہ کے بعض موارد کو اکراہ و اضطرار کے موارد میں منحصر سمجھاجاتاہے .شيخ انصاري(ره) مكاسب میں اکراہ کے بارمیں یوں فرماتے ہیں : ثم ان حقيقة الاكراه لغة و عرفا حمل الغير علي ما يكرهه في وقوع الفعل من ذالك الحمل اقترانه بوعيد منه مظنون الترتب الغير علي ترك ذالك الفعل مضر بحال الفاعل او متعلقه نفسا او عرضا او مالا(12 ) اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اکراہ کے تحقق پانے کے تین شرائط ہیں:

1. یہ مخالف کی طرف سے واقع ہوتا ہے . پس جہاں اگر خود انسان سے جلب منفعت یا دفع ضرر کیلئے كوئي اقدام اٹھائے تو وہ توریہ میں شامل نہیں ہے .
2. اکراہ یہ ہے کہ مستقیماکسی کام پر انسان کو مجبور کیا جائے نہ بطور غیر مستقیم.
3. تهديد اور وعید کے ساتھ ہو کہ اگر انجام نہ دے تو اس کی جان ، مال، عزت آبرو خطرے میں پڑ جائے .

ان تین شرائط اور اولین آیہ شریفہ جو مشروعیت تقیہ کے بارے میں نازل ہوئی جس میں عمار ابن یاسر (رض) کا قصہ بیان ہوا ہے ، سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض موارد میں تقیہ اور اکراہ میں مطابقت پائی جاتی ہے . اور یہ تین شرائط کے ذریعے حضرت عمار(رض) کے تقیہ کرنے پا استدلال کیا جا سکتا ہے . اور تقیہ کی تعریف بھی اس پر منطبق ہوسکتی ہے .لیکن جہاں یہ تین شرائط صدق آئے اور تقیہ صدق نہ کرے تو وہ اکراہ اور تقیہ کے افتراق کے موارد ہونگے .

..............

**(1 ). انديشه هاي كلامي شيخ طوسي، ج١،ص ٢٧٧.**
**(2 ). التقيه في رحاب العلمين(شيخ انصاري و امام خميني)،ص١٣.**
**(3 ). نحل ١٠۶.**
**(4 ). تقیہ در اسلام ، ص١٠.**
**(5 ) . سوره آلعمران/٢٨.**
**(6 ). وسائل الشيعه،باب امر بالمعروف،باب٢٩.**
**(7 ) . علی تهرانی ؛ تقیہ در اسلام، ص ۵٠.**
**(8 ). مستدرك‌الوسائل، ج ١٢، ص252 باب وجوب التقية مع الخوف .**
**(9 ). همان، ص ١٠٠.**
**(10 ). وسائل الشيعه،ج١ ، كتاب حج،احكام عشرت.**
**(11 ). همان،ج ١١،ص ۴٧١.**
**(12 ). شيخ انصاري(ره) ،المكاسب،شروط متعا قد ين،ص١١٩.**

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تقیہ ایک قرآني اصول

## چوتھی فصل
## دلائل مشروعیت تقیہ

### مقدمہ

ہر ایک دلائل کی بررسی کرنے سے پہلے اس محل بحث کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں . چنانچہ اس فصل میں درج ذیل عناوین پر گفتگو ہوگی:

1. شیعوں کے نزدیک تقیہ کی مشروعیت مسلمات میں سے ہے . صرف ایک دو موارد میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے کہ جائز ہے یا نہیں . اور وہ بھی ائمہ معصومین (ع)سے مربوط ہے . لیکن اس کے مقابلےمیں اہل سنت کے نزدیک کیا تقیہ جائز ہے یا نہیں ؛ بحث کریں گے .
2. چونکہ ہماری بحث اهل سنت سے ہے لہذا دلائل ایسے ہوں جن کے ذریعے اہل سنت کے ساتھ استدلال کرسکے .اس لئے ہم کوشش کریں گے كه زیاده تر دلائل اهل سنت كي کتابوں سے پیش کریں.
3. مشروعیت تقیہ سے مراد ، اصل جواز تقیہ ہے جو وجوب ، استحباب ، مباح، اور کراہت کو بھی شامل کرتا ہے .
4. مشروعیت تقیہ کے بارے میں شیعوں اور اہل سنت حضرات کے درمیان ابتداے اسلام میں کوئی اختلاف نہیں پایاجاتا .کیونکہ قرآن کریم نے اسے ثابت کیا ہے . اصل اختلاف شیعہ اور اہل سنت کے درمیان دو نقطے پر ہے :

الف: کیا مسلمان دوسرے مسلمان کے ساتھ تقیہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ جیسا کہ شیعہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ کرتے ہیں.

ب: اس بات کو تو مانتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں تو تقیہ جائز تھا کیونکہ اس وقت اسلام اور مسلمانان ضعیف تھے .لیکن اب چونکہ اسلام ایک قدرت مند اور عزت مند اور بڑی شان وشوکت والا دین بن چکا ہے تو کیا اب بھی تقیہ کرنا مناسب ہے ؟

انهي سوالات اور اشکالات کے جواب میں ہم قرآن و سنت واجماع و عقل اور فطرت سے استدلال کریں گے :

### الف: قرآن

قرآن مجید نے کئی موقع پر تقیہ کے مسئلے کو بیان کیا ہے ؛ کبھی تقیہ ہی کے عنوان سے تو کبھی کسی اور عنوان سے اشارہ کیا ہے کہ تقیہ قرآنی احکام کے مسلمات میں سے ہے :سورہ غافر میں اس مرد مجاهد ، فدا کاراور وفادارکا ذکر ہوا ہے ، جو فرعون کے دربار میں ایک خاص اور حساس مقام کا مالک ہے . اور حضرت موسیٰ(ع) کے آئین پر محکم ایمان رکھنے والا ہے ، جسے دل میں چھپا رکھا ہے تاکہ اپنے دوستوں کی ضرورت کے وقت اس سے استفادہ کیا جائے . جس کے بارے میں فرمایا:وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَن يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءكُم بِالْبَيِّنَاتِ مِن رَّبِّكُمْ وَإِن يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبہ وَإِن يَكُ صَادِقًا يُصِبْكُم بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ. (1 )

اور فرعون والوں میں سے ایک مرد مؤمن نے جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا یہ کہا کہ کیا تم لوگ کسی شخص کو صرف اس بات پر قتل کررہے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور وہ تمہارے رب کی طرف سے کھلی ہوئی دلیلیں بھی لے کر آیا ہے؟ اور اگر جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا عذاب اس کے سر ہوگا اور اگر سچا نکل آیا تو جن باتوں سے ڈرا رہا ہے وہ مصیبتیں تم پر نازل بھی ہوسکتی ہیں - بیشک اللہ کسی زیادتی کرنے والے اور جھوٹے کی رہنمائی نہیں کرتا ہے .

یہ آیہ شریفہ مؤمن آل فرعون کی مستدل اور منطقی بات کی طرف اشارہ ہے جب فرعون نے حضرت موسیٰ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا.

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

انہوں نے فرمایا: موسیٰ اللہ کی طرف دعوت دے رہے ہیں اور قابل مطالعہ اور اچھی دلیل بھی ساتھ بیان کرتے ہیں تو یہ دو حالت سے خارج نہیں :
یا وہ جھوٹ بول رہا ہے ،ایسی صورت میں وہ خود رسوا اور ذلیل ہوگا اور قتل کرنے کی ضرورت ہی نہیں . کیونکہ قتل کرنا اسے افکار عمومی میں ایک کامیاب اور فاتح ہیرو اور لیڈر بنادے گا . اور اس کے پیچھے ایک گروہ ہمیشہ کیلئے چلنے کی کوشش کرے گا ، اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں میں زندہ رہے اور لوگ خود ان سے دور ہو جائیں .
یا واقعاً وہ سچ کہہ رہا ہے اور خدا کی طرف سے آیا ہے ، اس صورت میں جس چیز کی وہ تہدید کر رہا ہے ممکن ہے تحقق پائے . ہمارا ان کے ساتھ حساب کتاب بالکل صاف ہے اس لئے اسے قتل کرنا کسی بھی صورت میں عاقلانہ کام نہیں ہوگا.ان کلمات کے ساتھ لوگوں کو اور بھی کچھ نصیحیں کی .اس طرح فرعونیوں کے دل میں وحشت اور رعب ڈال دی ، جس کی وجہ سے وہ لوگ ان کے قتل کرنے سے منصرف ہوگئے .
قرآن اس آیہ شریفہ میں مؤمن آل فرعون کے عقیدہ کو چھپانے کو ایک اچھا اور نیک عمل کے طور پر معرفی کررہا ہے ، کیونکہ انہوں نے ایک بہت بڑے انقلابی رہنما کی جان بچائی اور دشمنوں سےنجات دلائی.اس سے معلوم ہوا کہ تقیہ عقیدہ کو چھپانے کے سوا کچھ نہیں .
سوال یہ ہے کہ کیا کوئی اس مرد مجاہد کے اس عمل کو اس حساس موقع پرایک عظیم ہدف کے بچانے کے خاطر فدا کاری اور جہاد کے علاوہ کچھ اور کوئي نام دےسکتا ہے ؟!
کیا کوئی اس حقیقت سے انکار کرسکتا ہے کہ اگر یہ مرد مؤمن تقیہ کے اس ٹیکنیک سے استفادہ نہ کرتا تو حضرت موسي(ع) کی جان خطرے میں پڑ جاتی .
حضرت ابراهیم (ع)تقیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں : فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ فَرَاغَ إِلَى آلِهَتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَمَا لَكُمْ لَا تَنطِقُونَفَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِين. (2 )
اپنی قوم سے کہنے لگے: میں بیمار ہوں اور میں تمہارے جشن میں نہیں آسکتا . قوم نے بھی اس کوچھوڑ دیا . ابراہیم(ع) نے بھی بت خانے کو خلوت پایا ؛بتوں کو توڑنے کی نیت سے چلے اور تمام بتوں کو مخاطب کرکے کہا:تم لوگ اپنے بندو ں کے رکھے ہوئے کھانوں کو کیوں نہیں کھاتے ہو؟ بات کیوں نہیں کرتے ہو؟ تم کیسے بے اثر اور باطل خدا ہو؟! پھر ایک مضبوط اور محکم کلہاڑی اٹھائی اور سب بتوں کو توڑ ڈالا سوای ایک بڑے بت کے.
ان آیات اور روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم (ع) بتوں کو توڑنے کا ایک وسیع اور دقیق پروگرام بناچکے تھے ، اور اس پروگرام کو اجرا کرنے کیلئے ایک خاص اور مناسب موقع اور فرصت کی تلاش میں تھے . یہاں تک کہ وہ وقت اور عید کا دن آگیا اور اپنا کارنامہ انجام دیا . یہ دن دولحاظ سے زیادہ مناسب تھا کہ ایک تو سب لوگ شہر سے دور نکل چکے تھے جس کی وجہ سے اپنا کام صحیح طریقے سے انجام دے سکتے تھے اور دوسرا یہ کہ لوگ چونکہ تہوار کے ختم ہونے کے بعد بت خانے میں عبادت کیلئے آناتھا، لہذا لوگوں کے افکار اور احساس کو بیدار کرنے اور ان کو نصیحت کرنے کیلئے زیادہ موزون تھا . اور آپ کا یہ کام باعث بنا کہ لوگ سوچنے لگے اور شہر بابل والے ظالم و جابر حکمرانوں کے چنگل سے آزاد ہوگئے .
لوگوں کو آپ پر شک تو ہوچکا تھا لیکن آپ نے اپنے عقیدے کو مکمل طور پر چھپا رکھا تھا اور لوگوں کے دعوت کرنے پر کہا کہ میں بیمار ہوں .: فقال اني سقيم. جبکہ آپ کے جسم مبارک پر کوئی کسی قسم کی بیماری موجود نہیں تھی .لیکن آپ نے اپنے اس عظیم ہدف کو پایہ تکمیل تک پہونچانے کے خاطر توریہ کیا ، کیونکہ آپ کی بیماری سے مراد روحانی بیماری تھی کہ لوگوں کے خدا کو چھوڑ کر بتوں کی پوجھا کرنے کی وجہ سے احساس کررہے تھے .
۳۔ ٹیکنیکی تقیہ کے موارد میں سے این مورد حضرت مسیح (ع)کی جانب سے بھیجے ہوئے مبلغین کا داستان ہے جو انطاکیہ کے لوگوں کے درمیان میں بھیجے گئے تھے .جن کے بارے میں فرمایا: إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُم مُّرْسَلُونَ (3 )
اس طرح کہ ہم نے دو رسولوں کو بھیجا تو ان لوگوں نے جھٹلادیا تو ہم نے ان کی مدد کو تیسرا رسول بھی بھیجا اور سب نے مل کر اعلان کیا کہ ہم سب تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں.
اس ماجرے میں ان دونوں شخص کو انطاکیہ کے بت پرستوں کے اصولوں کے ساتھ ٹکراؤ کی وجہ سے انطاکیہ کے بادشاہ نے جیل میں ڈالدیا. اور کوئی تبلیغی نتیجہ حاصل نہیں ہوا. لیکن تیسرےشخص کو، جو ان دونوں کی مدد کیلئے آئے تھے ناچار اپنا مبارزہ اور ان کے ساتھ مقابلہ کا راستہ تبدیل کرنا پڑا .پہلے اپنا عقیدہ چھپا تارھا. تاکہ اپنی تدبیر ، فصاحت و بلاغت کے ساتھ حکومت کے امور میں مداخلت کرسکے . اس کے بعد ایک مناسب فرصت اور موقع کا انتظار کرتے رہے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تاکہ اپنے دوستوں کو نجات دلا سکے .اور اس شہر کے لوگوں میں اخلاقی ، اجتماعی اور فکری انقلاب برپا کرسکے.اتفاقاً دونوں ہدف حاصل ہوا کہ قرآن کریم نے اسے یوں تعبیر کیا ہے : ''عززنا بثالث''یعنی ہم نے اس تیسرے شخص کے ذریعے ان دونوں کی مدد کی اور ان کو عزت اور قوت بخشی .
اب سوال یہ ھے کہ کیا حضرت ابراھیم(ع)کا اپنا اعلیٰ ہدف کو چھپا رکھنا ترس اور خوف و ہراس کی وجہ سے تھا؟ یا اس اعلیٰ اور عظیم ہدف کو حاصل کرنے کیلئے مقدمہ سازی تھی؟!
کیا عیسي مسیح(ع) کی طرف سے بھیجے ہوئے تیسرا شخص بھی اپنے دوستوں کی طرح تلخ تجربات کے مرتکب ہوتے؟ اور خود کو بھی زندان میں ڈلوا دیتے ؟!یا یہ کہ روش تقیہ سے استفادہ کرکے تینوں دوستوں کو دشمن کے قید اور بند سے رہائی دلاتے؟!!
ان آیات سے بخوبی معلوم ہوجاتاہے کہ ہدف اور فلسفہ تقیہ کیا ہے اور اس کا صحیح مفہوم کیا ہے ؟ (4 )

اگر تقیہ جائز نہیں تو ان ساري آیتوں کا کیا کروگے؟!
شیعہ، تقیہ کا انکار کرنے والوں سے پوچھتے ہیں کہ اگر تقیہ جائز اور درست نہیں تو ان آیات مبارکہ کا کیا کرو گے ؟ کیا ان آیات کیلئے کوئی شان نزول نہیں ہے ؟ یا اہل قرآن کیلئے ان آیات کے ذریعے کوئی حکم نہیں بیان نہیں ہورہا ؟
اگر یہ آیتیں کوئی شرعی تکلیف کو معین نہیں کرتی تو نازل ہی کیوں ہوئیں؟ لیکن اگر کوئی شرعی حکم کو معین کرتی ہیں تو یہ بتائیں کہ وہ احکام کیا ہیں؟آیات شریفہ جو اس مطلب پر دلالت کرتی ہیں ، درج ذیل ہیں:
وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ ءَالِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَ تَقْتُلُونَ رَجُلاً أَن يَقُولَ رَبىّ‏َ اللَّهُ وَ قَدْ جَاءَكُم بِالْبَيِّنَتِ مِن رَّبِّكُمْ وَ إِن يَكُ كَذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبه وَ إِن يَكُ صَادِقًا يُصِبْكُم بَعْضُ الَّذِى يَعِدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يهَْدِى مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ. يَاقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظَاهِرِينَ فىِ الْأَرْضِ فَمَن يَنصُرُنَا مِن بَأْسِ اللَّهِ إِن جَاءَنَا قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَى وَ مَا أَهْدِيكمُ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ (5 ) اور فرعون والوں میں سے ایک مرد مومن نے جو اپنے ایمان کو حُھپائے ہوئے تھا یہ کہا کہ کیا تم لوگ کسی شخص کو صرف اس بات پر قتل کررہے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور وہ تمہارے رب کی طرف سے کھلی ہوئی دلیلیں بھی لے کر آیا ہے اور اگر جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا عذاب اس کے سر ہوگا اور اگر سچا نکل آیا تو جن باتوں سے ڈرا رہا ہے وہ مصیبتیں تم پر نازل بھی ہوسکتی ہیں - بیشک اللہ کسی زیادتی کرنے والے اور جھوٹے کی رہنمائی نہیں کرتا ہے .میری قوم والو بیشک آج تمہارے پاس حکومت ہے اور زمین پر تمہارا غلبہ ہے لیکن اگر عذاب خدا آگیا تو ہمیں اس سے کون بچائے گا فرعون نے کہا کہ میں تمہیں وہی باتیں بتارہا ہوں جو میں خود سمجھ رہا ہوں اور میں تمہیں عقلمندی کے راستے کے علاوہ اور کسی راہ کی ہدایت نہیں کررہا ہوں.
لا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكافِرينَ أَوْلِياءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنينَ وَ مَنْ يَفْعَلْ ذلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ في‏ شَيْ‏ءٍ إِلاَّ أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقاةً وَ يُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَ إِلَى اللَّهِ الْمَصيرُ (6 ) خبردار! اےایمان والو!مومنین کو چھوڑ کر کفار کو اپنا و لی اور سرپرست نہ بنائیں کہ جو بھی ایسا کرے گا اس کا خدا سے کوئی تعلق نہ ہوگا مگر یہ کہ تمہیں کفار سے خوف ہو تو کوئی حرج بھی نہیں ہے اور خدا تمہیں اپنی ہستی سے ڈراتا ہے اور اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے .
مَن كَفَرَ بِاللَّهِ مِن بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَ قَلْبه مُطْمَئنِ بِالْايمَانِ وَ لَاكِن مَّن شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللَّهِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (7 ) جو شخص بھی ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرلے ... علاوہ اس کے کہ جو کفر پر مجبور کردیا جائے اور اس کا دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہو ...اور کفر کے لئے سینہ کشادہ رکھتا ہو اس کے اوپر خدا کا غضب ہے اور اس کے لئے بہت بڑا عذاب ہے .
سوال یہ ہے کہ اگر تم لوگ تقیہ نہیں کرتے ہیں تو کیوں ہر خلیفہ اور بادشاہ کے ساتھ نشت و برخاست کرتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں ؟جب کہ شیعہ عقیدے کے مطابق امام جماعت کی امامت کیلئے عدالت شرط ہے اور ظالم ، فاسق اور غاصب شخص کے پیچھے نمازپڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے ہیں.سوال یہ ہے کہ ہر فاسق وفاجر کے پیچھے نماز پڑھنا اگر تقیہ نہیں ہے تو پھر کیا ہے ؟!!

ب: سنت
موجودہ اور گذشتہ تاریخ میں، تقیہ کو کامیابی کیلئے ایک پل کی مانند تصور کیا جاتارہا ہے . آپ کی تقریب ذہن کیلئے ہم کچھ مثالیں بیان کریں گے :
اعراب اور اسرئیل کے درمیان چھیڑی گئی چوتھی جنگ میں جو ماہ رمضان سن ۵۲ھ میں واقع ہوئی اور اسرائیل کي شکست نا پذیري کا افسانہ پہلی ہی فرصت میں صحرای سینا کے خاک میں دفن ہوا اور اسرائیل کے پرخچے اڑادئے گئے .

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

جس میں فتح اور کامیابی کا اصل راز اور مہم ترین عامل استتار اور تقیہ تھا.اگر مصر اور سوریہ والے جنگی نقشے اور نقل و انتقالات خود کو آخرین لحظہ تک نہ چھپاتے تو ہرگز اسرائیل کو اتنی آسانی سے شکست نہیں دے سکتے تھے .

۱.تقیہ، پیامبر(ص) کی تدبیر
پیامبر اسلام(ص) کی زندگي میں موجود شہامت و شجاعت او رتدبیرمیں کسي دوست یا دشمن کو کوئی تردید نہیں .
بعض مسائل جیسے تین سالہ " مخفیانہ دعوت " اورآپ کی " ہجرت " جو مکمل طور پر مخفیانہ اور چھپ کرانجام دیتے رہے . جس کی وجہ سے آنحضرت (ص) دشمن کے دائرہ محاصرہ سے نکلنے کے بعد ہی وہ لوگ متوجہ ہوئے . اس کے بعدمدینہ تشریف لانے تک غار ثورمیں مخفی رہنا اور رات کی تاریکیوں میں چلنا اور دن کو مخفی رہنا ، یہ سب تقیہ کےاعتقادی یا عملی مصادیق میں سے ہیں .

۲ .تقیہ،مقدس اہداف کے حصول کا ذریعہ
کیا کوئی کہ ایسے مسائل میں تقیہ کے اصولوں کا بروی کار لانے کو نقطہ ضعف یا ترس یا محافظہ کاری کہہ سکتے ہیں؟!
امام حسین(ع) كه جس نے تقیہ کے سارے نمونے کو پیروں تلے روند ڈالا ، لیکن جب بھی ضرورت محسوس کی کہ مقدس اور ابدی اہداف کے حصول اور ظلم وستم ، کفر و بے ایمانی اور ساری جہالت کے خاتمے کیلئے تقیہ کرتے ہوئے مکہ معظمہ سے نکلے جب کہ سارے مسلمان اعمال حج انجام دینے کی تیاریوں میں مصروف تھے . اور اس کی علت بھی خود امام حسین (ع)نے فرمایا تھا اگرمیں چیونٹی کی بل میں بھی گھس جاؤں تو یہ لوگ وہاں سے نکال کرمجھے شہید کردیں گے . اور اگر مکہ میں ٹھہر تے تو حرم الہی کو میرے خون سے رنگین کردیں گے اور خانہ کعبہ کی بھی بے حرمتی کردیں گے .
تو اہل انصاف سے ہم یہی سوال کریں گے کہ امام حسین (ع)کا اس موقع پر تقیہ کرنا کیا عقل انسانی کے خلاف تھا ؟ یا عین عاقلانہ کام تھا ؟!

۳.نقش تقیہ اورجنگ موتہ
جنگ"موتہ"کے میدان میں مجاہدین اسلام کے صفوف میں کچھ اس طرح سےترتیب دینا تاکہ امپراتوري روم کے لاکھوں افراد پر مشتمل فوج جو مسلمانوں کے مقابلے میں تین گنا زیادہ تھی ،کے ذہنوں میں تزلزل پیدا کرے اور روحی طور پر مفلوج کرے . اور یہ بہت مؤثر بھی رہا .

۴ . فتح مکہ میں تقیہ کا کردار
پیامبر اسلام(ص) نے مکہ کو فتح کرنے کے خاطر نہایت ہی مخفیانہ طور پر ایک نقشہ تیار کیا ؛ یہاں تک کہ انہے قریبی ترین صحابیوں کو بھی پتہ ہونے نہیں دیا . جس کے نتیجے میں مسلمان فتح مکہ جیسی عظیم کامیابی سے ہمکنار ہوئے .اسی طرح بہت سے مواقع پر تقیہ کے اصولوں پر عمل کرکے فوجی طاقتون اور اسلحوں کی حفاظت کی .
مقصد کہنے کایہ ہے کہ تقیہ زندگی کے ہر میدان میں خصوصاً ملکی حفاظت کرنے والوں کا سب سے پہلا اصول تقیہ اور کتمان ہے کہ دشمنوں سے ہر چیز کو چھپائی جائے تاکہ وہ ہم پر مسلط نہ ہو .اس لئے جو بھی تقیہ کرنے پر اعتراض کرتے ہیں وہ در اصل تقیہ کے مفہوم اور معنی سے واقف نہیں یا کسی ایک خاص مکتب کو دوسرے مکاتب فکر کےسادہ لوح افراد کے سامنے متنفر کرنے کیلئے اس قرآنی اور عقلانی اصول کی اصل اور حقیقی شکل و صورت کو بگاڑ کر پیش کرتے ہیں . ہم ان سے کہیں گے کہ آپ کسی مکتب کی اہانت نہیں کررہے ہیں در اصل آپ قرآن مجید کا مزاق اڑا رہے ہیں.

۵ . تقیہ دشمنوں کے مقابلے میں دفاعی وسیلہ
تقیہ دشمنوں کے شر سے بچنے کیلئے مجاہد بروی کار لاتے ہیں تاکہ اس ٹیکنیک کے ذریعے دشمن کو غافل گیر کرکے مغلوب بنایا جائے . اور میدان جنگ میں خود کامیابی سے ہمکنار ہوسکے.اس سے معلوم ہوتا ہے تقیہ گوشہ نشین افراد اور ڈرپوک اور غیر متعہد اور عافیت آرام طلب افراد کا شیوہ نہیں ہے بلکہ یہ مجاہدین اسلام اور محافظین دین کا شیوہ ہے . پس تقیہ بھی ایک طرح کی جنگ اور جہاد ہے .اور یہ تقیہ خود وزارت دفاع اورملکی حفاظت کرنے والوں کی طاقت شمار ہوتا ہے . چنانچہ امیر المؤمنین(ع)نے فرمایا: التقیہ من افضل اعمال المؤمن یصون بہا نفسہ و اخوانہ عن الفاجرین(8 ) یعنی تقیہ مؤمن کی افضل ترین عبادتوں میں سے ہے ، کیونکہ اس کے ذریعے فاسق اور فاجر طاقتوں کی شر سے وہ اپنی جان و

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اپنے دوسرے بھائیوں کی جا ن بچاتا ہے .

۶ ـ تقیہ مؤمن کی روشن بیني
امام باقر(ع)نے فرمایا : اي شيئ اقر للعين من التقية؟ ان التقية جنة المؤمن (9 )
یعني کونسی چیز تقیہ سے زیادہ مؤمن کیلئے سکون اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہے ؟!

۷ .تقیہ مؤمن کا ڈھال ہے
امام صادق(ع) نے فرمایا: التقية ترس المؤمن و التقية حرز المؤمن(10 ) بے شک تقیہ مؤمن کیلئے سپر اور ڈھال ہے . جس کے ذریعے وہ اپنے آپ کو دشمن کی شر سے بچاتا ہے .اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ تقیہ ایک دفاعی مفہوم رکھتا ہے جسے اپنے دشمن کے مقابلے میں بروی کار لایا جاتا ہے .زرہ کا پہننا اور ڈھال کا ہاتھ میں اٹھانا مجاہدین اور سربازوں کا کام ہے . ورنہ جو میدان جنگ سے بالکل بے خبر ہو اور میدان میں اگر جائے توفرار کرنے والا ہو تو اس کیلئے زرہ پہننے اور ڈھال کے اٹھانے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی.

۸ . تقیہ پیامبران مجاھدکی سنت
امام صادق(ع)نےفرمایا: عليك بالتقيہ فانها سنت ابراهيم الخليل(ع)(11 ) تم پر تقیہ کرنا ضروری ہے کیونکہ تقیہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ(ع) کی سنت ہے . اور ابراہیم وہ مجاہد ہے جس نے اکیلا ظالم و جابر نمرود کے ساتھ مقابلہ کیا . نہ صرف اس کے ساتھ بلکہ تمام متعصب اور لجوج بت پرستوں کےساتھ مبارزہ کیا ؛ اور ہر ایک کو عقل اور منطق اور اپنی بے نظیر شجاعت کے ساتھ گٹھنے ٹیکنے پر مجبور کرادئے . ان کے باوجود حضرت ابراہیم (ع)نے کئی مقام پر تقیہ کرکے اپنی جان بچائی ہے . لیکن کیاکوئی ابراہیم پر مصلحت اندیشی کا الزام لگا سکتا ہے ؟!ہرگز نہیں. اس لئے تقیہ حضرت ابراھیم(ع) کی سنت کے عنوان سے بھی معروف ہے .

۹ .تقیہ ،مجاھدوں کا مقام
یہ بہت جالب بات ہے کہ امام حسن العسکري (ع) سے اس سلسلے میں کئی روایات نقل ہوئی ہیں : مثل مؤمن لا تقية له كمثل جسد لا راس له (12 ) وہ مؤمن جو تقیہ نہیں کرتا وہ اس بدن کی طرح ہے جس پر سر نہ ہو.
اور بالکل یہی تعبیر "صبر اور استقامت" کے بارے میں بھی آئی ہے کہ ایمان بغیرصبرو استقامت کے بغیر سرکے بدن کی طرح ہے .ان تعابیر سے ہماری سمجھ میں یہ بات آجاتی ہے کہ تقیہ وہی صبر و استقامت کا فلسفہ ہے .سر بدن کے باقی اعضا کی نسبت سب سے زیادہ فعال ہے اور تقیہ ان اصول میں سے ہے جس کے ذریعے اپنی طاقت اور اسلحہ کا بندوبست اور ان کی حفاظت کیاجاتا ہے .

۱۰ . تقیہ ،مسلمانوں کےحقوق کی حفاظت
تقیہ کا مسئلہ اور مسلمان بھائیوں کے حقوق کی ادائیگی دو ایسے فریضے ہیں جنہیں ایک دوسرے کے ساتھ ہی قرار دیا گیا ہے .
امام حسن العسكري(ع)نے فرمایا : و اعظمهما فرضان : قضاء حقوق الاخوان في الله و استعمال التقيہ من اعداء الله(13 ) یعني تمام فرائض میں سے مہم ترین فریضہ دو چیز یں ہیں:اپنے دینی بھائیوں کے حقوق کا ادا کرنا اور اللہ کے دشمنوں کے سامنے تقیہ کرنا.اس تعبیر سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تقیہ ان دو چیزوں کے درمیان ایک قسم کا رابطہ قائم کرنا ہے . اگر صحیح دقت کریں تو معلوم ہوگا کہ تقیہ کا مسئلہ دوسرے مسلمانوں کے حقوق کی ادائیگی کی طرح ایک اجتماعی مسئلہ ہے .

..............

**(1 ). سوره غافر / ۲۸.**
**(2 ) . سوره صافات / ۸۹ ـ ۹۳.**
**(3 ) . سوره يس ۱۴.**
**(4 ) . مكارم شيرازي؛ تقيه سپري عميقتر براي مبارزه،ص ۳۵.**
**(5 ). سوره غافر ۲۸ ـ ۲۹.**

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

**(6 ). سوره آلعمران۲۸.**
**(7 ). سوره نحل 106**
**(8 ) . وسائل الشيعه ، ج ۳،باب ۲۸.**
**(9 ). همان ، ج ۲۴ ، باب۲۶.**
**(10 ) . همان ، ج ۶ ، باب۲۴ .**
**(11 ) . همان .**
**(12 ). همان،ج ۱۶، باب ۲۴.**
**(13 ). همان، باب ۲۸، ح ۱.**

## تقیہ ایک قرآني اصول

ج . عقل

معمولاً تقیہ اقلیتوں سے مخصوص ہے جو اکثریت کے پنجوں میں اسیر ہوجاتے ہیں ایسی صورت میں اگر وہ اپنا عقیدہ کا اظہار کرتا ہے تو اس کے لئے جانی یامالی نقصان کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا .اور ساتھ ہی اس اقلیت والے گروہ کے ہاں موجود قومی سرمایہ اور طاقت کا ہدر جانے کے علاوہ اسے کچھ نہیں ملتا .

کیا عقل نہیں کہتي کہ یہ قومی سرمائے اور طاقت کا اہم ضرورت کے موقعوں کے لئے محفوظ رکھنا ایک عاقلانہ اور اچھا کام ہے ؟ بلکہ عقل کہتی ہے کہ ان طاقتوں کو اپنے عقیدے کوچھپا کر اور کتمان کرکے زخیرہ کیا جائے تاکہ انہیں مناسب فرصت اور مواقع پر بروی کار لایا جائے .

مثال کےطورپر: کوہستانی علاقوں اور دیہاتوں میں مختلف جگہوں سے پانی کے چھوٹے چھوٹے چشمے پھوٹنے لگتے ہیں. اگر ان کو ایک تالاب میں جمع کریں گے تو اس سے بہت بڑے مزرعے کو سیراب کرسکتے ہیں ، لیکن اگر ان کواسی طرح بہنے دیں تو کھیتوں کو سیراب کئے بغیر پانی اپنے اختتام کو پہنچ جاتا ہے . اسی لئے زمیندار ان چشموں کے نزدیک تالاب بناتے ہیں تاکہ اس پانی کو جمع کرکے بیج بوتے وقت زمین کو سیراب کر سکے . جب کہ اس سے قبل سارا پانی ہدر جاتا تھا . اسی طرح تقیہ بھی ہے کہ موقع محل پر مؤثر طریقے سے اس طاقت کو استعمال کرنے کیلئے عام موقعوں پر تقیہ کے ذریعے اس طاقت کی حفاظت کرتے ہیں . جو ایک معقول کام ہے اور ایک عاقلانہ فکر ہے .

۱.دفع ضرر

اور عقل بتاتی ہے کہ دفع ضرر واجب ہے ؛ اور تقیہ ایک ایسی ٹیکنیک ہے کہ جس کے ذریعے انسان جانی یا مالی ضرر کو اپنے سے اور اپنے دوسرے هم فکر افراد سے دفع کر سکتا ہے .اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں : فقد قضي العقل بجواز دفع الضرر بها (بالتقیہ) بل بلزومه و اتفق عليها جميع العقلاء: بل هو امر فطري يسوق الانسان اليه قبل كل شيئ عقله و لبہ و تدعوه اليه فطرته(1 ) یعنی عقل تقیہ کے ذریعے سے دفع ضرر کو جائز قرار دیتی ہے بلکہ اس کے واجب ہونے پر تمام فقہاء اور عقلاء کا اتفاق ہے .اور اس سے بھی بالا تر یہ ایک فطری بات ہے کہ جو انسان کو اس کی فطرت اور عقل سب سے پہلے تقیہ کے ذریعے اپنی جان اور مال کی حفاظت کرنے پر ابھارتی ہے .اور یہ غریزہ ہر انسان اور حیوان میں پایاجاتا ہے .

۲۔ مہم پر اہم کا مقدم کرنا

فالعقل السليم يحكم فطريا بانه عند وقوع التزاحم بين الوظيفة الفرديه مع شوكة الاسلام و عزته و قوته او وقوع التزاحم بين الحفظ النفس و بين الواجب او محرم آخر لابد من سقوط الوظيفة الفرديه و ليست التقيہ الا ذالك.(2 )

حکم عقل سلیم فطرتاً ایسی ہے کہ جب کوئی شخص اپنے فریضے کی انجام دہی کے موقع پر اسلام کی قدرت ، شان وشوکت اور عزت کے ساتھ مزاحم ہوجاتا ہے . یا اپنی جان بچانے کا وقت آتا ہے تو یہ کسی واجب یا حرام کام کا ترک کرنے یا انجام دینے پر مجبور ہوجاتا ہے تو ایسی صورت میں اہم کو انتخاب کرتے ہوئے مہم کو ترک کرنے کا نام تقیہ ہے . اس استدلال سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ : ان العقل يري ان احكام الدين انما شرعت لسعادة الانسان في حياته الي الابد، فاذا كانت هذه السعادة و ادانت الاكام متوقفة و الاخفاء عن الاعداء في فترة من الزمن فالفعل يستقل بالحكم بحسن التقية لقديما للاهم علي المهم.

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

( 3)
عقل بتاتی ہے کہ احکام دین کو انسان کی ابدی خوش بختی کیلئے تشریع کیا ہے . لیکن اگر یہی خوش بختی اور احکام دین پر عمل کرنا کچھ مدت کیلئے اپنے جانی دشمنوں سے چھپا نے پر مجبور ہو تو عقل، تقیہ کرنے اور اہم کام کو مہم کام پر مقدم کرنے کو ایک اچھا اور مناسب عمل سمجھے گی .
اگر ان بیانات کو مختصر طور پر بیان کرنا چاہے تو یوں کہہ سکتے ہیں :جب بھی انسان یا مکلف دو کاموں کوانجام دینے پر مجبور ہو ؛ لیکن ان دوکاموں میں سے صرف ایک کو فی الحال انجام دی سکتا ہے . اب وہ سوچتا ہے کہ کس کام کو انجام دوں اور کس کام کو چھوڑ دوں؟! اگر وہ عاقل اور سمجھدار ہو تو وہ جس میں مصلحت زیادہ ہوگی اسے انجام دیں گے اور جس کام میں مصلحت کم ہوگی اسے ترک کریں گے . اسی کا نام تقیہ ہے .

د : فطرت
اگر صحیح معنوں میں فکر کریں تو معلوم ہوگا کہ تقیہ سراسر عالم حیات کے قانون کی اساس اور بنیاد ہے .اور تمام زندہ موجودات اپنی اور اپنے عزیزوں کی جان بچانے کے خاطراس اصول سے استفادہ کرتے ہیں .جیسے بحری حیوانات جب احساس خطر کرتے ہیں تو وہ اپنی جان بچانے کے خاطر اپنے جسم پر موجودخاص تھیلیوں سے استفادہ کرتے ہیں کہ جس میں ایک کالے رنگ کا ایک غلیظ مادہ ہوتا ہے جسے وہ اپنے اطراف میں پھیلادیتی ہے جیسے آنسو گیس استعمال کرکے اس جگہے سے دور ہو جاتے ہیں .
اسی طرح بہت سے حشرات ہیں جو اپنے جسم کو پر اور بال کے ذریعے اس طرح چھپاتے ہیں کہ بالکل اس شاخ کے رنگ و روپ میں بدل جا تا ہے اور جب تک غور نہ کرے نظر نہیں آتا . بعض جاندار ایسے ہیں جو مختلف موقعوں پر اپنا رنگ بھی اسی محیط کے رنگ و روپ میں تبدیل کرتے رہتے ہیں ، اور اس حیران کن دفاعی سسٹم کے ذریعے جانی دشمن کی نظروں سے اوجھل ہو جاتےہیں، تاکہ اپنی جان بچا سکیں .
بعض حیوانات ہیں جو خطرے کی صورت میں اپنے جسم کو بالکل بے حس و حرکت بناتے ہیں تاکہ دشمن کو دھوکہ دے سکیں .
خلاصہ کلام یہ ہے جو بھی تقیہ کے مسئلے کو شیعوں کا مسئلہ قراردیتے ہوئے اعتراضات کرتے ہیں ، حقیقت میں وہ تقیہ کے مفہوم اور معنی سے واقف نہیں ہے، یا واقف تو ہیں لیکن شیعوں کو دیگر مکاتب فکر یا سادہ لوح عوام کی نگاہوں میں گرانے کے خاطر اس فطری اور عقلانی اصول یا سسٹم سے انکار کرتے ہیں .
ان مطالب سے معلوم ہوتا ہے کہ تقیہ کا سسٹم تمام مکاتب فکر میں کم و بیش پایا جاتا ہے .لیکن یہ یاد رکھیں کہ ہمیشہ نیک اور صالح افراد کہ جو تعداد کے لحاظ سے تھوڑے ہیں ، ان جنایت کار اور ظالم افراد کہ جو تعداد کے لحاظ سے زیادہ ہے ، سے تقیہ کرتے آئے ہیں ؛ تاکہ اس ٹیکنک یا سیسٹم کے ذریعے اپنی جان ، مال عزت ، آبرو اور ناموس ، کی حفاظت کرسکیں . (4 )

ہ : اجماع
جنگي نقشے بھی ہمیشہ مخفیانہ طور پر بنتا ہے کہ جنگجو افراد ہمیشہ کوشش کرتے ہیں کہ خود کو دشمن کی نظروں سے چھپائے رکھیں ،اور اپناجنگی سامان اور اسلحے کو میدان جنگ کے گوشہ و کنارمیں درخت کے پتوں یا کیچڑوں اور مٹی مل کر چھپا تے هیں ، اسی طرح فوجیوں کی وردیاں بھی کچھ اسطرح سے پہنائے جاتے ہیں کہ میدان جنگ میں آسانی کے ساتھ دشمنوں کی نظروں میں نہ آئے .یا کبھی جنگجو افراد مصنوعی دھواں چھوڑکر دشمن کوغافل گیر کرتے ہیں .یا رات کی تاریکی میں ایک جگہ سے دوسري جگہ نقل مکاني کرتے ہیں .
اسی طرح جاسوس اور اطلاعات والے جب دشمن کے علاقوں میں جاتے ہیں تو وہ اس علاقے کے لوگوں کے لباس اور ماحول اور فرہنگ میں اپنے آپ کو ضم کرتے ہیں . اگر غور کریں تو یہ سب امور تقیہ کے مختلف شکلیں ہیں .جنہیں بروی کار لاتے ہوئے دشمن پر فتح و کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں . (5 )
اداری اور دفتری کاموں میں خواہ وہ سیاسی امور ہو یا اقتصادی یا معاشرتی ، مختلف مقاصد کے حصول کیلئے رموز کا استعمال کرنا ، یہ سب اس سسٹم کی مختلف شکلیں ہیں ،جسے کوئی بھی عاقل انسان رد نہیں کرسکتا . بلکہ سب ان کی تائید کریں گے .بلکہ اگر ایسی صورت میں جبکہ دشمن اس کے مقابل میں ہو اور وہ اپنی شجاعت دکھاتے ہوئے آشکار طور پر دشمن کے تیروتلوار یا گولیوں کے زد میں نکلیں تو اس کی عقل پر شک کرنا چاہئے.
یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ تقیہ ہر مکتب فکر والوں میں موجود ہے جس کے ذریعے ہی قومی سرمایہ اور عوام کی

جان اور مال اور ملکی سالمیت کی حفاظت ممکن ہے .

..............

(1 ). جعفر سبحاني؛ مع الشيعه الاماميه في عقائدهم، ص ۸۹.
(2 ). صادق ، روحاني؛فقه الصادق ،ج۱۱ ، ص۳۹۳.
(3 ). محمد علي،صالح المعلم؛ التقيه في فقه اهل البيت،ج۱، ص۶۶.
(4 ). مكارم شيرازي؛ تقيه سپري عميقتر ، ص۲۲.
(5 ). همان ، ص ۱۸.

## تقیہ ایک قرآني اصول

## پانچویں فصل

## وجوب تقیہ کے موارد اوراس کا فلسفہ

وجوب تقیہ کے موارد اور اس کے اہداف کو باہم بررسی کریں گے . کیونکہ یہ دونوں (وجوب و ہدف)ایک دوسرے سے مربوط ہے . اگر تقیہ کے اصلی موارد کوبیان کرے تو ہدف اصلی بھی خود بخود واضح ہوجاتا ہے .بطور خلاصہ تقیہ کو کئی اہداف کے خاطر واجب جانا گیا ہے :

۱. طاقت کی محافظت

کبھی انسان کیلئے ایسا موقع پیش آتا ہے کہ جہاں اپنا عقیدہ اگر عیان اور آشکار کرے تو بغیر کسی فائدے یااپنے اہداف سے قریب ہونے کے بجاے اس شخص یا اور کئی افراد کی جان نابود یا ناقابل تلافی نقصان کا شکار ہو سکتی ہے .ایسے مواقع پر عقل اور منطق حکم دیتی ہے کہ احساسات میں بے دلیل گرفتار ہوکر اپنی طاقت کو ضائع کرنے سے باز آئیں .بلکہ آئندہ کیلئے ذخیرہ کریں ؛ تاکہ قدرت و طاقت اس قدر زیادہ ہوجائے کہ جس کے ذریعے اپنا عظیم ہدف تک رسائی ہوسکے .کیونکہ کسی بھی شخص میں اتنی وافر مقدار میں قدرت یا طاقت نہیں ہے کہ جنہیں کھلے دل و دماغ سے ہاتھ سے جانے دیں .

کبھی ایک لائق اور مفید شخص کی تربیت کیلئے کئی سا ل ایک معاشرے کو زحمت اٹھانی پڑتی ہے اور اپنی طاقت کو خرچ کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے . تویہ کیسے ممکن هے که اپني ذمه داري کا احساس نہ کریں ؟!

مخصوصا ًایسے معاشرے میں جہاں اچھے اور نیک انسانوں کیافرادي قوت اور طاقت بہت کم ہو ؟

یہی وجہ تھی کہ پیدائش اسلام کے شروع میں پیامبر(ص) نے تقریباً تین سال اپنا عقیدہ سوائے ایک خاص گروہ کے دوسرے لوگوں سے چھپا رکھا . آہستہ آہستہ مسلمانوں میں افرادی طاقت میں اضافہ ہوتا گیا ، یہاں تک کہ تقیہ کی بندش تین سال بعد ٹوٹنے لگی اور اسلام کی طرف علی' الاعلان لوگوں کو دعوت دینے لگے .لیکن پھر بھی آپ کے اوپر ایمان لانے والوں کی تعداد کم تھی ؛دشمنوں کے ہاتھوں اسیر ہوجاتے اور قسم قسم کی اذیت اور آزار برداشت کرنا پڑتے .اور ایک معمولی بات پر انہیں قتل کردئے جاتے تھے . تو پیامبر اسلام ﷺ ایسے افراد کو تقیہ کرنے کی اجازت دیتے تھے .تاکہ اپنی دفاعی طاقت اور قوت کو اس نومولود مکتب کی حفاظت کی خاطر محفوظ کرلے اور بیہودہ اور بے ہدف اوربے دلیل اپنی جان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھے .

۲. پروگرام کو چھپانے کے خاطر تقیہ

چونکہ تقیہ زیادہ تر نیک اور صالح افراد جو تعداد کے لحاظ سے کم ہیں ؛ سے مربوط ہے تاکہ وہ اس ظالم اور جابر گروہ کے شر سے اپنے دین یا جان یا ناموس کو بچائیں .یہ بھی معلوم ہے کہ اقلیت اپنی زندگی کو جاری رکھنے اور عالی ہدف تک جانے کیلئے تقیہ کے طور و طریقے سے استفادہ کرنے پر مجبور ہیں . ورنہ اگر اکثریت کے سامنے اپنا عقیدہ برملا کرے تو وہ لوگ مزاحمت کرنے لگیں گے .اس لئے مجبور ہیں کہ اپنے عقائد ، پروگرام اور دیگر کاموں کو دشمن کے شر

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سے محفوظ رکھنے کیلئے تقیہ کرلیں .اس قسم کا تقیہ ظہور اسلام کے وقت بہت زیادہ پایا جاتا تھا .
ہجرت پیامبر(ص) کانقشہ کہ جو انقلاب اسلامی کی تکمیل اور کامیابی کا پہلا قدم تھا ،آپ کا مخفیانہ طور پر نکلنا اور امیر المؤمنین(ع) کا بستر پیامبرگرامی اسلام (ص)پر جا کر آرام کرنا اور آنحضرت کا رات کی تاریکی میں غار حرا کی طرف حرکت کرنا اور اس غار میں کئی دن تک ٹھہرنے کے بعد مدینہ کی طرف مخالف سمت میں چلنا ،وغیرہ اسی تقیہ کے انواع میں سے ہے .سوال یہ ہے کہ کیا ان موقعوں پر تقیہ کرنا واجب ہے یا نہیں؟!
کیا اگر پیامبر(ص) اور مسلمانان اپنا عقیدہ اور فکر کو دشمن سے نہیں چھپاتے تو کیا کامیابی ممکن تھی؟!
کیا ایسے موارد میں تقیہ کرنا ہی اپنی کامیابی اور دشمن کی نابودی کا سبب نہیں ہے ؟
اسی طرح الله کے خلیل حضرت ابراهیم(ع) نے جو تقیہ کیا تھا ،عرض کر چکا ، جو اگر اپنا عقیدہ نہ چھپاتے اور توریہ نہ کرتے تو کیا یہ ممکن تھا کہ لوگ اسے اکیلا شہر میں رکنے دیتے ؟ ہرگز نہیں.اس صورت میں آپ کو بت خانے کی طرف جانے کی فرصت بھی کہاں ملتی ؟!لیکن آپ نے جو اپنا عقیدہ چھپایا اور جو نقشہ آپ نے تیار کیا ہوا تھا اسے اپنی انتہا کو پہنچانے کیلئے تقیہ ہی سے کام لیا.اور یہی آپ کی کامیابی کا راز بنا.
ان تمام روایات میں کہ تقیہ کو بہ عنوان ایك دفاعي سپر یا ڈھال « جنّة المؤمن، ترس المؤمن» معرفي کرایا گیا ہے وہ سب تقیہ کے اسی قسم میں سے ہیں .

٣ ـ تقیہ دوسروں کی حفاظت کیلئے
کبھی اپنے عقیدے کا اظہار کرنا اپنے اثر رسوخ ہونے کی وجہ سے اپنی ذات کیلئے تو کوئی ضرر یا ٹھیس نہیں پہنچتا ، لیکن ممکن ہے دوسروں کیلئے درد سر بنے . ایسی صورت میں بھی عقیدہ کا اظہار کرنا صحیح نہیں ہے .
اهل بیت اطہار (ع) کے بعض اصحاب اور انصار کی حالات زندگی میں ایسے موارد دیکھنے میں آتا ہے کہ بنی امیہ اور بنی عباس کے ظالم و جابر حکمرانوں کی طرفسے لوگ ان کا پیچھا کررہے تھے ، ان کا اپنے اماموں کے ساتھ رابطہ قائم کرنا حکمران لوگ ان کے جانی دشمن بننےکا باعث تھا.ان میں سے کچھ موارد یہ ہیں :
ایک دن زرارہ نے جو امام باقر(ع) اور امام صادق (ع)کے خاص صحابیوں میں سے تھے ؛ امام جمعہ کو امام کی طرف سے ایک خط پہنچایا ، جس میں امام نے جو لکھا تھا اس کا مفہوم یہ تھا : میری مثال حضرت خضر کی سی ہے اور تیری مثال اس کشتی کی سی ہے جسے حضرت خضر(ع) نے سوراخ کیا تاکہ دشمن کے شرسے محفوظ رہے .اور تیرے سر پر ایک ظالم اور جابر بادشاہ کھڑا ہے ، جو کشتیوں کو غصب کرنے پر تلا ہوا ہے ، جس طرح حضرت خضر(ع) نے اس کشتی کو سوراخ کیا تاکہ غاصب اس کو نہ لے جائے، اسی طرح میں بھی تمہیں محفلوں میں کبھی کبھی ڈراتااور مذمت کرتا رہوں گا ، تاکہ تو فرعون زمان کے شر سے محفوظ رہے .
امام حسین(ع)سے جو تقیہ کے حدود کو سرکرنےنے والوں کا سردار ہیں، فرماتے ہیں : انّ التقية يصلح الله بها امّة لصاحبها مثل ثواب اعمالهم فان تركها اهلك امّة تاركها شريك من اهلكهم. (1 )
ایسا تقیہ کرنے والاجوامت کی اصلاح کا سبب بنے ، اس کا انجام دینے والے کو اس پوری قوم کے اچھے اعمال کا ثواب دیا جائے گا . کیونکہ اس قوم کی طاقت اور قوت کو زیادہ خدمت کرنے کیلئے محفوظ کیا . لیکن اگرایسے موارد میں تقیہ کو ترک کرے اور ایک امت کو ہلاکت میں ڈالے تو ہلاک کرنے والوں کے جرم میں یہ بھی برابر کے شریک ہے .اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے موارد میں تقیہ کا تر ک کرنا قاتلوں کے جرم میں برابر کے شریک بنتا ہے. (2 )

وہ روایات جو وجوب تقیہ پردلالت کرتی ہیں :
١ ـ راوی امام صادق (ع) سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے اس آیہ شریفہ« اوليك يؤتون اجرهم مرّتين بما صبروا » کے ذیل میں فرمایا: بما صبروا علي التقية و يدرؤن بالحسنة السيّئة، قال : الحسنة التقية و السيّئة الاذاعة. (3 )
صبر سے مراد تقیہ پر صبر کرنا ہے .حسنات کے ذریعے اور سیئات کو دور کرتے ہیں اور فرمایا:حسنہ سے مراد تقیہ ہے اور سیئات سے مراد آشکار کرنا ہے .
٢ . حسن کوفي نے ابن ابي يعفورسے اور اس نے امام صادق(ع) سے روایت کی ہے کہ امام (ع) نے فرمایا:قال اتقوا علي دينكم احجبوه بالتقيہ. فانّه لا ايمان لمن لا تقية له انّما انتم في الناس كالنحل في الطير ولو انّ الطير يعلم ما في اجواف النحل ما بقي منها شيء الّا اكلته. ولو ان الناس علموا ما في اجوافكم انّكم تحبونا اهل البيت(ع) لاكلو كم بالسنتهم و لنحلوكم في السرّ والعلانية. رحم الله عبدا منكم كان علي ولايتنا. (4 )
امام(ع)نے فرمایا: اپنے دین اور مذہب کے بارے میں ہوشیار رہو اور تقیہ کے ذریعے اپنے دین اور عقیدے کو چھپاؤ ،

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کیونکہ جو تقیہ نہیں کرتا اس کا کوئي ایمان نہیں . اور تم لوگوں کے درمیان ایسے ہیں جیسے پرندوں کے درمیان شہد کی مکھی . اگر پرندوں کو یہ معلوم ہو کہ شہد کی مکھی کے پیٹ میں میٹھا شہد ہے تو کبھی شہد کی مکھی کو زندہ نہیں چھوڑتے .اسی طرح اگر لوگوں کو پتہ چل جائے کہ تمھارے دلوں میں ہم اہل بیت(ع) کی محبت موجود ہے ، تو زخم زبان کے ذریعے تمہیں کھا جائیں گے .اور تم پر مخفی اور علانیہ طور پر لعن طعن کریں گے .خدا ان لوگوں پر اپنی رحمت نازل کرے جو ہماری ولایت کے پیرو ہیں .

۳ . عن ابي جعفر(ع): يقول لاخير فيمن لا تقية له، ولقد قال يوسف(ع): ايّتها العير انّكم لسارقون و ما اسرقوا. لقد قال ابراهيم(ع): انّي سقيم و الله ما كان سقيما. (5)

امام باقر (ع)نے فرمایا : جس میں تقیہ نہیں اس میں کوئی خیر نہیں . اور بہ تحقیق حضرت یوسف نے فرمایا: ايّتها العير! بیشک تم لوگ چور ہو . جبکه انہوں نے کوئی چیز چوری نہیں کی تھی . اور حضرت ابراہیم نے فرمایا میں بیمار ہوں.خدا کی قسم !درحالیکہ آپ بیمار نہیں تھے .

کیابطورتقیہ انجام دئے گئے اعمال کی قضا ہے

ہمارے مجتہدین سے جب سوال ھوا : هل يجب الاعاده و القضاء في مقام التقيه ام تقول بالاجزاء؟ يعني کیا تقیہ کے طور پر انجام دئے گئے اعمال کا اعادہ یا قضا کرناواجب ھے یا نہیں ؟کے جواب میں فرماتے ہیں کہ علم فقہ کی دو قسم ہے :

الف: عبادات

ب : معاملات.

عبادات سے مراد یہ ہے کہ اس کا امتثال یا انجام دینا تعبدی ہے اور جس میں قصد قربت شرط ہے جیسے نماز ، روزہ . جب عبادت ایک زمانے سے مختص ہو مانند نماز ظہر و عصر جو مقید ہے زوال شمس اور غروب شمس کے درمیان . کہ اسی وقت کے اندر اسے ادا کی جائے ، ورنہ قضا ہوجائے گی.پس عبادت خود دو قسم کی ہے: ( ادائیه و قضائیه)

اگر عبادات ناقص شرائط یا اجزا کے سا تھ ہو تو اس کا اعادہ وقت کے اندر اورقضاء ،خارج از وقت واجب ہے . اور یہی قضاء و اداء اور اعادہ ا ور اجزاءکامعنی ہے .

اب جو تقیہ کے طور پر انجام پایا ہے وہ اگر عبادت ہے تو تقیہ میں داخل وقت اور خارج وقت کامسئلہ ختم ہوجاتا ہے .

شیخ انصاري (رہ)اس سؤال کے جواب میں کہ کیا اعادہ یا قضاء واجب ہے ؟ فرماتے ہیں اگر شارع اقدس نے واجب موسع کےتقیہ کے طور پر انجام دینے کی اجازت دی ہے ، تویہ اجازت یا کسی خاص مورد میں ہے یا عام موارد میں . بعنوان مثال شارع اقدس نے اجازت دی ہے کہ نماز یا مطلق عبادات کو تقیہ کے طور پر انجام دیا جائے ، وقت ختم ہونے سے پہلے تقیہ کی علل و اسباب دور ہوجائے تو یہ سزاوار ہے کہ وہ اجزا جو تقیہ کی وجہ سے ساقط ہوا ہے انجام دیا جائے لیکن اگر شارع نے واجب موسع کو تقیہ کی حالت میں انجام دینے کی اجازت دی ہے خواہ خصوصی ہو یا عمومی ، تو بحث اسی میں ہے کہ کیا یہ تقیہ والا حکم کو بھی شامل کرے گا یا نہیں ؟

بلکہ آخر کلام یہ ہے کہ حالت تقیہ میں دیا گیا حکم مکلف سے ساقط ہو جاتا ہے ، اگرچہ وقت وسیع ہی کیون نہ ہو. (6)

اس کے بعد شیخ انصاري(رہ) تفصیل کے قائل ہوگئے ہیں کہ فرماتے ہیں : كه کیا کافی ہے یا ساقط یا عادوہ و قضا ضروری ہے ؟ہم یہاں دلیل کی طرف رجوع کریں گے اور انہی اجزاء وشرائط کو جو تقیہ کی وجہ سے کم یا زیادہ ہو ا ہے اعادہ کریں گے .

اگر یہ شرائط اور اجزاءکا شمول عبادات میں کسي بھي صورت میں ضروري ہے خواہ اختیاری ہو یا اضطراری ہو ، تو یہاں مولی کا حکم مکلف سےساقط ہو جاتا ہے کیونکہ اجزاء میں کمی بیشی تقیہ کی وجہ سے ہوئی ہے جس کی وجہ سے وہ معذور تھا .اگر چہ یہ تعذر سارا وقت باقی رہے . جیسے نماز کا اپنے وقت میں ادا کرنا ممکن نہیں مگر یہ کہ سرکہ کے ساتھ وضو کرے .باوجودیکہ سرکہ میں کوئی تقیہ نہیں .درنتیجہ نماز کا اصل حکم منتفی ہوجاتا ہے ، کیونکہ نماز کیلئے شرط ہے کہ پانی کے ساتھ وضو کرے .

لیکن اگر یہ اجزاءاورشرائط دخالت رکھتا ہو اور مکلف کیلئے ممکن بھی ہو تو واجب ہے ورنہ نہیں . اگر یہ اجزاء تمام وقت میں ادا ہو تو اس کا حکم پہلے ہی سے ساقط نہیں ہوتا بلکہ وہ اسے جتنا ممکن ہو انجام دیتے جائیں

اور اگراجزاء میں عذروقت کے اندر ہو ،خواہ اس عذر کا رفع ہونے کی امید ہو یا نہ ہو ، فقہاء کے درمیان اختلاف ہے کہ وہ آخر وقت تک انتظار کرے یا انجام دیدے .

لہذا جو بھی تقیہ کے طور پر انجام دیا گیا ہے ؛ یہ عبادات صحیح ہیں کیونکہ شارع نے اسے تقیہ کی حالت میں انجام دینے کی اجازت دی ہے . (7)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

..............

**(1 ). وسائل الشيعه، ج۴ ،باب ۲۷ .**
**(2 ). تقيہ سپري عميقتر، ص ۸۲.**
**( 3) . وسائل الشيعه ، باب امر بالمعروف، ص۴۶۰ .**
**( 4) . همان ، ص ۴۶۱.**
**( 5) . همان ، ص ۴۶۴.**
**( 6) . التقيہ في رحاب العلمين ، ص ۲۷.**
**( 7) . همان ، ص ۲۸.**

## تقيہ ايک قرآني اصول

کيا خلاف تقيہ عمل باطل ہے ؟
يہ ايک طبيعي چيز ہے کہ اگو کوئی مولی کے حکم کی مخالفت کرے اور اس کا عمل حکم شرعی کے مطابق نہ ہو تو وہ باطل ہوجاتا ہے . اور تقيہ ميں بھی اگر کسی پر تقيہ کرنا واجب ہوگيا تھا ليکن اس نے تقيہ نہيں کيا تو کيا اس کا عمل بھي باطل ہوجائے گا يا نہيں ؟

شيخ انصاري(رہ) فرماتے هيں : اگر تقيہ کی مخالفت کرے جہان تقيہ کرنا واجب ہے تو اس کا لازمہ يہ ہے کہ بعض ترک شدہ عمل اس ميں انجام پائے گا . تو حق يہ ہے کہ خود تقيہ کا ترک کرنا بذات خود عقاب کا موجب ہو گا . کيونکہ مولی کے حکم کی تعميل نہ کرنا گناہ ہے .
پس قاعدہ کا تقاضا يہ ہے کہ يہ فعل بھی باطل ہوگا . بالفاظ ديگر ہم ادلہ کے تابع ہيں اور موارد تقيہ ميں ہيں . اس کے بعد شيخ ايک توہم ايجاد کرتے ہوئے فرماتے ہيں کہ شارع اقدس نے تقيہ کی صورت ميں اسی فعل کا انجام دينے کا حکم يا ہے .
ليکن يہ توہم صحيح نہيں ہے کيونکہ تقيہ کے ساتھ قيد ايک بيروني قيد ہے جس کا کوئی اعتبارنہيں ہے .اور نہ هي شرعی قيد بطلان کا موجب ہے . ( 1)
امام خميني(رہ) اس عنوان «ان ترك التقية هل يفسد العمل ام لا؟» کے تحت فرماتے ہيں کہ اگر تقيہ کے برخلاف عمل کريں تو صحيح ہے ، کيونکہ تقيہ کا حکم ہونا موجب نہيں بنتا کہ عمل سے بھی روکا گيا ہو .علم اصول ميں ايک قاعدہ ہے: انّ الامر بالشيئ لا يقتضي النهي عن ضدّه سرايت نہيں کرتا.
امام خميني(رہ) کے مطابق يہ ہے کہ چونکہ ايک عنوان سے روکا گيا هے اور دوسرے عناوين ميں بطور مطلق تقيہ کے خلاف عمل کرنا صحيح ہے . (2 )

وہ موارد جہاں تقيہ حرام ہے
تقيہ عموماً دو گروہ کے درميان مورد بحث قرار پاتا ہے اور يہ دونوں کسی نہ کسی طرح صحيح راستے سے ہٹ چکے ہوتے ہيں .اور اپنے لئے اور دوسروں کے لئے درد سر بنے ہوتے ہيں:
پہلا گروہ :وہ مؤمنين جو ترسو اور ڈرپوک ہيں اور وہ لوگ کوئی معلومات نہيں رکھتے، دوسرے لفظوں ميں انہيں مصلحت انديشي والے کہے جاتے ہيں کہ جہاں بھی اظہار حق کو ذاتی مفاد اور منافع کے خلاف ديکھتے ہيں يا حق بات کا اظہار کرنے کی جرأت نہيں ہوتي، تو فوراً تقيہ کا سہارا ليتے ہوئے کہتے ہيں کہ: التقية ديني و دين آبائي لا دين لمن لاتقية له.يعنی تقيہ ميرا اور ميرے آباء و اجداد کا دين ہے ، جو تقيہ نہيں کرتا اس کا کوئی دين نہيں ہے .اس طرح دين اور مذہب کا حقيقی چہرہ مسخ کرتے ہيں .
دوسرا گروہ: نادان يا دانا دشمن ہے جو اپنے مفاد کے خاطر اس قرآنی دستور يعنی تقيہ کےمفہوم کو مسخ کرکے بطور کلی آئين اسلام يا مذہب حقہ کو بدنام کرنے کی کوشش ميں لگا رہتا ہے .يہ لوگ تقيہ کے مفہوم ميں تحريف کرکے جھوٹ ،ترس،خوف ، ضعيف ، مسئوليت سے دوری اختيار کرنا، ...کا معنی کرتے ہيں . سرانجام اس کا يہ ہے کہ و ہ اپني ذمہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

داري کو نبھانے سے دوري اختيار کرتے ہيں ،
ان دونوں گروہ کي غلطي دور کرنے کيلئے کافی ہے کہ دو موضوع کی طرف توجہ کريں .

۱. تقيہ کامفهوم
مفہوم تقيہ کے بارے ميں پہلے بحث کرچکے ہيں ، کہ تقيہ کامعنی خاص مذہبی عقيدہ کا چھپانا اور کتمان کرنا ہے . اور وسيع تر مفہوم يہ ہے ہر قسم کے عقيدہ ، فکر ، نقشہ، يا پروگرام کااظهار نہ کرنا ،تقيہ کہلاتا ہے .

۲. تقيہ کاحکم
ہمارے فقہاء اور مجتہدين نے اسلامی مدارک اور منابع سے استفادہ کرتے ہوئے تقيہ کو تين دستوں ميں تقسيم کئے ہيں : ۱- حرام تقيہ ۲-واجب تقيہ ۳جائز تقيہ.
اور کبھی اسے پانچ قسموں ميں تقسيم کرتے ہيں : يعنی مکروہ اور مباح کو بھی شامل کرتے ہيں .لہذا يہ فراموش نہيں کرنا چاہئے کہ تقيہ نہ ہر جگہ واجب ہے اور نہ ہرجگہ حرام يا مکروہ ، بلکہ بعض جگہوں پر واجب ،و مستحب اور بعض جگہوں پر حرام يا مکروہ هے.اسي لئے اگر کسی نے حرام مورد ميں تقيہ کيا تو گويا اس نے گناہ کيا .

تحريم تقيہ کےموارد اور اس کا فلسفہ
کلي طورپر جب بھی تقيہ کر کے محفوظ کئے جانے والا ہدف کے علاوہ کوئی اور ہدف جو زيادہ مہمتر ہو ، خطرے ميں پڑ جائے تو اس وقت تقيہ کا دائرہ توڑنا واجب ہے ، چوں کہ تقيہ کا صحيح مفہوم ؛ قانون اہم اور مہم کے شاخوں ميں سے ايک شاخ ہے جب يہ دونوں ہدف آپس ميں ٹکرا جائيں تو اہم کو ليتے ہيں اور مہم کو اس پر فدا کيا جاتا ہے.
يہی اهم اور مهم کا قانون کبھی تقيہ کو واجب قرار ديتا ہے اور کبھی حرام. روايات کي روشني ميں بعض موارد ميں تقيہ کرنا حرام ہے ، درج ذيل ہيں:

۱. جہاں حق خطر ے ميں پڑ جائے
جہاں اپنے عقيدے کو چھپانا مفاسد کا پرچار اور کفر اور بے ايمانی يا ظلم وجور ميں اضافہ اور اسلامی ستونوں ميں تزلزل اور لوگوں کا گمراہی اور شعائريا احکام اسلامی کا پامال ہو نے کا سبب بنے تو وہاں تقيہ کرنا حرام ہے . لہذا ايسے مواقع پر اگر ہم کہيں کہ تقيہ مباح ہے تو يہ بھی بہت بڑی غلطی ہوگی . اور اس قسم کا تقيہ « ويران گر تقيہ » کہلائے گا .پس وہ تقيہ مجاز يا واجب ہے جو مثبت اورمفيد ہو اور اہداف کے حصول کی راہ ميں رکاوٹ کا سبب نہ ہو.

۲.جہاں خون خرابہ کا باعث ہو
جہان خون ريزی ہو اور بے گناہ لوگوں کی جان مال کو خطرہ ہو تو وہاں تقيہ کرنا حرام ہے . جيسا کہ اگر کوئی مجھ سے کہہ دے کہ اگر فلانی کو تم قتل نہ کرو تو تجھے قتل کروں گا. تو اس صورت ميں مجھے حق نہيں پہنچتا کہ ميں اس شخص کو قتل کروں . اگرچہ مجھے يقين ہوجائے کہ ميری جان خطرے ميں ہے .
ايسی صورت ميں اگر کوئی کہہ دے کہ ہمارے پاس روايت ہےکہ (المأمور معذور ). لہذا اگر ميں فلانی کو قتل کروں تو کوئی گناہ نہيں ہے .
اس کا جواب يہ ہے کہ يہ معروف جملہ «المامور معذور» سند کے لحاظ سے ضعيف ہے کيونکہ اس کی اصلی سند « شمر» تک پہنچتی ہے .(3 ) اسے کوئی عاقل اور شعور رکھنے والا قبول نہيں کرسکتا.کيونکہ کسی کو يہ حق حاصل نہيں کہ اپنی جان بچانے کے خاطر کسی دوسرے بے گناہ کی جان لے لے . اور اگر کسی نے ايسا کيا تو وہ قاتل ہوگا . چنانچہ امام محمد باقر(ع) فرماتے ہيں : انّما جعل التقية ليحقن بها الدم فاذا بلغ الدم فليس التقية(4 ) يعني تقيہ شريعت ميں اس لئے جائز قرار ديا ہے کہ قومی اور انفرادی قدرت ہدر نہ جائے ، اپنے اور دوسروں کے خون محفوظ رہے . اور اگر خون ريزی شروع ہوجائے تو تقيه جائز نہيں ہے .

۳. وہ موارد جہاں واضح دليل موجود ہو
وہ موارد جہاں واضح طور پرعقلي اور منطقی دلائل موجود ہو،جيسے اسلام ميں شراب نوشی کی ممانعت هے يہاں تقيہ کرکے شراب پينے کي اجازت نہيں هے .اور تقيہ حرام ہے يہاں عقيدہ چھپانے کے بجائے عقلی اور منطقی دلائل سے

استدلال کریں .اور ایسا حال پیدا کریں کہ مد مقابل کو یقین ہوجائے کہ یہ حکم قطعی ہےاور اس کا اجراء کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے .لیکن کبھی بعض ڈرپوک اور بزدل لوگ جب شرابیوں کے محفلوں میں پہنچ جاتے ہیں تو وہ بجائے اعتراض کرنے کے ، ان کے ساتھ ہم پیالہ ہو جاتے ہیں . یا اگر نہیں پیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ شراب میرے مزاج کیلئے مناسب نہیں ہے .لیکن یہ دونوں صورتوں میں مجرم اور خطاکار ہیں.یا صراحت کے ساتھ کهه دیں کہ ہم مسلمان ہیں اس لئے شراب نہیں پیتے .
اسی طرح اجتماعی ، معاشرتی اور سیاسی وظیفے کی انجام دہی کے موقع پر بھی دو ٹوک جواب دینا چاہئے .

۴. شارع اور متشرعین کے نزدیک زیادہ اہمیت والے موارد
بعض واجبات اور محرمات جو شارع اور متشرعین کے نزدیک زیادہ اہمیت کے حامل ہیں ، وہاں تقیہ جائز نہیں ہے .جیسے اگر کوئی خانہ کعبہ کی بے حرمتی یا انہدام کرنے کی کوشش کرے یا اسی طرح اور دینی مراکز جیسے مسجد ، ائمہ کے قبور کی بے حرمتی کرے تو وہان خاموش رہنا جرم ہے ، اسی طرح گناہان کبیرہ کے ارتکاب پر مجبور کرے تو بھی انکار کرنا چاہئے .
..............

**(1 ). همان ، ص ۲۴.**
**(2 ). ہمان**
**(3 ). مکارم شیرازي؛ تقیہ مبارزه عمیقتر،ص ۷۱.**
**(4 ) . شیخ اعظم انصاري؛ مکاسب، ج ۲، ص ۹۸.**

تقیہ ایک قرآني اصول

چھٹی فصل
تقیہ کے بارے میں شکوک اورشبہات

ائمہ طاہرین (ع)کے زمانے میں دوسرے مکاتب فکر کے لوگوں کی طرف سے شیعوں پر مختلف قسم کے شکوک و شبہات پیدا کرنے لگے؛ ان میں سے ایک تقیہ ہے .
سب سے پہلا اشکال اور شبہہ پیدا کرنے والا سلیمان بن جریر ابدی ہے جو فرقہ جریرہ کا رہبر ہے . وہ امام صادق(ع)کا ہم عصر ہے .اس کا کہنا ہے کہ شیعوں کے امام جب کسی خطا کے مرتکب ہوتے تھے تو تقیہ کو راہ فرار کے طور پر مطرح کرتے تھے . اور کہتے تھے کہ یہ تقیہ کے طور پر انجام دیا گیا ہے . (1 )
یہ اشکال اس کے بعد مختلف کلامی اور تفسیری کتابوں میں اہل سنت کی جانب سے کرنے لگے . بعد میں شیعہ بڑے عالم دین سید شریف مرتضي(رہ) معروف بہ علم الهدي (۳۵۵ -۴۳۶)ق نے ان شبہات اور اشکالات کا جواب دیا ہے. (2 )
فخر رازي(۵۴۴ - ۶۰۶ ه ) صاحب تفسیر کبیرنے « مفاتیح الغیب»میں سلیمان ابن جریر کے تقیہ کے بارے میں اس شبہہ کوتکرار کیا ہے، جس کا جواب خواجہ نصیر الدین طوسي(رہ)(۵۷۹- ۶۵۲ق) نےدیا ہے . (3 )
بیشترین شبہات گذشتہ دور میں تقي الدین احمد معروف بہ ابن تیمیہ (۶۶۱-۷۲۸ق) کی کتاب منهاج السّنه ، میں دیکھنے میں آتا ہے جو مجموعاً پانچ اشکالات پر مشتمل ہے . (4 )

شبہات کی تقسیم بندي
وہ شبہات جوتقیہ سے مربوط ہے وہ تین بخش میں تقسیم کرسکتے ہیں :

• وہ شبہات جو مربوط ہے تشریع تقیہ سے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

o تقیہ یعنی جھوٹ.
o تقیہ یعنی منافقت.
o تقیہ امر بہ معروف و نهي ازمنكركی ضد.
o تقیہ جهادكی ضد.
o تقیہ اورآيات تبليغ كے درميان تعارض.
o تقیہ یعنی ظلم.

• وہ شبہات جو امام معصوم(ع) کے تقیہ سے مربوط ہے
o تقیہ بيان شريعت امام(ع)كي ضد ہے.
o تقیہ روايات « سلوني قبل ان تفقدوني» سے تضاد رکھتا ہے .
o تقیہ کلام امام (ع) پر عدم اعتمادكاموجب ۔
o تقیہ يعنی تحليل حرام و تحريم حلال.
o تقیہ شجاعت كی ضد.
o جہاں سکوت کرنا ممکن ہو وہاں تقیہ کی کیا ضرورت؟
o تقیہ کے علوه اور بھي راستے هيں .
o كيا تقیہ ايك اختصاصي حكم ہے يا عمومي؟
o تقیہ كيا خلاف عصمت نہيں؟
o تقیہ كيا علم امام(ع)سے منافات نہیں رکھتا ؟.
o تقیہ کرنے كي صورت میں کیا دین کا دفاع ممکن ہے ؟
o کیوں ایک گروہ نے تقیہ کیا اور دوسرےگروہ نے نہیں کیا ؟

• وہ شبہات او ر تہمتیں جوشیعوں کے تقیہ سے مربوط هيں:
o تقیہ شیعوں کے اصول دین میں سے ہے .
o تقیہ شیعوں کی بدعتوں میں سے ہے .
o تقیہ پيروي از ائمه اطهار (ع) سے تناقض رکھتا ہے .
o تقیہ زوال دین کاموجب ہے .
o فتواي امام (ع) تقیہ کی صورت میں قابل تشخيص نہیں .
o تقیہ شیعوں کی حالت جبن اور اضطرار ہے .
o تقیہ کافروں کے ساتھ کیا جاتا ہے نہ مسلمانوں کے ساتھ .

تشريع تقیہ سے مربوط شبہات کی تفصیل:

تقیہ اور جھوٹ :

ابن تیمیہ اس شبہہ کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تقیہ ایک قسم کی جھوٹ ہے اور جھوٹ بولنا ایک قبیح اور بری چیز ہے اور خدا تعالی بری چیز کو حرام قرار دیا ہے ، پس تقیہ بھی خدا کے نزدیک قبیح اور بری چیز ہے .اور جائز نہیں ہے .اس اشکال کیلئے دو جواب دئے جاتے ہیں:
۱. اگر تقیہ جھوٹ ہے تو اللہ تعالي نے قرآن مجید میں کئی جگہوں پر کیوں تقیہ کرنے والوں کی مدح سرائی کی ہے ؟!:جیسے آلعمران كي آيه نمبر ۲۸ میں فرمایا : الّا ان تتقوا منهم، اورسوره نحل كي آيه۱۰۶ میں فرمایا : الا من اكره و قلبه مطمئن بالايمان.
اللہ تعالی نے صرف تقیہ کرنے کو جائز قرار نہیں دیا بلکہ مجبوری کے وقت تقیہ کرنے کا باقاعدہ حکم دیا ہے اور تقیہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کرنے کا شوق دلایا ہے .

دوسرا جواب یہ ہے کہ کیا جب کافروں کی طرف سے مجبور کیا جائے اور تقیہ کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہ ہو تو وہاں کیا جھوٹ بولنا صحیح نہیں ہے ؟ کیونکہ ہر جگہ جھوٹ بولنا برا نہیں ہے . جیسے اگر کسی دو مسلمان بھائیوں کے درمیان الفت اور محبت پیدا کرنے اور خون و خرابہ سے بچنے کیلئے جھوٹ بولنا جائز ہے ، کیونکہ اگر سچ بولے تو جھگڑا فساد میں اضافہ ہوسکتا ہے .
لیکن اس اشکال کا جواب یوں دیا جاسکتا ہے کہ : یہ اشکال دومقدمہ (صغری اور کبری) سے تشکیل پایا ہے . صغری میں کہا کہ تقیہ ایک قسم کا جھوٹ ہے . یہ صغری ہر مصداق اور مورد میں صحیح نہیں ہے . کیونکہ تقیہ اخفائی یعنی واقعیت کے بیان کرنے سے سکوت اختیار کرنے کو کوئی جھوٹ نہیں کہتا . بلکہ یہ صرف تقیہ اظہاری میں صدق آسکتا ہے . وہ بھی توریہ نہ کرنے کی صورت میں .
پس تقیہ کے کچھ خاص مورد ہے جہاں تقیہ کا مصداق کذب اور جھوٹ ہے.
لیکن کبری' یعنی جھوٹ بولنا قبیح اور برا ہے ؛ یہاں کہیں گے کہ جھوٹ ہر جگہ برا نہیں ہے .کیونکہ مختلف عناوین کو حسن و قبح کی کسوٹی پر ناپا جاتا ہے تو ممکن ہے درج ذیل تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت پائی جائے :
1. یا وہ عنوان حسن و قبح کیلئے علت تامہ ہے .جیسے حسن عدالت اور قبح ظلم.انہیں حسن و قبح ذاتی کہا جاتا ہے .
2. یا وہ عنوان جو خود بخود حسن و قبح کا تقاضا کرتا ہو ، بشرطیکہ کوئی اور عنوان جو اس تقاضے کو تبدیل نہ کرے ،اس پر صدق نہ آئے .جیسے کسی یتیم پر مارنا خود بخود قبیح ہے لیکن اگر ادب سکھانے کا عنوان اس پر صدق آجائے تو یہ قباحت کي حالت سے نکل آتی ہے .ایسے حسن و قبح کو عرضی کہتے ہیں.
3. یا وہ عنوان جو حسن و قبح کے لحاظ سے متساوي الطرفین ہو .اور حسن و قبح سے متصف ہونے کیلئے مختلف شرائط کی ضرورت ہے . جیسے کسی پر مارنا اگر ادب سکھانے کیلئے ہو تو حسن ہے اور اگر اپنا غم و غصہ اتارنے کیلئے مارے تو قبیح ہےلیکن اگر کسی بےجان چیز پر مارے تو نہ حسن ہے اور نہ قبیح ہے .
اور یہاں ہم اس وقت جھوٹ بولنے کو قبیح مانیں گے کہ پہلا عنوان اس پر صدق آتا ہو . جب کہ ایسا نہیں ہے .اور عقلا نے بھی اسے دوسری قسم میں شمار کئے ہیں . کہ جب بھی کوئی زیادہ مہمتر مصلحت کے ساتھ تزاحم ہو تو اس کی قباحت دور ہوجاتی ہے ، جیسے : ایک گروہ کا خون خرابہ ہونے سے بچانے کیلئے جھوٹ بولنے کو ہر عاقل شخص جائز سمجھتا ہے.
اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن او ر پیامبر اسلام(ص) نے عماربن یاسر کے تقیہ کرتے ہوئے جھوٹ بولنے اور کفار کے شر سے اپنی جان بچانے کومورد تائید قرار دیا ہے .

شیخ طوسی(رہ) کا جواب
تقیہ جھوٹ نہیں ہے کیونکہ ، الكذب ضد الصدق و هو الاخبار عن الشيء لا علي ما هو بہ(5 ) یعنی جھوٹ سچائی کی ضد ہے اور جھوٹ سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کی خبر دے، جس کي کوئي حقیقت نهيں .
پس جھوٹ کا دو رکن ہے :
الف: کسی واقعے کے بارے میں خبر دینا .
ب: اس خبر کا واقعیت کے مطابق نہ ہونا.
جبکہ تقیہ کے تین رکن ہیں :
الف:حق بات کا چھپانا.
ب: مخالفین کے ساتھ موافقت کا اظہار کرنا .
ج: اور یہ دونوں رکن اس لئے ہو کہ دشمن کے شر سے اپنی جان یا مال کو حفاظت کرے .
لہذا پہلی بات تو یہ ہے کہ جھوٹ اخباری ہے اور تقیہ دشمن کو برحق ظاہر کرنا ہے .دوسری بات یہ ہے کہ جھوٹ میں یہ ضروری نہیں ہے کہ جو بات دل میں چھپا رکھا ہے وہ بھی حق ہو، جبکہ تقیہ میں یہ شرط ہے کہ جو بات دل میں چھپا رکھا ہے وہ حق ہو .
اگر کسی نے اشکال کیا کہ جھوٹ تقیہ سے اعم ہے .تو ہم جواب دیں گے کہ بالفرض تقیہ کرنے والا خبر دینے کی نیت کرے بلکہ تعریض کی نیت کرے . (6 )

تقیہ یعني منافقت!

ممکن ہے کوئی یہ ادعا کرے کہ جو مکر اورفریب منافق لوگ کرتے ہیں ، تقیہ بھی اسی کی ایک قسم ہے. کیونکہ منافق دوسروں کو دھوکہ دینے کیلئے زبان پر ایسی چیزکا اظہار کرتے ہیں جس کے برخلاف دل میں چھپا رکھا ہو .
شیخ طوسي(رہ) اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتےہیں کہ مخادع اس شخص کو کہا جاتا ہے جو دل میں موجود بات کے برخلاف زبان پر اظہار کرے تاکہ جس چیز سے وہ ڈرتا ہے اس سے وہ محفوظ رہے .اسی لئے منافق کو مخادع کہا جاتا ہے . کیونکہ وہ زبان کے ذریعے اسلام کاکلمہ پڑھ کر کفر کے حکم لگنے سے فرار کرکے اپنی جان بچاتا ہے . اگر چہ منافق مؤمن کو ظاہراً زبان کے ذریعے دھوکہ دیتا ہے ، لیکن حقیقت میں وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہوتا ہے .
یہ درست ہے کہ تقیہ میں بھی باطن کے خلاف بات کا اظہار ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنی جان بچاتا ہے ؛ لیکن یہ دونوں ( تقیہ اور نفاق) اصولاًباہم مختلف اور متفاوت ہے .اور دونوں قابل جمع بھی نہیں.
امام صادق(ع) اس مختصر حدیث میں مؤمن ہونے کا دعوا کرنے اور ایسے موارد میں تقیہ کے دامن پکڑنے والوں کو شدید طور پر ڈراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: و ایّم الله لو دعیتم لتنصرونا لقلتم لا نفعل انّما نتقي و لکانت التقیہ احبّ الیکم من آبائکم و امّھاتکم ، ولو قد قام القائم ما احتاج الي مسائلکم عن ذالك و لا قام في کثیر منکم حدّ النفاق. (7 )
یعني خدا کی قسم ! اگر تمہیں ہماری مدد کیلئے بلائے جائیں تو کہہ دینگے ہر گز انجام نہیں دیں گے،کیونکہ ہم تقیہ کی حالت میں ہیں .تمہارے والدین کا تقیہ کرنا تمہارے نزدیک زیادہ محبوب ہے ، اور جب ہمارا قائم قیام کرے گا اور ہماری حکومت تشکیل دے گا ، تو خدا کی قسم بغیر سوال کئے ، منافقین کو سزا دینا شروع کریگا جنہوں نے تمہارا حق مارا ہے .
یہ حدیث بتا تی ہے کہ امام(ع) اپنے بعض نادان دوست کے بے موقع تقیہ کرنے کی وجہ سے غم و غصہ کا اظہار فرما تے ہوئے نفاق اور تقیہ کے درمیان حد فاصل کو واضح فرمارہے ہیں .
اپنے مقدس اہداف کی ترقی کے خاطر پردہ پوشي کرنے اور چھپانے کا نام تقیہ ہے اور جائز ہے .اجتماعی اور الٰہی اہداف کی حفاظت کے خاطر اپنا ذاتی اہداف کو فدا کرنے کا نام تقیہ ہے .اس کے برخلاف اگر کوئی اپنے ذاتی مفاد کے خاطر اجتماعی اور قومی مفاد کو قربان کرے تو وہ منافق کہلائے گا.
ایک اور حدیث میں امام (ع)سے منقول ہے :جب بھی انسان ایمان کا اظہار کرے ،لیکن بعد میں عملی میدان میں اس کے برخلاف عمل کرے تو وہ مؤمن کی صفات سے خارج ہے . اور اگراظہار خلاف ایسے موارد میں کیا جائے جہاں تقیہ جائز نہیں ہے تو اس کا عذر قابل قبول نہیں ہے: لانّ للتقیہ مواضع من ازالھا عن مواضعھا لم تستقم له (8 )
کیونکہ تقیہ کے بھی کچھ حدود ہیں جو بھی اس سے باہر قدم رکھے تو وہ معذور نہیں ہوگا .اور حدیث کے آکر میں فرمایا : تقیہ وہاں جایز ہے جہاں دین اور ایمان میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو .
«کمیت» شاعر که جو مجاہدوں کی صف میں شمار ہوتا ہے کہ اپنے ذوق شاعری سے استفادہ کرتے ہوئے بنی عباس کے دور خلافت میں اس طاغوتی نظام کے خلاف قیام کیا اور مکتب اھل بیت(ع)کی حمایت کی . ایک دن امام موسي ابن جعفر(ع) کی خدمت میں پہنچا ، دیکھا کہ امام(ع) کا چہرہ بگڑا ہوہے . جب وجہ پوچھي توشدید اور اعتراض آمیز لہجے میں فرمایا :کیا تونے بنی امیہ کے بارے میں یہ شعرپڑھا ہے ؟!

فـالان صرت ا لي امّة
و الامم لھا الي مصائر
یعني ابھي تو میں خاندان بني امیه کي طرف متوجه ھوا ھوں اور ان کا کام میري طرف متوجه ھورھا ھے .
کمیت کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: مولا !اس شعر کو میں نے پڑھا ہے لیکن خدا کی قسم میں اپنے ایمان پر باقی ہوں اور آپ خاندان اہل بیت (ع)سے محبت رکھتا ہوں اور آپ کے دوستداروں سے بھی محبت رکھتا ہوں اور اسی لئےآپ کے دشمنوں سے بیزار ہوں؛ لیکن اسے میں نے تقیۃً پڑھا ہے .
امام(ع) نے فرمایا:اگر ایسا ہو تو تقیہ ہر خلاف کاروں کیلئے قانونی اور شرعی مجوز ملے گا .اور شراب خوری بھی تقیہ کے تحت جائز ہوجائے گا .اور بنی عباس کی حکومت کا دفاع کرنا بھی جائز ہوجائے گا. اس قسم کے تقیہ سے تملّق ،چاپلوسي اور ظالموں کی ثنا خوانی کا بازار گرم اور پر رونق ہوجائے گا.اور نفاق ومنافقت بھی رائج ہوجائے گا . (9 )

تقیہ، جہادکے متنافی
اشکال یه ہے : اگر تقیہ کے قائل ہوجائیں تو اسلام میں جہاد کا نظریہ ختم ہونا چاہئے . جبکہ اس جہاد کے خاطر مسلمانوں کی جان و مال ضائع ہوجاتی ہیں . (10 )
جواب: اسلامي احکام جب بھی جانی یا مالی ضرر اور نقصان سے دوچار اور روبرو ہوجاتا ہے تو دو قسم میں تقسیم ہوجاتا

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ہے :
1. وہ احکامات جن کا اجراء کرنا کسی جانی ضرر یا نقصان سے دوچار نہیں ہوتا ، جیسے نماز کا واجب ہونا ، جس میں نہ مالی ضرر ہے اور نہ جانی ضرر .
2. وہ احکامات جن کا اجرا کرنا ، جانی یا مالی طورپر ضرر یا نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے . جیسے زکوۃ اور خمس کا ادا کرنا ، راہ خدا میں جہاد کرنا وغیرہ .
تقیہ کا حکم صرف پہلی قسم سے مربوط ہے . کہ بعض موارد میں ان احکام کو بطور حکم ثانوی اٹھایا جاتا ہے .لیکن دوسری قسم سے تقیہ کا کوئی رابطہ نہیں ہے .اور جہاد کا حکم بھی دوسری قسم میں سے ہے ، کہ جب بھی شرائط محقق ہوجائے تو جہاد بھی واجب ہوجاتا ہے .اگرچہ بہت زیادہ جانی یامالی نقصان بھی کیوں نہ اٹھانی پڑے.
.............

**(1 ). نوبختي، فرق الشيعه ، ص٨٥.**
**( 2) . شيخ انصاري، رسائل ، ج١،ص ٢٩٠، ٣١٠.**
**( 3) . المحصل ، ص ١٨٢.**
**( 4) . ابن تيميه ؛ منهاج السنّه النبويه، ج ١،ص١٥٩.**
**( 5). محمود، يزدي؛ انديشه كلامي شيخ طوسي، ص ٢٧٩.**
**( 6) . همان ، ص ٢٨٠.**
**(7 ). وسائل الشيعه، ج ٢ ، باب ٢٥.**
**( 8) . همان ، ج ۶ ، باب ٢٥.**
**( 9) . مكارم شيرازي؛ تقيه سپري عميقتر، ص ٧٠.**
**(10 ) . قفاري ؛ اصول مذهب الشيعه، ج٢، ص ٨٠٧.**

## تقیہ ایک قرآني اصول

تقیہ اور آیات تبلیغ کے درمیان تعارض
آلوسی کہتا ہے کہ تقیہ ان دو آیات کے ساتھ تعارض پیدا کرتا ہے کہ جن میں پیامبر اکرم (ص ) کو تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے ( 1) .
١. يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللّهَ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ . ( 2)
اے پیغمبر آپ اس حکم کو پہنچادیں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اگر آپ نے یہ نہ کیا تو گویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا کہ اللہ کافروں کی ہدایت نہیں کرتا ہے.
اس آيہ مباركه میں اپنے حبیب کو تبلیغ کا حکم دے رہا ہے اگر چہ خوف اور ڈر ہی کیوں نہ ہو.
٢. الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا (3 ) يعني وہ لوگ ا للہ کے پیغام کو پہنچاتے ہیں اور دل میں اس کا خوف رکھتے ہیں اور اس کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے ،اوراللہ حساب کرنے کے لئے کافی ہے .
اس آیہ شریفہ میں خدا کے علاوہ کسی سے نہ ڈرنا ایک بہترین صفت قرار دیتے ہوئے سراہا گیا ہے .
اسی طرح اللہ تعالی کے احکامات کو چھپانے کی مذمت میں بھی آیات نازل ہوئی ہیں ، جیسا کہ فرمایا: إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَ يَشْترَُونَ به ثمََنًا قَلِيلاً أُوْلَئكَ مَا يَأْكلُُونَ فىِ بُطُونهِمْ إِلَّا النَّارَ وَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَ لَا يُزَكِّيهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ. (4 )
جو لوگ خدا کی نازل کی ہوئی کتاب کے احکام کو چھپاتے ہیں اور اسے تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹ میں صرف آگ بھر رہے ہیں اور خدا روز قیامت ان سے بات بھی نہ کرے گااور نہ انہیں پاکیزہ قرار دے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے .
اس اشکال کیلئے یوں جواب دے سکتے ہیں ؛ تبلیغ کبھی اصول دین سے مربوط ہے اور کبھی فروع دین سے . اور جب

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

بھی تبلیغ اصول دین سے مربوط ہو اور تبلیغ نہ کرنا باعث بنے کہ لوگ دین سے آشنائی پیدا نہ کرے اور لوگوں کی دین سے آشنائی اسی تبلیغ پر منحصر ہو تو یہاں تقیہ حرام ہے اور دائرہ تقیہ کو توڑ کر تبلیغ میں مصروف ہونا چاہئے ، اگرچہ تقیہ ضرر جانی یا مالی کا سبب کیوں نہ بنے ؛ کیونکہ آیات مذکورہ اور داخلی اور خارجی قرینے سے پتہ چلتا ہے کہ تقیہ اسی نوع میں سے ہے . یہاں تقیہ بے مورد ہے .
لیکن اگر تقیہ فروع دین سے مربوط ہو تو یہاں تبلیغ اور جانی ومالی نقصانات کا مقائسہ کرے گا کہ کس میں زیادہ مصلحت پائی جاتی ہے ؟ اور کون سا زیادہ مہم ہے ؟اگر جان یا مال بچانا تبلیغ سے زیادہ مہم ہو تو وہاں تقیہ کرتے ہوئے تبلیغ کو ترک کرنا واجب ہے . مثال کے طور پر ایک کم اہمیت والا فقہی فتویٰ دے کر کسی فقیہ یا عالم دین کی جان بچانا.

تقیہ اور ذ لّت مؤمن

اشکال :وہابي لوگ کہتے ہیں کہ تقیہ مؤمن کی ذلت کا باعث ہے . خداتعالی نے ہر اس چیز کو جو باعث ذلت ہو ،اسے شریعت میں حرام قرار دیا ہے . اور تقیہ بھی انہی میں سے ایک ہے. (5)
جواب:اس جملے کاصغریٰ مورد اشکال ہے کیونکہ یہ بات قابل قبول نہیں کہ اگر تقیہ کو اپنے صحیح اور جائز موارد میں بروی کار لایا جائے تو موجب ذلت نہیں ہوسکتا . کیونکہ دشمن کے سامنے ایک اہم مصلحت کے خاطر حق بات کرنے سے سکوت اختیار کرنا یا حق کے خلاف اظہار کرنا نہ ذلت کا سبب ہے اور نہ مذمت کاباعث .
چنانچہ عمار ابن یاسر نے ایسا کیا تو قرآن کریم نے بھي اس کی مدح سرائي شروع کی .

تقیہ ،ما نع امر بہ معروف

اشکال یہ ہے کہ تقیہ انسان کو امربہ معروف اور نہی از منکر کرنے سے روکتی ہے . کبھی جان کا خوف دلا کر تو کبھی مال یا مقام کا .جب کہ یہ دونوں (امر اور نہی ) واجبات اسلام میں سے ہے .اس مطلب کی تائید میں فرمایا : افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر. ظالم و جابر حکمران کے سامنے حق بات کا اظہار کرنا بہترین جہاد ہے .
اس کا جواب کئی طرح سے دیا جاسکتا ہے :
١ـ امر بہ معروف و نهي از منکر بہ صورت مطلق جائز نہیں . بلكه اس کیلئے بھی کچھ شرائط و معیارہے كه اگر یہ شرائط اور معیار موجود ہوں تو واجب ہے ..ورنہ اس کا واجب ہونا ساقط ہوجائے گا .
من جمله شرائط امر بہ معروف و نهي از منکر میں سے یہ ہیں :انکار کرنے میں کوئی ایسا مفسده موجود نہ ہو جو اس سے بھی کسی بڑے جرم ،جیسے قتل و غارت میں مبتلا ہو جائے . ایسی صورت میں تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ امر بہ معروف و نہی از منکر کرنا جائز نہیں ہے .
٢ـوہ روایات جو ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کا اظہار کرنے کو ممدوح قرار دیتی ہیں ، وہ خبر واحد ہیں جو ادلہ عقلی کے ساتھ مقابلہ نہیں کرسکتی . یعنی تعارض کے موقع پر دلیل عقلی مقدم ہو گا ،اس سے دفع ضرر اور حفظ جان مراد ہے . ( 6)

تقیہ امام معصوم(ع)سےمربوط شبہات

اشکال کرنے والا اس مرحلے میں تقیہ کے شرعی جواز کو فی الجملہ قبول کرتا ہے ، کہ بعض موارد میں مؤمنین کیلئے تقیہ کرنا جائز ہے . لیکن دینی رہنماؤں جیسے امام معصوم(ع) کیلئے تقیہ کرنا جائز نہیں ہے . کیونکہ اگر دین کے رہنما تقیہ کرے تو درج ذیل اشکالات وارد ہوسکتے ہیں :

تقیہ اور امام(ع) کا بیان شریعت

شیعہ عقیدے کے مطابق امام معصوم (ع)کے وجود مبارک کوشریعت اسلام کے بیان کیلئے خلق کیا گیا ہے . لیکن اگر یہ حضرات تقیہ کرنے لگے تو بہت سارے احکام رہ جائیں گےاور مسلمانوں تک نہیں پہنچ پائیں گے. اور ان کي بعثت کا فلسفہ بھي ناقص ہو گا.
اسی سلسلے میں اہل سنت کے ایک عالم نے اشکال کیا ہے کہ اللہ تعالی ٰ نے علي(ع) کو اظہار حق کے خاطر منصوب کیا ہے تو تقیہ کیا معني رکھتا ہے ؟!
اس شبہہ کا جواب یہ ہے كه امامان معصوم (ع)نے بہترین انداز میں اپنے وظیفے پر عمل کئے ہیں لیکن ہمارے مسلمان بھائیوں نے ان کے فرامین کو قبول نہیں کیا (7 ).

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

چنانچه حضرت علي(ع) کے بارے میں منقول ہے آپ ۲۵ سال خانہ نشین ہوئے تو قرآں مجید کی جمع آوری ، آیات کی شأن نزول ، معارف اسلامی کی توضیح اور تشریح کرنے میں مصروف ہوگئے . اور ان مطالب کو اونٹوں پر لاد کر مسجد میں مسلمانوں کے درمیان لے گئے تاکہ ان معارف سے لوگ استفادہ کریں ؛ لیکن خلیفہ وقت نے اسے قبول کرنے سے انکار کیا .

جب امام نے یہ حالت دیکھي تو خاص شاگردوں کي تربيت اور ان کو اسلامي احکامات اور دوسرے معارف کا تعليم ديتے ہوئے اپنا شرعي وظيفه انجام دينے لگے ؛ ليکن يه هماري کوتاهي تهي که هم نے ان کے فرامين کو پس پشت ڈالا اور اس پر عمل نهيں کيا .

امام (ع) کتقیہ اور شیخ طوسي(رہ)

امام کیلئے تقیہ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ اس میں دو قول ہیں:

1. معتزلہ والے کہتے ہیں کہ امام کیلئے تقیہ کرنا جائز نہیں ہے . کیونکہ امام کا قول ، پیامبر اسلامﷺ کے قول کی طرح حجت ہے .

2. امامیہ والے کہتے ہیں کہ اگر تقیہ کے واجب ہونے کے اسباب نہ ہو،کوئی اور مانع بھي موجود نہ ہو تو امام تقیہ کرسکتے ہیں .

شیخ طوسي(رہ) کے ان بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام تقیہ کرسکتے ہیں بشرطیکہ شرائط موجود ہو .

امام(ع)کیلئے تقیہ جائز ہونے کے شرائط

Ø شرعی وظیفوں پر عمل پیرا ھونا اور احکام کی معرفت حاصل کرنا اگر فقط امام پر منحصر نہ ہو جیسے امام کا منصوص ہونا فقط امام کے قول پر منحصر نہیں ہے بلکہ قول پیامبر ﷺ اور عقل سلیم کے ذریعے سے بھی مکلف جان سکتا ہے تو ايسي صورت ميں امام تقیہ کرسکتے ہیں .

Ø اس صورت میں امام تقیہ کرسکتے ہیں کہ آپ کا تقیہ کرنا حق تک پہنچنے میں رکاوٹ نہ بنے . اورساتھ ہی شرائط بھی پوری ہو.

Ø جن موارد میں امام تقیہ کررہے ہیں وہاں ہمارے پاس واضح دلیل موجود ہوکہ معلوم ہوجائے کہ امام حالت تقیہ میں حکم دے رہے ہیں .

اس بنا پر اگر احکام کی معرفت امام میں منحصر نہ ہو ، یا امام کا تقیہ کرنا حق تک جانے میں رکاوٹ نہ ہو اور کوئی ایسی ٹھوس دلیل بھی نہ ہو جو امام کا تقیہ کرنے کو جائز نہیں سمجھتی ہو اور ساتھ ہی اگر معلوم ہو کہ امام حالت تقیہ میں ہو تو کوئی حرج نہیں کہ امام تقیہ کرسکتے ہیں . (8)

..............

**(1) . ابوالفضل آلوسي؛ روح المعاني،ج ٣، ص ١٢٥.**
**(2) . مائده٦٧.**
**(3) . احزاب ٣٩.**
**(4) . بقره ١٧٤.**
**(5). موسي موسوي؛ الشيعه و التصحيح ، ص ٦٧.**
**(6). دکتر محمود يزدي؛ انديشه هاي کلامي شيخ طوسي، ص ٢٨٩.**
**(7). محمد باقر حجتي؛ تاريخ قرآن کريم، ص ٣٨٧.**
**(8). محمود يزدي؛ انديشه هاي کلامي شيخ طوسي، ص٣٣٣.**



Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تقیہ، فرمان امام(ع) پر عدم اعتماد کاباعث
شیعہ مخالف لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر ہمارے ائمہ معصومین(ع)وسیع پیمانے پر تقیہ لگے تو یہ احتمال ساری روایات جو ان حضرات سے ہم تک پہنچی ہیں ،میں پائی جاتی ہے کہ ہر روایت تقیہ کرکے بیان کئے ہوں .اس صورت میں کسی ایک روایت پر بھی ہم عمل نہیں کرسکتے .کیونکہ کوئي بھی روایت قابل اعتماد نہیں ہوسکتي.
اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ہمارے ائمہ معصومین(ع) کا تقیہ کرنا کسی قواعد و ضوابط کےبغیر ہو تو یہ اشکال وارد ہے . لیکن ہمارا عقیدہ ہے کہ تقیہ کرنے کیلئے خواہ وہ تقیہ کرنے والا امام ہو یا عوام ہو یا خواص ہو ، خاص شرائط ہیں اگر وہ شرائط نہ ہو تو تقیہ کرنا کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے .اور جب اماموں کے تقیہ کے علل و اسباب اگر ان کو معلوم ہوجائے تو یہ اشکال بھی باقی نہیں رہے گا .

تقیہ اور علم امام (ع)
علم امام(ع)کے بارے میں شیعہ متکلمین کےدرمیان دو نظریے پائے جاتے ہیں :اور یہ اختلاف بھی روایات میں اختلاف ہونے کی وجہ سے پیدا ہوگئے ہیں .
پہلا نظریہ : قدیم شیعہ متکلمین جیسے ، سید مرتضي(رہ) وغیرہ معتقد ہیں کہ امام تمام احکامات اور معارف اسلامی کا علم رکھتےہیں . لیکن مختلف حادثات اور بعض واقعات جیسے اپنی رحلت کب ہوگی؟ یا دوسروں کی موت کب واقع ہوگی ؟و...بصورت موجبہ جزئیہ ہے نہ موجبہ کلیہ .
دوسرا نظریہ : علم امام(ع) دونوں صورتوں میں یعنی تمام احکامات دین اور اتفاقی حادثات کے بارے میں بصورت موجبہ کلیہ علم رکھتے ہیں . (1 )
بہ ہر حال دونوں نظریہ کا اس بات پر اتفاق هے كه علم امام(ع)احکام اور معارف اسلامي کے بارے میں بصورت موجبہ ہے . وہ شبہات جو تقیہ اور علم امام سے مربوط ہے وہ بعض کے نزدیک دونوں مبنا میں ممکن ہے . اور بعض کے نزدیک صرف دوسرے مبنی میں ممکن ہے .
پہلا اشکال: تقیہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ائمہ(ع) تمام فقهي احکام اور اسلامي معارف کا علم نہیں رکھتے ہیں اور اس کی توجیہ کرنےاور روایات میں موجود اختلاف کو ختم کرنے کیلئے تقیہ کا سہارا لیتے ہیں.
اس اشکال کو سلیمان ابن جریر زیدي نے مطرح کیا ہے ،جوعصر ائمہ(ع)میں زندگی کرتا تھا .وہ کہتا ہے کہ رافضیوں کے امام نے اپنے پیروکاروں کیلئے دو عقیدہ بیان کئے ہیں . جس کی موجودگی میں کوئی بھی مخالف ان کے ساتھ بحث و مباحثہ میں نہیں جیت سکتا.
پہلا عقیدہ بداء ہے .
دوسرا عقیدہ تقیہ ہے.
شیعیان اپنے اماموں سے مختلف مواقع پر سوال کرتے تھے اور وہ جواب دیاکرتے تھے اور شیعہ لوگ ان روایات اور احادیث کو یاد رکھتے اور لکھتے تھے ،لیکن ان کے امام ، چونکہ کئی کئی مہینے یا سال گذرجاتے لیکن ان سے مسئلہ پوچھنے والا کوئی نہیں ہوتا تھا ؛ جس کی وجہ سے وہ پہلے دئے ہوئے جوابات بھی بھول جاتے تھے . کیونکہ اپنے دئے گئے جوابات کو یاد نہیں رکھتے تھے اس لئے ایک ہی سوال کے مختلف اور متضاد جوابات دئے جاتے تھے .اورشیعہ جب اپنے اماموں پر ان اختلافات کے بارے میں اشکال کرتےتھے تو توجیہ کرتے ہوئے کہتے تھے کہ ہمارے جوابات تقیۃً بیان ہوئے ہیں .اور ہم جو چاہیں اور جب چاہیں جواب دے سکتے ہیں .کیونکہ یہ ہمارا حق ہے. اور ہم جانتے ہیں کہ کیا چیز تمہارے مفاد میں ہے اور تمہاری بقا اور سالمیت کس چیز میں ہے .اور تمہارے دشمن کب تم سے دست بردار ہونگے .
سلیمان آگے بیان کرتا ہے : پس جب ایسا عقیدہ ایجاد ہوجائے تو کوئی بھی ان کے اماموں پر جھوٹے ہونے کا الزام نہیں لگا سکتا . اور کبھی بھی ان کے حق اور باطل میں شناخت نہیں کرسکتا. اور انہی تناقض گوئی کی وجہ سے بعض شیعیان ابو جعفر امام باقر(ع) کی امامت کا انکار کرنے لگے . (2 )
پس معلوم ہوا کہ دونوں مبنی کے مطابق شیعوں کے اماموں کے علم پر یہ اشکال وارد ہے .

**جواب :**
امامیه کا یہ عقیدہ ہے کہ ان کے امامان معصوم(ع) تمام احکام اور معارف الهي کے بارے میں کلی علم رکھتےہیں اس بات پر متقن دلیل بھی بیان کیا گیا ہے لیکن ممکن ہے وہ دلائل برادران اہل سنت کیلئے قابل قبول نہ ہو.
چنانچہ شیخ طوسي (رہ)نے اپنی روایت کی کتاب تہذیب الاحکام کو انہی اختلافات کی وضاحت اور جواب کے طور پر

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

لکھی ہے .
علامه شعراني(ره) اور علامه قزويني(ره) یہ دو شیعه دانشمندکا بھی یہی عقیده ہے کہ شیعوں کے امام تقیہ نہیں کرتے تھے بلکہ تقیہ کرنے کا اپنے ماننے والوں کو حکم دیتے تھے .
علامه شعراني(ره) کہتے ہیں : ائمه (ع) تقیہ نہیں کرتے تھے بلکہ صرف امر بہ معروف کیا کرتے تھے کیونکہ اماماں تمام واقعیات سے باخبر تھے : اذا شائوا ان یعلموا علموا.کے مالک تھے ہمارے لئے تو تقیہ کرنا صدق آتا ہے لیکن ائمہ کیلئے صدق نہیں آتا کیونکہ وہ لوگ تمام عالم اسرار سے واقف ہیں .
علامه قزويني(ره) فرماتے ہیں :ائمہ (ع)تقیہ نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ لوگ عالم تھے اور تمام اوقات اور وفات کی کیفیت اور نوعیت سے باخبرتھے . اس لئے صرف ہمیں تقیہ کا حکم دیتے تھے . (3 )

اس شبہہ کا جواب
اولا: علم امام کے دوسرے مبنا پر یه اشکال هے نه پهلے مبنا پر ، کیونکه ممکن هے جو پهلےمبنا کا قائل هے وه کهے امام اپنی موت اور مرنے کے وقت اور کیفیت سے آگاه نهیں تھے ، اس لئے جان کے خوف سے تقیه کرتے تھے .
ثانیاً : امام کا تقیه کرنا اپنی جان کے خوف سے نهیں بلکه ممکن هے اپنے اصحاب اور چاهنے والوں کی جان کے خوف سے هوں ؛ یا اهل سنت کے ساتھ مدارات اور اتحاد کے خاطر تقیه کئے هوں. دوسرے لفظوں میں اگر کهیں که تقیه کبھی بھی جان یا مال کے خوف کے ساتھ مختص نهیں هے .
ثالثاً: جو لوگ دوسرے مبنا کے قائل هیں ممکن هے کهه دیں که امام اپنی موت کے وقت اور کیفیت کا علم رکھتے تھے اور ساتھ هی جان کا خوف بھی کھاتے اور تقیه کے ذریعے اپنی جان بچانا چاهتے تھے .
ان دو شیعه عالم دین پر جو اشکال وارد هے یه هے ، که اگر آپ ائمه کے تقیه کا انکار کرتے هیں تو ان تمام روایتوں کا کیا جواب دیں گے که جن میں خود ائمه طاهرین (ع) تقیه کے بہت سے فضائل بیان فرماتے هیں اور ان روایتوں کا کیا کروگے جو امام کے تقیه کرنے کو ثابت کرتی هیں؟!

تقیہ اور عصمت
احکام اسلام کی تبلیغ اور ترویج میں ایک عام دین دارشخص سے بھی ممکن نهیں هے که وه کسی بات کو خدا اور رسول کی طرف نسبت دے دے . تو یه کیسے ممکن هے که امام تقیه کرتے هوئے ایک ناحق بات کو خدا کی طرف نسبت دے ؟!یه حقیقت میں امام کے دین اور عصمت پر لعن کرنے کے مترادف هے ! . (4 )
جواب یه هے که اگر هم تقیه کی مشروعیت کو آیات کے ذریعے ثابت مانتے هیں چنانچه اهل سنت بھی اسے مانتے هیں ، کهه سکتے هیں که الله تعالی نے تقیه کو حکم کلی قرار دیا هے.
هم نهیں کهه سکتے هیں که امام (ع) نے بہ عنوان حکم اولی اس بات کو خدا کی طرف نسبت دی هے ؛ لیکن بعنوان حکم ثانوی کسی بات کو خدا کی طرف نسبت دینے میں کوئی اشکال نهیں هے .جیسے خود الله تعالیٰ نے قرآن مجید میں مجبور شخص کیلئے مردار کھانے کوبحکم ثانوی ، جائز قرار دیا هے .
ثانیاً: شیعه اپنے اماموں کوصرف راوی کی حیثیت سے قبول نهیں کرتے بلکه انهیں خودشارعین میں سے مانتے هیں .جو اپنے صلاح دید کے مطابق حکم جاری کرتےهیں .

بجائےتقیہ؛ خاموشی کیوں اختیار نهیں کرتے؟
اشکال: تقیه کے موقع پر امام بطور تقیه جواب دینے کے بجائے خاموشی کیوں اختیار نهیں کرتے ؟!

جواب :
اولا: امام معصوم(ع) نےبعض موارد میں سکوت بھی اختیار کئے هیں اور کبھی طفره بھی کئے هیں اورکبھی سوال اور جواب کو جابجا بھی کئے هیں .
ثانیا:سکوت خود تعریف تقیہ کے مطابق ایک قسم کاتقیه هے که جسے تقیه کتمانیه کها گیاهے .
ثالثا: کبھی ممکن هے که خاموش رهنا ، زیاده مسئله کو خراب کرے . جیسے اگر سوال کرنے والا حکومت کا جاسوس هو تو اس کو گمراه کرنے کیلئے تقيةً جواب دینا هي زیاده فائده مند هے . (5 )
رابعا: کبھی امام کے تقیه کرنے کے علل اور اسباب کو مد نظر رکھتے هوئے واقعیت کے خلاف اظهار کرنا ضروری

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

هوجاتا هے . جیسے اپنے چاهنے والوں کی جان بچانے کے خاطر اپنے عزيز کو دشمنوں کے درميان چهوڑنا . اور يه صرف اور صرف واقعيت کے خلاف اظهار کرکے هی ممکن هے .اور کبهی دوستوں کی جان بچانے کيلئے اهل سنت کے فتوی کے مطابق عمل کرنے پر مجبور هوجاتے تهے . چنانچه امام موسي کاظم(ع) نے علي ابن يقطين کو اهل سنت کے طريقے سے وضو کرنے کا حکم ديا گيا . (6)

تقیہ کے بجائے توريه کيوں نهيں کرتے ؟!

شبہہ: امام(ع)موارد تقیہ ميں توريه کرسکتے هيں، تو توريه کيوں نهيں کرتے ؟ تاکه جهوٹ بولنے ميں مرتکب نه هو .(7)

اس شبہہ کا جواب:

اولاً:تقيه کے موارد ميں توريه کرنا خود ايک قسم کا تقيه هے .

ثانياً: همارا عقيده هے که اگر امام کيلئے هر جگه توريه کرنے کا امکان هوتا تو ايسا ضرور کرتے .

ثالثاً:بعض جگهوں پر امام کيلئے توريه کرنا ممکن نهيں هوتا اور اظهار خلاف پر ناچار هوجاتےهيں.

تقیہ اور دين کا دفاع

شبہہ:اس ميں کوئی شک نهيں که الله کے نيک بندوں کی ذمه داريوں ميں سے ايک اهم ذمه داری ، الله تعالیٰ کے دين کی حفاظت کرنا هے .اگر چه اس راه ميں قسم قسم کی اذيتيں اور صعوبتيں برداشت کرنا پڑے .اور اهل بيت پيامبر(ص) بالخصوص ان ذمه داری کو نبهانے کيلئے زياده حقدار هيں . (8)

جواب:ائمه طاهرين (ع)نے جب بهی اصل دين کيلئے کوئی خطر محسوس کيا اور اپنے تقيه کرنے کو اسلام پر کوئی مشکل وقت آنے کا سبب پايا تو تقيه کو ترک کرتے هوئے دين کی حفاظت کرنے ميں مصروف هوگئے .اور اس راه ميں اپنی جان دينے سے بهی دريغ نهيں کيا .جس کا بهترين نمونه سالار شهيدان اباعبدالله (ع) کا دين مبين اسلام کا دفاع کرتے هوئے اپنی جان کے علوه اپنے عزيزوں کی جانوں کا بهی نذرانه دينے سے دريغ نهيں کيا .

ليکن کبهی ان کا تقيه نه کرنا اسلام پر ضرر پهنچنے ، مسلمانوں کا گروہوں ميں بٹنے ، اسلام دشمن طاقتوں کے کامياب هونے کا سبب بنتا تو ؛ وه لوگ ضرور تقيه کرتے تهے ..چنانچه اگر علي(ع) رحلت پيامبر ﷺ کے بعد تقيه نه کرتے اور مسلحانه جنگ کرنے پر اترآتے تو اصل اسلام خطرے ميں پڑ جاتا . اور جو ابهي ابهي مسلمان هو چکے تهے ، دوباره کفر کي طرف پلٹ جاتے .کيونکه امام کو اگرچه ظاهري فتح حاصل هوجاتي ؛ ليکن لوگ کهتے که انهوں نے پيامبر کے جانے کے بعد ان کي امت پر مسلحانه حمله کرکے لوگوں کو اسلام سے متنفر کيا .

پس معلوم هوا که ائمه طاهرين (ع) کا تقيه کرنا ضرور بہ ضرور اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت کے پيش نظر تها.

..............

**(1 ). کليني ؛ اصول کافي، ج۱ ، ص ۳۷۶.**

**(2 ).۱. نوبختي؛ فرق الشيعه ، ص ۸۵ ـ۸۷.**

**(3 ) . مجله نور علم، ش ۵۰ ـ ۵۱، ص ۲۴ ـ ۲۵.**

**(4 ). محسن امين، عاملي؛ نقض الوشيعه ، ص ۱۷۹.**

**(5 ). فخر رازي؛ محصل افکار المتقدمين من الفلسفه والمتکلمين،ص ۱۸۲.**

**(6 ). همان ، ص ۱۹۳.**

**(7 ). وسائل شيعه، ج۱، ص ۲۱۳.**

**(8 ) . ابوالقاسم، آلوسي؛ روح المعاني،ج۳، ص۱۴۴.**

تقیہ ايک قرآني اصول

تقیہ « سلوني قبل ان تفقدوني» کے منافی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

امام علي(ع) فرماتے ھیں : مجھ سے پوچھو قبل اس کے کہ میں تمھارے درمیان سے اٹھ جاؤں ، اور تم مجھے پانہ سکو .
اس روایت میں سوال کرنے کا حکم فرمارھے ھیں ، جس کا لازمہ یہ ھے کہ جو کچھ آپ بطور جواب فرمائیں گے ، اسے قبول کرنا ھم پر واجب ھوگا؛ اور امام کا تقیہ کرنے کا لازمہ یہ ھے کہ بعض سوال کا امام جواب نھیں دیں گے.
جواب : یہ کلام امیر المومنین (ع) نے اس وقت فرمایا ، کہ جب آپ برسر حکومت تھے ؛ جس وقت تقیہ کے سارے علل و اسباب مفقود تھے .یعنی تقیہ کرنے کی ضرورت نہ تھی.اور جو بھی سوال آپ سے کیا جاتا ،اس کا جواب تقیہ کے بغیر کاملاً دئے جاسکتے تھے . البتہ اس سنھرے موقع سے لوگوں نے استفادہ نھیں کیا .
لیکن ھمارے دیگر ائمہ طاھرین (ع)کو اتنی کم مدت کابھی موقع نھیں ملا. یھی وجہ ھے کہ بقیہ اماموں سے ایسا جملہ صادر نھیں ھوا . اگرچہ شیعہ اور سنی سوال کرنے والوں کو احکام بیان کرنے میں ذرہ برابر کوتاھی نھیں کی .
امام سجاد(ع) سے روایت ھے کہ ھم پر لازم نھیں ھے کہ ھمارے شیعوں کے ھر سوال کا جواب دیدیں .اگر ھم چاھیں تو جواب دیں گے ، اور اگر نہ چاھیں تو گریز کریں گے . (1 )

تقیہ اور شجاعت

اس شبہہ کی وضاحت کچھ یوں ھے کہ شیعوں کا عقیدہ ھے کہ ان کے سارے امام انسانیت کے اعلاترین کمال اور فضائل کے مرتبے پر فائز ھیں . یعنی ھر کمال اور صفات بطور اتم ان میں پائے جاتے ھیں . اور شجاعت بھی کمالات انسانی میں سے ایک ھے .
لیکن تقیہ اور واقعیت کے خلاف اظھار کرنا بہت سارے مواقع پر جانی خوف کی وجہ سے ھے .
اس کے علوہ اس سخن کا مضمون یہ ھے کہ ھمارے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے رھنما اور امام بھیجے ھیں، جو اپنی جان کی خوف کی وجہ سے پوری زندگی حالت تقیہ میں گذاری . (2 )
جواب: اولاً شجاعت اور تھور میں فرق ھے . شجاعت حد اعتدال اور درمیانی راہ ھے لیکن تھور افراط اور بزدلی ، تفریط ھے .اور شجاعت کا یہ معنی نھیں کہ بغیر کسی حساب کتاب کے اپنے کو خطرے میں ڈالدے . بلکہ جب بھی کوئی زیادہ اھم مصلحت خطرے میں ھو تو اسے بچانے کی کوشش کرتے ھیں .
ثانیاً: ھمارے لئے یہ بات قابل قبول نھیں ھے کہ تقیہ کے سارے موارد میں خوف اور ترس ھی علت تامہ ھو ، بلکہ اور بھی علل و اسباب پائے جاتے ھیں جن کی وجہ سے تقیہ کرنے پر مجبور ھوجاتے ھیں .جیسے اپنے ماننے والوں کی جان بچانے کے خاطر ، کبھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ محبت اور مودت ایجاد کرنے کے خاطر تقیہ کرتے ھیں . جن کا ترس اور خوف سےکوئی رابطہ نھیں ھے .
ثالثاً: امام کا خوف اپنی جان کی خوف کی وجہ سے نھیں بلکہ دین مقدس اسلام کے مصالح اور مفاد کے مد نظرامام خائف ھیں ، کہ ایسا نہ ھو ، دین کی مصلحتوں کو کوئی ٹھیس پھنچے .جیسا کہ امام حسین (ع) نے ایسا ھی کیا .
اب اس اشکال یا بہتان کا جواب کہ ائمہ طاھرین(ع) نے اپنی آخری عمر تک تقیہ کیا ھے ؛ یہ ھے:
اولاً : یہ بالکل بیھودہ بات ھے اور تاریخ کے حقائق سے بہت دور ھے .کیونکہ ھم ائمہ طاھرین (ع)کی زندگی میں دیکھتےھیں کہ بہت سارے موارد میں انھوں نے ظالم و جابر حکمرانوں کے ساتھ بہادرانہ طور پر جنگ و جھاد کئے ھیں .
چنانچہ امام موسی کاظم (ع)نے اس وقت ، کہ جب ھارون نے چاھا کہ باغ فدک آپ کو واپس کریں ، ھارون الرشید کے کارندوں کے سامنے برملا عباسی حکومت کے نامشروع اور ناجائز ھونے کا اعلان فرمایا ، اور مملکت اسلامی کے حدود کو مشخص کیا .
ثانیاً : ھدایت بشر ی صرف معارف اسلامی کا برملا بیان کرنے پر منحصر نھیں ھے ، بلکہ بعض اھم اور مؤثر افراد تک اپنی بات کو منتقل کرنا بھی کافی اور باعث بنتا تھا کہ سارے لوگوں تک آپ کا پیغام پھنچ جائیں.

تقیہ اور تحلیل حرام و تحریم حلال

شبہہ یہ ھے کہ اگر اس بات کو قبول کرلے کہ امام بعض فقھی مسائل کا جواب بطو رتقیہ دیں گے تو مسلماً ایسے موارد میں حکم واقعی (حرمت) کے بجائے (حلیت ) کا حکم لگے گا . اور یہ سبب بنے گا شریعت میں تحلیل حرام اور تحریم حلال کا، یعني حرام حلال میں بدل جائے گا اورحلال حرام میں ... (3)
اس شبہہ کا جواب یہ ھے کہ شیعوں کے نزدیک تقیہ سے مراد ؛اضطراری حالات میں بعنوان حکم ثانوی ،آیات اور روایات معصوم(ع) کی پیروی کرنا ھے .
تقیہ کا حکم بھی دوسرے احکام جیسے اضطرار، اکراہ ، رفع ضرر اور حرج کی طرح ھے ، کہ ایک معین وقت کیلئے حکم

اولی کو تعطیل کرکے اس کی جگه تقیه والا حکم لگایا جاتا هے .اور ان جیسے احکام ثانوی فقه اهلسنت میں بھی هر جگه موجود هے .

تقیہ ا يك حكم اختصاصي هے يا عمومي؟
اس حصے ميں درج ذيل مسائل کي بررسی کرنے کي ضرورت هے :
1. قانون تقیه پر اعتقاد رکھنا کیا صرف شیعه امامیه کے ساتھ مختص هے یا دوسرے مکاتب فکر بھی اس کے قائل هیں ؟اور اسے ایک الهی قانون کی حیثیت سے قبول کرتے هیں ؟!
2. کیا تقیہ کوئی ایسا حکم هے جو هرجگه اور هرحال میں جائز هے یا اس کے لئے بھی خاص زمان یا مکان اور دیگر اسباب کا خیال رکھنا واجب هے ؟
3. کیا حکم تقیہ ،متعلّق کے اعتبار سے عام هے یا نهیں ؟ بطوری که سارےلوگ ایک خاص شرائط میں اس پر عمل کرسکتے هیں ؟ یا بعض لوگ بطور استثنا هر عام و خاص شرائط کے بغیر بھی تقیه کرسکتے هیں ؟جیسے : پیامبر(ص) و امام(ع)؟

جواب: دو احتمال هیں :
۱ـ تقیہ يك حكم ثانوي عام هے که سارے لوگ جس سے استفاده کرسکتے هیں .
۲ـ پیامبران تقیہ سے مستثنی هیں . کیونکه عقلی طور پر مانع موجود هے . شیخ طوسي(ره) اور اکثر مسلمانوں نے دوسرے احتمال کو قبول کئے هیں . که پیامبر(ص) کیلئے تقیہ جائز نهیں هے .کیونکه اس کی شناخت اور علم اور رسائی صرف اور صرف پیامبر(ص) کے پاس هے .
اور صرف پیامبر (ص) اور ان کے فرامین کے ذریعے شریعت کی شناخت اور علم ممکن هے .پس جب پیامبر(ص) کیلئے تقیه جائز هو جائے تو همیں کوئی اور راسته باقی نهیں رهتا جس کے ذریعے اپنی تکلیف اور شرعی وظیفه کو پهچان لیں اور اس پر عمل کریں . (4 )
اسی لئے فرماتے هیں : فلا يجوز علي الانبياء قبائح و لا التقية في اخبارهم لا نّه يؤدي الي التشكيك(5 ) یعنی انبیا کیلئے نه عمل قبیح جائز هے اور نه اپنی احادیث بیان کرنے میں تقیه جائز هے.کیونکه تقیه آپ کے فرامین میں شکوک و شبہات پیدا هونے کا باعث بنتا هے. اور جب که هم پر لازم هے که هم پیامبر ﷺ کی هربات کی تصدیق کریں .اور اگر پیامبر ﷺ کے اعمال ، شرعی وظیفے کو همارے لئے بیان نه کرے اور همیں حالت شک میں ڈال دے ؛ تو یه ارسال رسل کی حکمت کے خلاف هے . پس پیامبر ﷺ کے لئے جائز نهیں که تقیه کی وجه سے هماری تکالیف کو بیان نه کرے .
شيخ طوسي(ره)پر اشکال : اگر هم اس بات کے قائل هوجائیں که پیامبر ﷺ کیلئے تقیه جائز نهیں هے تو حضرت ابراهیم (ع)کا نمرود کے سامنے بتائی گئی ساری باتوں کیلئے کیا تأویل کریں گے که بتوں کو آنحضرت هی نے توڑ کر بڑے بت کی طرف نسبت دی ؟!اگر اس نسبت دینے کو تقیه نه مانے تو کیا توجیه هوسکتی هے ؟!

شيخ طوسي (ره) کاجواب:آپ نے دو توجیه کئے هیں :
۱. بل فعله کو «ان کانوا ينطقون»کے ساتھ مقید کئے هیں . يعني اگریه بت بات کرتاهے تو ان بتوں کوتوڑنے والا سب سے بڑا بت هے .جب که معلوم هے که بت بات نهیں کرسکتا.
۲. حضرت ابراهیم(ع) چاهتے تھے که نمرود کے چیلوں کو یه بتا دے که اگر تم لوگ ایسا عقیده رکھتے هو تو یه حالت هوگی . پس آپ کا یه فرمانا: « بل فعله كبيرهم» الزام کے سوا کچھ نهیں اور « اني سقيم» سے مراد یه که تمهارے گمراه هونے کی وجه سے روحی طور سخت پریشانی میں مبتلا هوں.
اسی طرح حضرت یوسف(ع) کا:« انّكم لسارقون»کهنا بھی تقیه هی تھا ، ورنه جھوٹ قاموس نبوت سے دور هے . (6 )
تمام انبیاءالهی کے فرامین میں توریه شامل هے اور توریه هونا کوئی مشکل کا سبب نهیں بنتا .اور توریه بھی ایک قسم کا تقیه هے .ثانیاً انبیاء الهی کے فرامین احکام شرعی بیان کرنے کے مقام میں نهیں هے .

کیوں کسی نے تقیه کیا اور کسی نے نهیں کیا ؟!
یه سوال همیشه سے لوگوں کے ذهنوں میں ابھرتا رهتا هے که کیوں بعض ائمه اور ان کے چاهنے والوں نے تقیه کیا اور

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

خاموش رہے ؟! لیکن بعض ائمہ نے تقیه کو سرے سے مٹادئے اور اپنی جان تک کی بازی لگائی ؟!
اور وہ لوگ جو مجاهدین اسلام کی تاریخ ، خصوصاً معاویہ کی ذلت بار حکومت کے دور کا مطالعه کرتے تو ان کو معلوم هوتا ،که تاریخ بشریت کا سب سے بڑا شجاع انسان یعنی امیر المؤمنین(ع) کا چهرہ مبارک نقاب پوش هوکر رہ گیا . جب یه ساری باتیں سامنے آتی هیں تو یه سوال ذهنوں میں اٹهتا هے که کیوں پیامبر ﷺ اور علی(ع) کے باوفا دوستوں کے دو چهرے کاملاً ایک دوسرے سے مختلف نظر آتا هے :
ایک گروہ : جو اپنے زمانے کے ظالم و جابر حکمرانوں کی آنکهوں میں آنکهیں ڈال کر ان کا مقابله کرنے پر اتر آتے هیں ؛ جیسے میثم تمار ، حجر بن عدی، عبدالله و... اسی طرح باقی ائمه کے بعض چاهنے والوں نے دشمن اور حاکم وقت کے قید خانوں میں اپنی زندگیاں رنج و آلام میں گذارتے هوئے اپنی جانوں کا نذرانه پیش کئے .اور وحشتناک جلادوں کا خوف نهیں کهائے ، اور عوام کو فریب دینے والے مکار اور جبار حاکموں کا نقاب اتار کر ان کا اصلی چهرہ لوگوں کے سامنے واضح کردئے .
اور دوسرا گروہ : باقی ائمه طاهرین کے ماننے والوں اور دوستوں میں بہت سارے ، جیسے علی ابن یقطین بڑی احتیاط کے ساتھ هارون الرشید کے وزیراور مشیر بن کر رهے !
جواب : اس اشکال کا جواب امامیه مجتهدین اور فقها دے چکے هیں : که کبهی تقیه کو ترک کرتے هوئے واضح طور پر ما فی الضمیر کو بیان کرنا اور اپنی جان کا نذرانه دینا واجب عینی هوجاتا هے ؛ اور کبهی تقیه کو ترک کرنا مستحب هوجاتا هے . اور اس دوسری صورت میں تقیه کرنے والے نے نه کوئی خلاف کام کیا هے ، نه ان کے مد مقابل والے نے تقیه کو پس پشت ڈال کر فداکاری اور جان نثاری کا مظاهرہ کرتے هوئے ، جام شهادت نوش کرکے کوئی خلاف کام کیاهے
اسی دلیل کی بنا پر میثم تمار ، حجر بن عدی اوررشید هجري جیسے عظیم اور شجاع لوگوں کو همارے اماموں نے بہت سراها هے ، اور اسلام میں ان کا بہت بڑا مقام هے .
ان کی مثال ان لوگوں کی سی هے ، جنهوں نے اپنے حقوق سے هاتھ اٹهائے هیں اور معاشرے میں موجود غریب اور نادار اور محروم لوگوں کی حمایت کرتے هوئے ان پر خرچ کیا هو ، اور خود کو محروم کیا هو.
اس میں کوئی شک نهیں که ان کی یه فداکاری اور محروفیت کو قبول کرنا ؛ سوائے بعض موارد میں ،واجب تو نهیں تها . کیونکه جو چیز واجب هے وہ عدالت هے نه ایثار .لیکن ان کا یه کام اسلام اور اهل اسلام کی نگاہ میں بہت قیمتی اور محترم کام شمار هوتا هے .اور یه احسان کرنا اس بات کی دلیل هے که احسان کرنے والا عواطف انسانی کی آخرین منزل کو طے کرچکا هے .جو دوسروں کو آرام و راحت میں دیکهنے کیلئے اپنے کو محروم کرنے کو اختیار کرے .
پس تقیه کو ترک کرتے هوئے اپنی جانوں کو دوسرے مسلمانوں اور مؤمنوں کا آرام اور راحت کے خاطر فدا کرنا بهی ایسا هی هے .اور یه اس وقت تک ممکن هے ، جب تک تقیه کرنا وجوب کی حد تک نه پهنچا هو . اور یه پهلاراسته هے .
دوسرا راسته یه هے که لوگ موقعیت اور محیط کے اعتبار سے مختلف هوتے هیں . اگر پست محیط میں زندگی کر رهے هوں ، جیسے معاویه کی حکومت کا دور هے ؛اس کی سوء تبلیغ اور اس کے ریزہ خواروں اور مزدوروں اور بعض دین فروشوں کی جهوٹی تبلیغات کی وجه سے اسلام کے حقائق اور معارف معاشرے میں سے بالکل محو هوچکا تها .اور لوگ اسلامی اصولوں سے بالکل بے خبر تهے .اور امیر المؤمنین (ع)کا انسان ساز مکتب بهی اپنی تمام تر خصوصیات کے باوجود ، سنسر کر دئے گئے ، اور پردہ سکوت کے پیچهے چلا گیا .اور اس ظلمانی پردے کو چاک کرکے اسلامی معاشرے کو تشکیل دینے کیلئے عظیم قربانی کی ضرورت تهی .ایسے مواقع پر افشاگری ضروري تها ، اگرچه جان بهی دینا کیوں نه پڑے .
حجر بن عدي اور ان کے دوستوں کے بارے میں که جنهوں نے معاویه کےدور میں مهر سکوت کو توڑ کر علی (ع)کی محبت کا اظهار کرتے هوئے جام شهادت نوش فرمائي ؛اور ان کی طوفانی شهادت اور شهامت اس قدر مؤثر تها که پورے مکه اور مدینه کے علوہ عراق میں بهی لوگوں میں انقلاب برپا کیا ؛ جسے معاویه نے کبهی سوچا بهي نه تها .
امام حسین(ع) نے ایک پروگرام میں ، معاویه کے غیراسلامی کردار کو لوگوں پر واضح کرتے هوئے یوں بیان فرمایا :
الست قاتل حجر بن عدي اخا کنده ؛ والمصلین العابدین الذین کانوا ینکرون الظلم و یستعظمون البدع و لا یخافون في الله لومة لائم!
اے معاویه ! کیا تو وہي شخص نهیں ، جس نے قبیله کنده کےعظیم انسان (حجر بن عدی) کو نماز گزاروں کے ایک گروہ کے ساتھ بے دردی سے شهید کیا ؟ ان کا جرم صرف یه تها که وہ ظلم اور ستم کے خلاف مبارزہ کرتے اور بدعتوں اور خلاف شرع کاموں سے بیزاری کا اظهار کرتے تهے، اور ملامت کرنے والوں کی ملامت کا کوئی پروا نهیں کرتے تهے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

؟!. (7 )

.............

(1 ) . وسائل الشيعه، ج ۱۸، ص۴۳.
(2 ). كمال جوادي؛ ايرادات و شبهات عليه شيعيان در هند و پاكستان.
(3 ). احسان الهي ظهير؛ السنّه والشيعه، ص ۱۳۶.
(4 ) . محمود يزدي؛ انديشه هاي كلامي شيخ طوسي،ص ۳۲۸.
(5 ) . التبيان ، ج۷ ، ص ۲۵۹.
(6 ) . همان ، ص ۲۶۰.
(7 ). مكارم شيرازي؛ تقيہ مبارزه عميقتر، ص ۱۰۷.

تقيہ ايک قرآني اصول

**وہ شبہات ا ور تّہمتيں جو شيعوں کے تقيہ سے مربوط ھيں :**

تقيہ شيعوں کي بدعت

شبہہ پيدا کرنے والے کا کہنا ھے کہ :تقيہ شيعوں کي بدعت ہے جو اپنے فاسد عقيدے کو چھپانے کے خاطر کرتے ھيں. (1 )

اس شبہہ کا جواب يہ ھے کہ اس نے بدعت کے معني ميں اشتبہ کيا ھے . جب کہ مفردات راغب نے بدعت کي تعريف کرتے ہوئے کہا ھے : البدعة هي ادخال ما ليس من الدين في الدين(2 ) بدعت سے مراد يہ ھے کہ جوچيز دين ميں نہيں، اسے دين ميں داخل کرے .اور گذشتہ مباحث سے معلوم ہوا کہ تقيہ دين کي ضروريات ميں سے ھے . کيونکہ قرآن اور احاديث ائمہ(ع)ميں واضح طور پر بيان ہوا ھے کہ تقيہ کو اہل تشيع اور اہل سنت دونوں مانتے ھيں اور اس کے شرعي ہونے کو بھي مانتے ھيں .

لذا ، تقيہ نہ بدعت ھے اور نہ شيعوں کا اختراع ،کہ جس کے ذريعے اپنا عقيدہ چھپائے ، بلکہ يہ اللہ اور رسول کا حکم ھے . گذشتہ مباحث سے معلوم ہوا کہ تقيہ دين کاحصہ ھے کيونکہ وہ آيات جن کو شيعہ حضرات اسلام کا بپاکنندہ جانتے ھيں،ان کي مشروعيت کو ثابت کرچکے ھيں اور اہل سنت نے بھي ان کي مشروع ہونے کا في الجملہ اعتراف کيا ھے. اس بنا پر ، نہ تقيہ بدعت ھے اور نہ شيعوں کا اپنا عقيدہ چھپانے کيلئے اختراع ھے.

تقيہ، مکتب تشيع کا اصول دين ؟!

بعض لوگوں کا اپنے مخالفين کے خلاف مہم چلانے اور ان کو ہرانے کيلئے جو خطرناک اور وحشتناک راستہ اختيار کرتے ھيں ، ان ميں سے ايک يہ ھے کہ ان کو متہم کرنا ھے اور ايسي تہمتيں لگاتے ھيں ، جن سے وہ لوگ مبرىٰ ھيں . اگرچہ عيوب کا ذکر کرنا معيوب نہيں ھے .

ان لوگوں ميں سے ايک ابن تيميہ ھے ؛ جو کہتا ھے کہ شيعہ تقيہ کو اصول دين ميں سے شمار کرتے ھيں . جبکہ کسي ايک شيعہ بچے سے بھي پوچھ لے تو وہ بتائے گا : اصول دين پانچ ھيں :

اول : توحيد. دوم :عدل سوم: نبوت چھارم:امامت پنجم : معاد.ليکن وہ اپني کتاب منہاج السنہ ميں لکھتا ھے : رافضي لوگ اسے اپنا اصول دين ميں شمار کرتے ھيں .ايسي باتيں يا تہمتيں لگانے کي دو ھي وجہ ہوسکتي ھيں:

۱. يا وہ شيعہ عقائد سے بالکل بے خبر ھے ؛ کہ ہو ھي نہيں سکتا . کيونکہ مذھب تشيع کا اتنا آسان مسئلہ ؛ جسے سات سالہ بچہ بھي جانتا ہو ، ابن تيميہ اس سے بے خبر ہو .کيونکہ ہمارے ہاں کوئي چھٹا اصل بنام تقيہ موجود نہيں ھے .

۲. يا ابن تيميہ اپني ہوا وہوس کا اسير ہوکر شيعوں کو متہم کرنے پر تلا ہوا ھے . وہ چاھتا ھے کہ اس طريقے سے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مسلمانوں کے درمیان اختلاف پیدا کرےاوراسلام اور مسلمین کی قوت اور شان و شکوکت کو متزلزل کرے .
اس قسم کی بیہودہ باتیں ایسے لوگوں کی دل خوشی کا سبب بن سکتے ھیں ، جو کسی بھی راستے سے شیعیان علی ابن ابی طالب (ع) کی شان شوکت کو دنیا والوں کے سامنے گھٹائے اور لوگون کو مکتب حقه سے دور رکھے . (3 )
جب که خود اهل سنت بھی تقیه کے قائل هیں اور ان کے علماء کا اتفاق اور اجماع بھی هے ، که تقیه ضرورت کے وقت جائز هے .چنانچه ابن منذر لکھتا هے: اجمعوا علي من اكره علي الكفر حتي خشي علي نفسه القتل فكفر و قلبه مطمئن بالايمان انه لا يحكم عليه بالكفر. (4 )
اس بات پر اجماع هے که اگر کوئی کفر کے اظهار کرنے پر مجبور هو جائے ، اور جان کا خطره هو تو ایسی صورت میں ضرور اظهار کفرکرے .جبکه اس کا دل ایمان سے پر هو ، تو اس پر کفر کا فتوا نهیں لگ سکتا .یا وه کفر کے زمرے میں داخل نهیں هوسکتا .
ابن بطال کهتا هے : واجمعوا علي من اكره علي الكفر واختار القتل انه اعظم اجرا عندالله !یعنی علماء کا اجماع هے که اگر کوئی مسلمان کفر پر مجبور هوجائے ، لیکن جان دینے کو ترجیح دے دے تو اس کے لئے الله تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا اجر اور ثواب هے .
خوداهل سنت تقیہ کے جائز هونے کو قبول کرتے هیں . لیکن جس معنی ٰ میں شیعه قائل هیں ، اسے نهیں مانتے .یعنی ان کے نزدیک تقیه ، رخصت یا اجازت هے ، لیکن شیعوں کے نزدیک ، ارکان دین میں سے ایک رکن هے . جیسے نماز. اور بعد میں امام صادق(ع)کی روایت کو نقل کرتے هیں، جو پیامبر اسلام(ص) سے منسوب هے . قال الصادق(ع) : لو قلت له تارك التقيہ كتارك الصلوة . اس کے بعد کهتےهیں که شیعه صرف اس بات پر اکتفاء نهیں کرتے بلکه کهتے هیں : لا دين لمن لا تقية له . (5 )

تقیہ، زوال دین کا موجب ؟!
کها جاتا هے که تقیه زوال دین اور احکام کی نابودی کا موجب بنتا هے . لهذا تقیه پر عمل نهیں کرنا چاهئے .اور اس کو جائز نهیں سمجهنا چاهئے .
جواب: تقیہ ، احکام پنجگانه میں تقسیم کیا گیا هے :یعنی:واجب ، حرام ، مستحب ، مکروه ، مباح.
حرام تقیہ، دین میں فساد اور ارکان اسلام کے متزلزل هونے کا سبب بنتا هے . بہ الفاظ دیگر جوبھی اسلام کی نگاه میں جان، مال ، عزت، ناموس وغیره کی حفاظت سے زیاده مهم هو تو وہاں تقیه کرنا جائز نهیں هے ، بلکه حرام هے .اور شارع اقدس نے بھی یهی حکم دیا هے .کیونکه عقل حکم لگاتی هے که جب بھی کوئی اهم اور مهم کے درمیان تعارض هوجائے تو اهم کو مقدم رکھاجائے ، اور اگر تقیه بھی موجب فساد یا ارکان اسلام میں متزلزل هونے کا سبب بنتا هے تو وہاں تقیه کرنا جائز نهیں هے .
ائمه طاهرین(ع) سے کئی روایات هم تک پهنچی هے که جو اس بات کی تائید کرتی هیں ؛ اور بتاتی هیں که بعض اوقات تقیه کرنا حرام هے .
امام صادق (ع)فرمود: ... فكل شيئ يعمل المؤمن بينهم لمكان التقية مما لا يؤدي الي الفساد في الدين فانّه جائز(6 ) امام نے فرمایا: هر وه کام جو مؤمن تقیه کے طور پر انجام دیتے هیں ؛اور دین کیلئے کوئی ضرر یا نقصان بھی نه هو ،اور کوئی فساد کا باعث بھی نه هو ؛ تو جائز هے .
امام صادق (ع)کی اس حدیث سے معلوم هوتا هے که تقیه بطور مطلق حرام نهیں هے بلکه وه تقیه حرام هے جو زوال دین کا سبب بنتا هو .
لیکن وه تقیه واجب یا مباح یا مستحب هے جو زوال دین کا سبب نهیں بنتا . اس کا مکتب تشیع قائل هے .
..............

**(1 ). فهرست ايرادات و شبهات عليه شيعيان در هند و پاكستان، ص ۳۶.**
**(2 ) . راغب اصفهاني ؛ مفردات، بدع.**
**(3 ) . عباس موسوي؛ پاسخ و شبهاتي پيرامون مكتب تشيع، ص۱۰۲.**
**(4 ) . دكترناصر بن عبدالله؛ اصول مذهب شيعه،ج ۲، ص ۸۰۷.**
**(5 ). همان**
**(6 ) . وسائل الشيعه ، ج۶، باب۲۵، ص۴۶۹.**

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تقیہ ایک قرآني اصول

امام کی پیروي اور تقیه کے درمیان تناقض

اس شبہہ کو یوں بیان کیا هے که شیعه ائمه(ع) کی پیروی کرنے کا ادعا کرتے هیں جبکه ائمه طاهرین (ع)نے تقیه کرنا چهوڑ دئے هیں ؛ جس کا نمونه علی (ع)نے ابوبکر کی بیعت کی ، اور امام حسین (ع)نے یزید کے خلاف جهاد کیا . (1)

اس شبہہ کا جواب :

اولاً :شیعه نظریے کے مطابق تقیه ایسے احکام میں سے نهیں که هر حالت میں جائز هو ، بلکه اسے انجام دینے کیلئے تقیه اور حق کا اظهار کرنے کے درمیان مصلحت سنجی کرناضروري هے که تقیه کرنے میں زیاده مصلحت هے یا تقیه کو ترک کرنے میں زیاده مصلحت هے ؟ ائمه طاهرین (ع) بهی مصلحت سنجی کرتے اور عمل کرتے تهے. جیسا که اوپر کی دونوں مثالوں میں تقیه کو ترک کرنے میں زیاده مصلحت پائی جاتی هے لهذا دونوں اماموں نے تقیه کو ترک کیا . اگر امام حسین (ع)تقیه کرتے تو اپنے جد امجد ﷺ کا دین نهیں بچتا .

ثانیا: شیعه سارے اماموں کی پیروي کرنےکو واجب سمجهتے هیں . اور همارے سارے ائمه نے بعض جگهوں پر تقیه کئے هیں اور بعض جگهوں پر تقیه کو ترک کئے هیں . بلکه اس سے بهی بالا تر که بعض مقامات پر تقیه کرنے کا حکم دئے هیں . یه اس بات کی دلیل هے که ان کی زندگی میں کتنی سخت دشواریاں پیش آتی تهیں.

ثالثاً: تقیہ کے بہت سے موارد ، جهاں خود ائمه(ع) نے تقیه کرنے کو مشروع قرار دئے هیں ، جن کا تذکره گذرچکا .

رابعاً: شبہہ پیدا کرنے والا خود اعتراف کررها هے که حضرت علي(ع) نے فقط چھ ماه بیعت کرنے سے انکار کیا پهر بعد میں بیعت کرلی .یه خود دلیل هے سیره حضرت علي(ع) میں بهی تقیہ هے .

فتواي تقیہ امام (ع)کي تشخیص

اس کے بعد که قائل هوگئے که ائمه(ع) بهی تقیه کرتے تهے ؛ درج ذیل سوالات ، اس مطلب کی ضمن میں که اگر امام حالت تقیه میں کوئی فتوا دیدے، تو کیسے پهچانیں گے که تقیه کي حالت میں فتوا دے رهے هیں یا عام حالت میں ؟!

جواب:

اس کی پهچان تین طریقوں سے ممکن هے :

1. امام کا فتوی ایسے دلیل کے ساتھ بیان هوجو حالت تقیه پر دلالت کرتی هو .
2. فتوی دینے سے پهلے کوئی قرینه موجود هو ، جو اس بات پر دلالت کرے که حالت تقیه میں امام نےفتوی دیا هے .
3. امام(ع) قرینه اور دلیل کو فتوی صادر کرنے کے بعد ،بیان کرے که حالت تقیه میں مجھ سے یه فتوی صادر هوا هے .

تقیہ اورشیعوں کا اضطراب!

تقیہ یعنی جبن و اضطراب کادوسرا نام هے ،اور شجاعت اور بهادری کے خلاف هے . جس کی وجه سے اپنےقول و فعل میں، اورظاهر و باطن میں اختلاف کی صورت میں ظاهر هوتی هے .اور یه صفت ، رزائل اخلاقی کے آثار میں سے هے اور اس کی سخت مذمت هوئی هے؛ لهذا خود امام حسین(ع) نے کلمه حق کی راه میں تقیہ کے حدود کو توڑ کر شهادت کیلئے اپنے آپ کو تیار کیا . (2)

جواب: اگرشیعوں میں نفسیاتي طور پر جبن، اضطراب اور خوف پایا جاتا توظالم بادشاهوں کے ساتھ ساز باز کرتے ، اور کوئی جنگ یا جهاد کرنے کی ضرورت هی پیش نهیں آتی . یه لوگ بهی درباری ملاؤں کی طرح اپنے اپنے دور کے خلیفوں کے هاں عزیز هوتے .اور تقیه کی ضرورت هی پیش نه آتی.

اس سے بڑھ کر کیا کوئی شجاعت اور بهادری هے که جس دن اسلام کی رهبری اور امامت کا انتخاب هونے والاتها ؛ اس دن لوگوں نے انحرافی راسته اپناتے هوئے نااهل افراد کو مسندخلافت پر بٹهادئے . اس دن سے لیکر اب تک شیعوں کا اور شیعوں کے رهنماؤں کا یهی نعره اور شعار رها هے که هر طاغوتی طاقتوں کے ساتھ ٹکرانا هے اور مظلوموں کی حمایت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کرنا هے . اور اسلام سے بےگانه افراد کی سازشوں کو فاش کرنا هے .
اگرچه شيعه مبناي تقيہ پر حرکت کرتے هيں ؛ ليکن جهاں بهی اس بات کی ضرورت پيش آئی که ظالم اور جابر کے خلاف آواز اٹھانا هے ؛ وہاں شيعوں نے ثابت کرديا هے که اسلام اور مسلمين اور مظلوموں کی حمايت ميں اپنا خون اور اپنے عزيزوں کی جان دينے سے بهي دريغ نهيں کيا.
شيعوں کا آئيڈيل يه هے که اسلام هميشه عظمت اور جلالت کے مسند پرقائم رهے اور امت اسلامی کے دل اور جان ميں اسلام ی عظمت اور عزت باقی رهے .
اور يه بهی مسلمان ياد رکھے ! که تاريخ بشريت کا بہترين انقلاب ؛ شيعه انقلاب رها هے . اور دنيا کے پاک اور شفاف ترين انقلابات ، جو منافقت ، دهوکه بازی ، مکر و فريب اور طمع و لالچ سے پاک رهے ؛ وه شيعه انقلابات هيں .
هاں ان انقلابات ميں مسلمان عوام اور حکومتوں کی عظمت اور عزت مجسم هوچکی تهی .اور طاغوتی قوتوں کےمقابلے ميں اس مکتب کے ماننے والوں کو عزت ملی اور شيعه، طاغوتی طاقوتوں اور حکومتوں کو برکات اور خيرات کا مظهر ماننا تو درکنار ، بلکه ان کے ساتھ ساز باز کرنے سے پر هيز کرتے تهے .هم کچھ انقلابات کا ذکر کريں گے ، جن کو ائمه طاهرين (ع) نے سراهتے هوئے ان کی کاميابی کے لئے دعا کی هيں .کيونکه کسی بهی قوم کی زندگی اور رمز بقا انهی انقلابات ميں هے . جن ميں سے بعض يه هيں:

- زيد ابن علي(ره) کا انقلاب
- محمد بن عبدالله (ره) کا حجازميں انقلاب
- ابراهيم بن عبدالله (ره)کا بصره ميں انقلاب
- محمد بن ابراهيم و ابو السراي(ره)کا انقلاب
- محمد ديباج فرزند امام جعفر صادق(ع)کا انقلاب
- علي ابن محمد فرزند امام جعفر صادق(ع)کا انقلاب

اسی طرح دسيوں اور انقلابات هيں ، که جن کی وجه سے عوام ميں انقلاب اورشعور پيد اهوگئی هے . اور پوری قوم کی ضمير اور وجدان کو جگايا هے . ( 3)
امامان معصوم(ع) ان انقلابات کو مبارک اور خير وبرکت کا باعث سمجهتے تهے .اور ان سپه سالاروں کي تشويق کرتے تهے .راوي کهتا هے : فَدَخَلْنَا عَلَى الصَّادِقِ ع وَ دَفَعْنَا إِلَيْهِ الْكِتَابَ فَقَرَأَ وَ بَكَى ثُمَّ قَالَ إِنَّا لِلَّهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ راجِعُونَ عِنْدَ اللَّهِ أَحْتَسِبُ عَمِّي إِنَّهُ كَانَ نِعْمَ الْعَمُّ إِنَّ عَمِّي كَانَ رَجُلًا لِدُنْيَانَا وَ آخِرَتِنَا مَضَى وَ اللَّهِ عَمِّي شَهِيداً كَشُهَدَاءَ اسْتُشْهِدُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ وَ عَلِيٍّ وَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ (4 ) جب امام صادق(ع) کو زيدابن علی کی شهادت کی خبر ملی تو کلمہ استرجاع کے بعد فرمايا :ميرے چچا واقعاً بہترين اور عزيز ترين چچا هيں . اور همارے لئے دنيا اور آخرت دونوں ميں چاهنے والے هيں .
خدا کی قسم ! ميرے چچا ايسے شهيد هوئے هيں ، جيسے رسول خدا ﷺ ، علی اور حسين (ع) کےرکاب ميں شہيد هوچکے هوں .خدا کی قسم ! وه شهيد کی موت مرے هيں .
ايسے کلمات ائمه معصومين Gسے صادر هوئے هيں ، اور يه بہت دقيق تعبير يں هيں که جو شيعه تفکر کی عکاسی کرتی هيں که هر ظالم و جابر حکمران کو غاصب مانتے تهے .اور هر حاکم ، شيعه کو اپنے لئے سب سے بڑا خطر ه جانتا تها .
هم زياده دور نهيں جاتے ، بلکه اسی بيسويں صدی کا انقلاب اسلامی ايران پر نظر کريں ؛ کيسا عظيم انقلاب تها ؟! که ساری دنيا کے ظالم وجابر ؛ کافر هو يا مسلمان ؛طاغوتی قوتيں سب مل کر اسلامی جمهوری ايران پر حمله آور هوئے ؛ اگرچه ظاهراً ايران اور عراق کے درميان جنگ تهی ، ليکن حقيقت ميں اسلام اور کفر کے درميان جنگ تهی . کيونکه عالم کفر نے ديکها که اگر کوئی آئين يا مکتب ، ان کيلئے خطرناک هے ، تو وه اسلام ناب محمدی (ص) اور اس کے پيروی کرنے والے هيں . اسی لئے باطل طاقتيں اپنی تمام تر قوتوں کے ساتھ ، اسلام ناب محمدیﷺ کے علمبردار يعنی خمينی بت شکن (ره)اور ان کے انقلاب کو سرکوب کرنے پر اتر آئے ، ليکن الله تعالیٰ نے ان کو ذليل و خوار کيا اور جمهوری اسلامی ايران کی ايک فٹ زمين بهی چهين نه سکے، جبکه صدام نے مغرورانه انداز ميں کها تها که ايک هفتے کے اندر اندر تهران ميں وارد هونگے اور ظهرانه تهران ميں جشن مناتے هوئے کهائيں گے .
آج پوری دنيا ميں اگر اسلام کا کوئی وقار اور عزت نظر آتا هے تو انقلاب اسلامی کی وجه سے هے .
آئيں اس انقلاب سے بهی نزديکتر ديکهتے هيں که مکتب اهل بيت (ع) کے پيروکاروں نے کس طرح حقيقی اسلام کے دشمنوں کے ساتھ بهادرانه طور پر مقابله کيا اور دشمن کے سارے غرور کو خاک ميں ملاتے هوئے ، شکست فاش ديا ؟!
ميرا مقصد ؛ شيعيان لبنان (حزب الله اور ان کے عظيم ليڈر ، سيد حسن نصرالله ) هيں . جو کردار خمينی بت شکن (ره) نے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

امریکا اور اسرائیل کے مقابلے میں دنیا کے مستضعفوں کی حاکمیت قائم کرنے میں ادا کیا ، وہی کردار سید حسن نصراللہ نے جنایت کار اور خون خوار اسرائیل کے ساتھ ادا کیا .
مناسب ھے کہ اس بارے میں کچھ تفصیل بیان کروں ،تاکہ دنیا کے انصاف پسند لوگوں کو یہ معلوم ہو سکے کہ تقیہ کے دائرے کو توڑ کر دشمن کے ساتھ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مقابلہ کرنے والا کون تھا ؟!
رھبر انقلاب اسلامي حضرت امام خميني(رہ) نے ایک تحقیر آمیز انداز میں اسرائیل کی حیثیت کو دنیا کے سامنے واضح کرتے ہوئے فرمایا تھا : کہ اگر دنیا کے سارے مسلمان متحد ھوکر ایک ایک گلاس پانی پھینک دیں تو اسرائیل اس صفحی ھستی سے محو ھوجائے گا . دنیا کے بہت سارے دانشمندوں اور روشن فکروں نے اس بات کا مزاق اڑایا تھا ، لیکن حزب اللہ لبنان کی تجربات اور مہارت نے یہ بات دنیا کے اوپر واضح کردیا کہ اسرائیل کی حکومت ھزارون ایٹمی میزائیلوں اور بموں اور جدید ترین ھتھیاروں کے رکھنے کے باوجود بھی ایک باایمان اور مختصر گروہ کے سامنے بے بس ھوکر اپنے گٹھنے ٹیک دینے پر مجبور ھوگئے .اور شیشے کے درودیوار والے محل اور بنگلوں میں رھنے والے چھوٹے چھوٹے فلسطینی بچوں کے غلیل کی زد میں آکر پریشان اور بیچین نظر آتے ھیں.
آج پوری دنیا میں خمینی بت شکن (رہ) کے افکار اور نظریات پھیل چکے ھیں ؛ جس کا مصداق اور نمونہ اتم ، سید حسن نصر اللہ اور حزب اللہ لبنان کی شکل میں نظرآتا ھے .اور آپ کے اس فرمان کی ترجمانی کرتے ہوئے سید حسن نصراللہ نے کہا: واللہ انّ ھي( اسرائیل) وہن من بيت العنكبوت؛ خدا کی قسم یہ اسرائیل مکڑی کی جال سے بھی زیادہ نازک اور کمزور ھے . یہ کہہ کر امام خمینی (رہ) کے اس جملے( اسرائیل کو اس صفحہ ھستی سے مٹ جانا چاھئے ) کی صحیح ترجمانی کی .
ھاں ! سید حسن نصر اللہ کیلئے یہی باعث فخر تھی کہ رھبر معظم و مرجع عالی قدر حضرت آیۃ اللہ العظمی سید علی خامنہ ای کے بازؤں کا بوسہ لیتے ہوئے ، دنیا پر واضح کررھے تھے کہ میں امام زمان (عج) کے نائب برحق کےشاگردوں میں سے ایک ادنی شاگرد ھوں. اس مرد مجاھد نے لبنان کے سارے بسنے والوں کو ؛ خوہ وہ مسلمان ھویا غیر مسلمان ، شھادت طلبی کا ایسا درس دیا کہ سارے مرد ،عورت ، چھوٹے بڑے نے ان کی باتوں پر لبیک کہہ کرکلمہ لاالٰہ الا اللہ کی سربلندی کے لئے شھادت کی موت کو خوشی سے گلے لگائے . یہی حزب اللہ کی جیت کی اصل وجہ تھی .اور یہ ثابت کردیا کہ مکتب اھل بیت(ع) کے ماننے والا ھی رھبری کے لائق ھے .
آج پورے دنیا والوں نے یہ محسوس کرلیا ھے ، خصوصاً جوانوں نے ، کہ حزب اللہ ، شیعہ ھے ، اور ان کی مکتب حقہ کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے لگے ھیں ، جس کا نتیجہ یہ نکلا ھے کہ حقیقی اسلام کی شناخت کیلئے دروازہ کھل گیا ھے .
نیو یورك ٹائمز نے لکھا ھے کہ : سید حسن نصر اللہ نے اسرائیل کے ساتھ جنگ کرکے اپنی اور اپنی ٹیم کی شخصیت اور وقار کو حد سے زیادہ بلند و بالا کیا ھے . اور جو چیز صفحہ تاریخ سے مٹادینے کے قابل ھیں، وہ مصر کا صدر جمال عبد الناصر کا یھودیوں کو سمندر میں پھینک دینے کا خالی اور کھوکھلا دعوا اور صدام کا آدھا اسرائیل کو جلانے کا جھوٹا ادعی تھا ؛ ان دنوں صدام کے بڑے بڑے پوسٹرز پاکستان کے مختلف شھرو ں میں روڈوں پر بکنے لگے . اور صدام کو صلاح الدین ایوبی کا لقب دینے لگے .لیکن اس نے اسرائیل کے اوپر حملہ کرنے کے بجائے کویت پر حملہ کر کے مسلمانوں کا مال اور خزانہ لوٹ کر سب سے بڑا ڈاکو بن گیا .
لیکن ان کے مقابلے میں دیکھ لو کہ سید حسن نصر اللہ،۴۶ سالہ ایک روحانیت کے لباس میں محاذ جنگ پر ایک فوجی جرنیل کا کردار ادا کرتے ہوئے اپنی ٹیم کا کمانڈ کرتے ہوئے نظر آتا ھے .
یہ اخبار مزید لکھتا ھے کہ : وہ مشرق وسطي کا قدرتمند ترین انسان ھے .یہ بات عرب ممالک کے کسی ایک وزیر اعظم کے مشیر نے اس وقت کھی کہ جب سید حسن نصراللہ ٹی وی پر خطاب کررھے تھے .پھر وہ ایک سرد آہ بھر کر کھتا ھے : حسن نصراللہ ھی تمام عرب ممالک کے رھبر ھیں .کیونکہ وہ جو جو وعدہ کرتا ھے اسے ضرور پورا کرتے ھیں .
خود اسرائیل کے ذرائع ابلاغ نے اعلان کردیا تھا کہ ۳۳ روزہ جنگ میں ۱۲۰ اسرائیلی فوج کو قتل اور ۴۰۰ کوشدید زخمی کردئے ، جن میں سے بھی اکثر مرنے کے قریب تھے .اسی طرح ۵۰ یھودی دیھاتی بھی حزب اللہ کے میزائلوں کی زد میں آکر مرے ، اور ۲۵۰۰ افراد زخمی تھے .حز ب اللہ نے یہ کر دکھایا کہ اس مختصر مدت میں ۱۲۰ میر کاوا ٹینک ، ۳۰ زرھی ، ۲ آپاچی ھیلی کوپٹر کو منھدم کردیا .
غربی سیاستمداروں ، وایٹ ھاوس کے حکمران لوگ ، شروع میں حزب اللہ کی اس مقاومت اور مقابلے کو بہت ھی ناچیز اور کم سمجھ رھے تھے ،اور ان کا یہ تصور تھا کہ ایک ھفتے کے اندر اندر حزب اللہ پسپا ھوجائے گا ، اور اسرائیل کے سامنے گٹھنے ٹیکنے پر مجبور ھوجائے گا .یہی وجہ تھی کہ پھلے دو ھفتے تک تو نہ اقوام متحدہ کی جانب سے اور نہ وائٹ ھاؤس کی جانب سے ،اور نہ کوئی سازمان کنفرانس اسلامي عرب لیگ کی جانب سے اعتراض ھوا ، نہ اس جنگ کو

روکنے کی بات ہوئی ؛ صرف یہ لوگ تماشا دیکھتے رہے ، اس سے بڑھ کر تعجب کی بات یہ تهي کہ ایک دفعہ بھی اسرائیل کی ان جنایات اور غانا میں بچوں اور عورتوں کے قتل عام کرنے پر ، ایک احتجاجی جلسہ بھی عرب لیگ میں منعقد نہیں ہوا !!.

جب امریکہ کی وزیر خارجہ مس کونڈولارائس سے جنگ بندی کیلئے تلاش کرنے کی اپیل کی؛ تاکہ لبنان خون خربہ میں تبدیل نہ ہو ؛ تو اس نے بڑی نزاکت کے ساتھ کہا تھا :کوئی بات نہیں ، بچہ جننے کیلئے اس کی ماں کو درد زہ برداشت کرنا پڑتا ہے ، اسی طرح ہم اس کرہ زمین پر ایک جدید مشرق وسطی کے وجود میں لانے کیلئے کوشان ہے ، جس کا وجود میں آنے کیلئے کوئی ایک ملک(لبنان) خون خربہ میں تبدیل ہوجائے ، اور یہ ایک طبیعی چیز ہے !!

اس بیان کے جواب میں سید حسن نصراللہ نے مناسب اور منہ توڑ جواب دیتے ہوئے کہا : ہم بھی اس ناجائز طریقے سے وجود میں آنے والے بچے کو دنیا میں قدم رکھتے ہی گلا دبا کر ماردیں گے .

تیسرے ہفتے میں دھیمی دھیمی الفاظ میں بعض ممالک کے رہنماؤں اور سیاسی لیڈروں کے منہ کھلنے لگیں .اقوام متحدہ کے اٹارنی جنریل ، جیسے طولانی خواب سے بیدار ہوا ہو، سمجھنے لگے کہ لبنان میں کوئی معمولی حادثہ رونما ہوا ہے ،

تیسرے ہفتے کے آخر میں جب حزب اللہ ، اسرائیل کے چار بحری کشتیوں کو منہدم کرنے میں کامیاب ہوئے ، اور اسرائیل اپنے کسی بھی ایک ہدف کو پہنچ نہیں پایا ؛ تو امریکہ ؛ جو کسی بھی صورت میں شورای امنیت کا جلسہ تشکیل دینے کیلئے حاضر نہ تھا ، ایک دم وہ جنگ بندی کرنے کے خاطر اتفاق رأی کے ساتھ شق نمبر ۱۷۰۱ کے مطابق ، میدان میں اتر آیا ؛ کیونکہ اسرائیل نے امریکہ اور دوسرے ممالک کی طرف سے دئے ہوئے تمام تر جدید میزائل ، بمب اور دوسرے سنگین اسلحے سے لیس ہونے کے باوجود ؛ حزب اللہ کے سامنے اپنے گٹھنے ٹیک دیا تھا، اور مزید سیاسی امداد کیلئے ہاتھ پھیلا رہا تھا . اس ضرورت کو امریکہ ، قطعنامہ کے ذریعے جبران کرنا چاہتا تھا .

مکتب اہل بیت (ع)کے ماننے والوں کے یہ سارے انقلابات ، شیعوں کی شجاعت ، دلیری اور بہادری کو ثابت کرتی ہیں .اور یہ سارے انقلابات ، اپنی ذاتی مفاد کے خاطر نہیں تھیں ، بلکہ اللہ تعالی کے ارادے کو حاکم بنانا اور ظلم و ستم کو ختم کرنا مقصود تھا .

لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہےکہ بعض مسلم ممالک کے مفتی حضرات ؛ جیسے سعودی عرب کے مفتی بن جبرین ، اور مصر کے درباری ملا ، طنطاوی ، نے فتوا دئے تھے کہ حزب اللہ کا مدد کرنا، حتی ان کے لئےدعا کرنا بھی جائز نہیں ہے ، بلکہ حرام ہے ؛ کیونکہ وہ لوگ شیعہ ہیں . اسي طرح سعودی حکومت نے بھي اسرائیل کے جنگی طیاروں کولبنان پر حملہ کرنے کیلئے پیٹرول (فیول) دیتا رہا .

اور جب مسلمانوں کی طرف سے یہ لوگ پریشر میں آئے تو اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی ملت اور قوم کے سامنے معافی مانگنے پر مجبور ہو گئے . اور مفتی بن جبرین نے اپنے ویب سایٹ پر غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے معافی مانگا ، اور کہا: جو کچھ مجھ سے پہلے نقل ہوئی ہے وہ میرا قدیم اور پرانا نظریہ تھا ؛ ابھی میرا جدید نظریہ یہ ہے کہ یہ حزب اللہ ، وہی حزب اللہ ہیں جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے .اور ہم انہیں دوست رکھتے ہیں اور ان کیلئے دعا بھی کرتے ہیں .اور طنطاوي نے بھی جب جامعۃ الازہر کے اساتذہ نے ان کے اوپر اعتراض کئے تو ان کے سامنےکہا: جو کچھ میں نے پہلے بتایا تھا وہ میرا اپنا ذاتی نظریہ نہیں تھا بلکہ حکومت کی طرف سے کہلوایا تھا . اور میرا ذاتی نظریہ ان کے بارے میں یہ ہے کہ حزب اللہ کے مجاہدین، اس وقت اسلام ، مسلمین اور عرب امت کی عزت اور کرامت کے لئے اسرائیل کے ساتھ لڑ رہے ہیں ،لہذا ان کی حمایت کرنا ضروری ہے .

آج کے دور میں سارے عرب ممالک میں محبوب ترین اسلامی شخصیت ، سید حسن نصراللہ کو ٹھہرایا جاتا ہے . اور ہر بچہ ، جو پیداہوتا ہے ؛ اس کا نام حسن نصراللہ رکھ رہے ہیں . یہ بہت دلچسپ بات تھی کہ اس سال جب ماہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا اور لوگ روزہ رکھنے لگے ؛ مصر میں بہترین اور اعلی درجے کے خرما یا کھجور کا نام حسن نصراللہ رکھا گیا ؛تا کہ روزہ دار ، افطاری کے وقت حسن نصراللہ کو دعائیں دیں اور خراب کھجور کا نام بش اور بلر رکھا گیا.

یہ وہ تاریخی حقائق ہیں ، جن سے کوئی بھی اہل انصاف انکار نہیں کرسکتا . اور ان حقیقتوں سے لوگ جب آشنا ہوجاتے ہیں تو خود بخود مذہب حقہ کی طرف مائل ہوجاتے ہیں ، بشرطیکہ درباری ملاؤں کی طرف سے مسلمانوں کوکوئی رکاوٹ درپیش نہ ہو.

اب ہم ان سے سوال کرتے ہیں کہ آپ کوئی ایک نمونہ پیش کریں جو آپ کے کسی سیاسی یا مذہبی رہنما نے ایسا کوئی انقلاب برپا کیا ہو ، اور اپنی شجاعت کا ثبوت دیا ہو، تاکہ ہم بھی ان کی پیروی کریں ؟!اور ہمیں یقین ہے کہ وہ لوگ نہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اسلام سے پهلے اور نه اسلام کے بعد ، کوئی ایسی جوانمردی نهیں دکها سکتے . کیونکه انهیں اپنی جوان مردی دکهانے کی ضرورت هی نهیں پڑی ؛ جو همیشه ظالم و جابر حکمرانوں کے کوڑوں اور تلواروں سے همیشه محفوظ رهے هیں .کیونکه وه لوگ همیشه حاکموں کے هم پیاله بنتے رهے هیں اوران کی هرقسم کے ظلم وستم کی تائید کرتے رهے هیں .
جس کی وجه سے تقیه کا موضوع هی منتفی هوجاتا هے .
اگر شیعه علما بهی ان کی طرح حکومت وقت کی حمایت کرتے اور ان کے هاں میں هاں ملاتے رهتے تو ان کو بهی کبهی تقیہ کی ضرورت پیش نه آتی .بلکه ان کیلئے تقیه جائز بهی نه هوتا ، کیونکه تقیه جان اور مکتب کی حفاظت کے خاطر کیا جاتا هے ، اور جب ان کی طرف سے جان اور مال کی حفاظت کی گارنٹی مل جاتی تو ، تقیه کرنے کی ضرورت هی نهیں رهتی .

تقیہ کافروں سے کیا جاتا هے نه مسلمانوں سے
اشکال کرتے هیں که تقیه کافروں سے کیا جاتا هے نه مسلمانوں سے . کیونکه قرآن مجید میں تقیه کا حکم کافروں سے کرنے کا هے نه مسلمانوں سے . چنانچه فرمایا: لاَّ يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاء مِن دُوْنِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَن يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّهِ فِي شَيْءٍ إِلاَّ أَن تَتَّقُواْ مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللّهِ الْمَصِيرُ. (5)
خبردار صاحبانِ ایمان !مومنین کو چھوڑ کر کفار کو اپنا و لی اور سرپرست نہ بنائیں کہ جو بھی ایسا کرے گا اس کا خدا سے کوئی تعلق نہ ہوگا مگر یہ کہ تمہیں کفار سے خوف ہو تو کوئی حرج بھی نہیں ہے اور خدا تمہیں اپنی ہستی سے ڈراتا ہے اور اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے. اور یه تقیه ابتدای اسلام میں تها ، لیکن شیعه حضرات ، اهل حدیث سے تقیه کرتے هیں .
پهلاجواب:یه شیعیان حیدر کرار(ع) کی مظلومیت تهی که جو مسلمانوں سے بهی تقیه کرنے اور اپنا عقیده چهپانے پر مجبور هوگئے . اور یه نام نهاد مسلمانوں کیلئے لمحه فکریه هے که وه اپنے اعمال اور کردار اور عقیدے پر نظر ثانی کرے ؛ که جو کافروں والا کام اوربرتاؤ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ کرتا هو ، کیونکه اگر تقیه کرنے کی وجه اور علت کو دیکها جائے تو معلوم هوجاتا هے که نتیجه ایک نکلتا هے ، اور وه دشمن کی شر سے دین، جان اور مال کی حفاظت کرنا هے
دوسرا جواب: ظاهر آیه اس بات پر لالت کرتی هے که تقیه ان کافروں سے کرنا جائز هے جو تعداد یا طاقت کے لحاظ سے مسلمان سے زیاده قوی هو .
لیکن شافعی مذهب کے مطابق اسلامی مختلف مکاتب فکر سے تقیه کرنا جائز هے . کیونکه شافعی کے نزدیک مجوز تقیه ، خطر هے ، خوه یه خطر کافروں سے هو یا مسلمانوں سے هو ؛ که شیعه ،مسلمانوں کے هاتهوں بہت سی سختیوں اور مشکلات کو تحمل کرنے پر مجبور هوئے هیں . اور یه مظلومیت ،شهادت علي ابن ابي طالب(ع) کے بعد سے شروع هوئی .ان دوران میں بنی امیه کے کارندوں نے شیعه مرد عورت ، چهوٹے بڑے ، حتی شیعوں کے کهیتوں اور حیوانات پر بهی رحم نهیں کیا .آخر کار انهیں بهی آگ لگادی گئي.
جب معاویه اریکه قدرت پر بیٹها تو شیعیان علي(ع)کو سخت سے سخت قسم کی اذیتیں پهنچانا شروع کیا . اور ان کے اوپر زندگی تنگ کردی .اور اس نے اپنےایک کارندے کو خط لکها : میں علی اور اولاد علی (ع)کے فضائل بیان کرنے والوں سے اپنی ذمه بری کرتا هوں ، یعنی انهیں نابود کروں گا .
یهی خط تها که جس کی وجه سے ان کے نماز جماعت اور جمعے کے خطیبوں نے علی پر ممبروں سے لعن طعن کرتے هوئے ان سے اظهار برائت کرنے لگے ، یه دور،کوفه والوں پر بہت سخت گذری ، کیونکه اکثر کوفه والے علی کے ماننے والے تهے . معاویه نے زیاد بن سمیه کو کوفه اور بصره کی حکومت سپرد کی ، یه ملعون شیعوں کو خوب جانتا تها ، ایک ایک کرکے انهیں شهیدکرنا ، هاتھ پیر ، کان اور زبان کاٹنا ، آنکهیں نکالنا اور شهر بدر کرنا شروع کیا .
اس کے بعد ایک اور خط مختلف علاقوں میں باٹنا شروع کیا ؛ جس میں اپنے کارندوں اور حکومت والوں کو حکم دیا گیاکه شیعوں کی کوئی گوہی قبول نه کریں .سب سے زیاده دشواری اور سختی عراق ، خصوصاً کوفه والوں پر کی جاتی تهی ؛ کیونکه وه لوگ اکثر شیعیان علی ابن ابی طالب (ع) تهے .اگر یه لوگ کسی معتبر شخص کے گهر چلا جائے تو ان کے غلاموں اور کنیزوں سے بهی احتیاط سے کام لینا پڑتا تها ؛ کیونکه ان کے اوپر اعتماد نهیں کرسکتے تهے .اور انهیں قسم دلاتے تهے که ان اسرار کو فاش نهیں کریں گے . اور یه حالت امام حسن مجتبی (ع) کے دور تک باقی رهی ، امام مجتبی (ع)کی شهادت کے بعد امام حسین (ع)پر زندگی اور تنگ کردی.
عبدالملك مروان کی حکومت شروع هوتے اور حجاج بن یوسف کے بر سر اقتدار آتے هی ، دشمنان امیر المؤمنین(ع) هر جگه پهیل گئے اور علی(ع) کے دشمنوں کی شأن میں احادیث جعل کرنے ، اور علی (ع)کی شأن میں گستاخی کرنے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

لگے.اور یہ جسارت اس قدر عروج پر تھا کہ عبدالملك بن قریب جو اصمعي کا دادا تھا ؛ عبدالملك سے مخاطب ہوکر کہنے لگا : اے امیر ! میرے والدین نے مجھے عاق کردیا ھے اور سزا کے طور پر میرا نام علی رکھا ھے . میرا کوئی مددگار نہیں ، سوائے امیر کے . اس وقت حجاج بن یوسف ہنسنے لگا اور کہا: جس سے تو متوسل ہوا ھے ؛ اس کی وجہ سے تمہیں فلان جگہ کی حکومت دونگا .

امام باقر(ع)شیعوں کی مظلومیت اور بنی امیه کے مظالم کے بارے میں فرماتے ھیں : یہ سختی اور شدت معاویہ کے زمانے اور امام مجتبي(ع) کی شہادت کے بعد اس قدر تھی کہ ھمارے شیعوں کو کسی بھی بہانے شہید کئے جاتے ، ھاتھ پیر کاٹتے اور جو بھی ھماری محبت کا اظہار کرتے تھے ، سب کو قید کرلیتے تھے اور ان کے اموال کو غارت کرتے تھے . اور گھروں کو آگ لگائے جاتے تھے ،یہ دشواری اور سختی اس وقت تک باقی رھی کہ عبید الله جو امام حسین(ع) کا قاتل ھے کے زمانے میں حجاج بن یوسف اقتدار پر آیا تو سب کو گرفتار کرکے مختلف تہمتیں لگا کر شہید کئے گئے .اور اگر کسی پر یہ گمان پیدا ھوجائے ، کہ شیعہ ھے ، تو اسے قتل کیا جاتا تھا . (6)

یہ تو بنی امیه کا دور تھا اور بنی عباس کا دور تو اس سے بھی زیادہ سخت دور، اھل بیت کے ماننے والوں پر آیا . چنانچہ شاعر نے علی(ع)کے ماننے والوں کی زبانی یہ آرزو کی ھے ، کہ اے کاش ، بنی امیه کا دور واپس پلٹ آتا !: (7)

فياليت جور بني مروان دام لنا
و كان عدل بني العباس في النار

اےکاش ! بنی امیه کا ظلم و ستم ابھی تک باقی رھتا اور بنی عباس کا عدل و انصاف جہنم کی آگ میں .

جب منصور سن ۱۵۸ ھ میں عازم حج ھوا کہ وہ اس کی زندگی کا آخری سال تھا ؛ ریطہ جو اپنے بھائی سفاح کی بیٹی اور اپنے بیٹے کی بیوی (بہو) تھی ، اسے اپنے پاس بلا کر سارے خزانے کی چابی اس کا حوالہ کیا ، اور اسے قسم دلائی کہ اس کے خزانے کو کسی کیلئے بھی نہیں کھولے گي.

اور کوئی ایک بھی اس کے راز سے باخبر نہ ھو،حتی اس کا بیٹا محمد بھی ، لیکن جب اس کی موت کی خبر ملی تو محمد اور اس کی بیوی جا کر خزانے کا دروازہ کھولا ، بہت ھی وسیع اور عریض کمروں میں پہنچے ، جن میں علی(ع) کے ماننے والوں کے کھوپڑیاں اور جسم کے ٹکڑے اور لاشیں ملیں .اور ھر ایک کے کانوں میں کوئی چیز لٹکی ھوئی تھی کہ جس پر اس کا نام اور نسب مرقوم تھا . ان میں جوان ، نوجوان اوربوڑھے سب شامل تھے . الا لعنة الله علي القوم الظالمين!.محمد نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ مضطرب ھو ا اور اس نے حکم دیا کہ ان تمام لاشوں کو گودال کھود کر اس میں دفن کئے جائیں . (8)

بنی عباس کے بادشاھوں نے علی (ع)کے فضائل بیان کرنےوالے شاعروں کی زبان کاٹی ، اور ان کو زندہ درگور کئے اور جو پہلے مر چکے تھے ان کو قبروں سے نکال کرجسموں کو جلادئے گئے . ان سب کا صرف ایک ھي جرم تھا ؛ اوروہ محبت علی(ع) کے سوا کچھ اورنہ تھا .

شیعیان آفریقا ،معاذ ابن بادیس کے دور میں سنہ ۴۰۷ ھ میں سب کو شہید کئےگئے ، اور حلب کے شیعوں کو بھی اسی طرح بے دردی سے شہید کئے گئے .

**اي اھل انصاف!**خود بتائیں کہ ان تمام سختیوں ، قید وبند کی صعوبتوں اور قتل و غارت ، کے مقابلے میں اس مظلوم گروہ نے اگر تقیہ کر کے اپني جان بچانے کي کوشش کي ، تو کیا انھوں نے کوئی جرم کیا؟!!

اور یہ بتائیں کہ کون سا گروہ یا فرقہ ھے ؛ جس نے شیعوں کی طرح اتنی سختیوں کو برداشت کیا ھو ؟!!

.............

**(1) . موسي موسوي؛ الشيعه والتصحيح، ص۶۹.**
**(2) . دکتر علي سالوس؛ جامعه قطربين الشيعه و السنه،ص۹۲.**
**(3). علي عباس موسوي؛ پاسخ شبهاتي پيرامون مکتب تشيع ، ص۹۷.**
**(4). بحارالأنوار ، ج 46،ص 175 باب 11- أحوال أولاده و أزواجه .**
**(5) . سوره مبارکه آلعمران/۲۸.**
**(6). عباس موسوي؛ پاسخ و شبهاتي پيرامون مکتب تشيع،ص۸۶.**
**(7) . ابن ابي الحديد؛ شرح او، ج ۱۱ ص۴۴.**
**(8) . عباس موسوي؛ پاسخ و شبهاتي پيرامون مکتب تشيع،ص۸۷.**

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

## تتمہ

وہ لوگ خود قابل مذمت ھیں

پہلے عرض کر چکا کہ تقیہ کہاں واجب ھے؟ کہاں مستحب ھے ؟ اور کہاں حرام ھے؟اور کہاں مکروہ و مباح ؟یہاں ھم بطور خلاصہ ان موارد کو بیان کریں گے تا کہ مکمل طور پر واضح ھو سکے :
تقیہ کا واجب ھونا :تقیہ کرنا اس وقت واجب ھوجاتا ھے کہ بغیر کسی فائدے کے ، اپنی جان خطرے میں پڑجائے .
تقیہ کا مباح ھونا:تقیہ اس صورت میں مباح ھوجاتا ھے کہ اس کا ترک کرنا ایک قسم کا دفاع اور حق کی تقویت کا باعث ھو. ایسے مواقع پر انسان فداکاری کرکے اپنی جان بھی دے سکتا ھے ،اسی طرح اسے یہ بھی حق حاصل ھے کہ وہ اپنے حق سے دست بردار ھوکر اپنی جان بچائے .
تقیہ کا حرام ھونا: اس صورت میں تقیہ کرنا حرام ھوجاتا ھے کہ اگر تقیہ کرنا، باطل کی ترویج، گمراھی کا سبب، اور ظلم وستم کی تقویت کا باعث بنتا ھو.ایسے موقعوں پر جان کی پروا نہیں کرنا چاھئے اور تقیہ کو ترک کرنا چاھئے .اور ھر قسم کی خطرات اور مشکلات کو تحمل کرنا چاھئے .
ان بیانات سے واضح ھوا کہ تقیہ کی حقیقت کیا ھے اور شیعوں کا عقلی اور منطقی نظریہ سے بھی واقف ھوجاتا ھے ، اس ضمن میں اگر کوئی تقیہ کی وجہ سے ملامت اور مذمت کرنے کے لائق ھے تو وہ تقیہ کرنے پر مجبور کرنے والے ھیں ، کہ کیوں آخر اپنی کم علمی کی وجہ سے دوسرے مسلمانوں کے جان و مال کے درپے ھوگئے ھو؟ او ر تقیہ کرنے پر ان کو مجبور کرتے ھو؟!پس وہ لوگ خود قابل مذمت ھیں ، نہ یہ لوگ.کیونکہ تاریخ کے اوراق یہ بتاتے ھیں کہ معاویہ نے جب حکومت اسلامي کی باگ دوڑ مسلمانوں کی رضایت کے بغیر سنبھال لی تو اس کی خودخواہی اس قدر بڑھ گئی کہ جسطرح چاھے اور جو چاھے ، اسلامی احکام کے ساتھ کھیلتا تھا ، اور کسی سے بھی خوف نہیں کھاتے ، حتی خدا سے بھی !!
خصوصاً شیعیان علی ابن ابیطالب (ع) کا پیچھا کرتے تھے ، ان کو جھاں بھی ملے ، قتل کیا کرتے تھے ، یہاں تک کہ اگر کسی پر یہ شبہہ پیدا ھوجائے کہ یہ شیعہ ھے تو اسے بھی نہیں چھوڑتا تھا . بنی امیہ اور بنی مروان نے بھی اسی راہ کو انتخاب کیا اور ادامہ رکھا .بنی عباس کی نوبت آئی تو انہوں نے بھی بنی امیہ کے مظالم اور جنایات کو نہ صرف تکرار کیا بلکہ ظلم وستم کا ایک اور باب کھولا ، جس کا کبھی تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا.
ایسے میں شیعہ تقیہ کرنے کے سوا کیا کچھ کر سکتے تھے؟یہی وجہ تھی کہ کبھی اپنا عقیدہ چھپاتے اور کبھی اپنے عقیدے کو ظاہر کرتے تھے.جس طریقے سے حق اور حقیقت کا دفاع ہوسکتا تھا اور ضلالت اور گمراہی کو دور کرسکتا تھا . ایسے موارد میں شیعہ اپنا عقیدہ نہیں چھپاتے تھے ، تاکہ لوگوں پراتمام حجت ھوجائے .اورحقانیت لوگوں پر مخفي نہ رہ جائے .اسي لئے ھم دیکھتے ھیں کہ ھماري بہت ساري ھستیاں اپنے دور میں تقیہ کو کلي طور پر پس پشت ڈالتے ھوئے اپني جانوں کو راہ خدا میں قربان کئے، اور ظالموں کے قربان گاھوں اور پھانسي کے پھندوں تک جانے کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھنے لگے .
تاریخ کبھي بھي مجعذراء (شام کي ایک دیھات کانام ھے) کے شھداء کو فراموش نہیں کرے گي.یہ لوگ چودہ افرادتھے جو بزرگان شیعہ میں سے تھے ، جن کا سربراہ وہي صحابي رسول تھے جو زھد و تقوي اور عبادت کي وجہ سےجسم نحیف ھوچکے تھے.اور وہ کون تھا ؟ وہ عظیم نامور حجر بن عدي کندي تھا ، شام کو فتح کرنے والي فوج کے سپہ سالاروں میں سے تھے .
لیکن معاویہ نے ان چودہ افراد کو سخت اذیتیں دے کر شھید کیا . اور اس کے بعد کھا: میں نےجس جس کو بھي قتل کیا ، اس کي وجہ جانتا ھوں ؛سوائے حجر بن عدي کے ، کہ اس کا کیا جرم تھا ؟!
ابن زیاد بن ابیہ جو بدکارعورت سمیہ کا بیٹا تھا ؛ شراب فروش ابي مریم کي گوہي کي بناپر معاویہ نے اسے اپنا بھائي کھہ کر اپنے باپ کي طرف منسوب کیا ؛ اسي زیادنے حکم دیا کہ رشید حجري کو علي(ع) کي محبت اور دوستي کے جرم میں ، ان کے ھاتھ پیر اور زبان کاٹ دئے جائیں .اور ایک درخت کے ٹھني کے سولي پر چڑھائے گئے.

ابن زياد جو اسي زنازاده کا بيٹا تها ، نے علي کے دوستدار ميثم تمار کو مار پيٹ کے بعد اسے دونوں هاته اور دونوں پاؤں اور زبان کو کاٹ کر تين دن تک کجهور کے اس سوکهے ٹهني پر لٹکائے رکها، جس کي جب سے مولا نے پيشن گوئي کي تهي اس وقت سے اس تنے کو پاني ديتا رها تها ، اور تين دن بعد اسے بے دردي سے شهيدکيا گيا . (1 )

**اے اهل انصاف!** اب خودبتائيں که ظلم و ستم کے ان تمام واقعات ميں کون زياده قابل مذمت هے ؟! کيوه گروه جسے تقيہ کرنے اور اپناعقيده چهپانے پر مجبور کيا گيا هو يا وه گروه جو اپنے دوسرے مسلمانوں کو تقيہ کرنے اور عقيده چهپانے پر مجبور کرتے هوں؟!دوسرے لفظوں ميں مظلوموں کا گروه قابل مذمت هے يا ظالوں کا گروه ؟!

هر عاقل اور باانصاف انسان کهے گا : يقيناً دوسرا گروه هي قابل مذمت هے.

آقاي کاشف الغطاء(ره) دوسروں کو تقيه کرنے پر مجبور کرنے والوں سے سوال کرتے هيں اور جواب ديتے هيں : کيا رسول خدا کے صحابي عمر بن حمق خزاعي اور عبد الرحمن ابن حسانبي ، زياد کے هاتهوں« قس الناطف» ميں زنده درگورکئے جانے کو فراموش کرسکتے هيں؟!!

کيا ميثم تمار ، رشيد هجري اور عبدالله بن يقطرجيسي هستيوں کو ابن زياده نے جس طرح بے دردي سے سولي پر چڑا کر شهيد کيا ؛ قابل فراموش هے؟!

ان جيسے اور سينکڑوں علي (ع)کے ماننے والے تاريخ ميں مليں گے جنهوں نے اپني پياري جانوں کو الله کي راه ميں فنا کرنے سے دريغ نهيں کيا .کيونکه يه لوگ جانتے تهے که تقيه کهاں استعمال کرنا هے اور کهاں ترک کرنا هے .يه لوگ بعض مواقع ميں تقيہ کو اپنے آپ پر حرام سمجهتے تهے.کيونکه اگر يه لوگ ان موارد ميں تقيہ کرتے تو حق اور حقيقت بالکل ختم هوجاتا .

آقاي کاشف الغطاء (ره)فرماتے هيں:ميں معاويه سے يهي پوچهوں گا که حجر بن عدي کا کيا قصور تها اور اس کا کيا جرم تها ؟ سواي علي کي محبت اور مودت کے ، جس سے اس کا دل لبريز تها .اس نے تقيہ کو کنار رکهتے هوئے بني اميه کا اسلام سے کوئي رابطه نه هونے کو لوگوں پر آشکار کرديا تها. هاں اس کا اگر کوئي گناه تها تو وه حق بات کا اظهار کرنا اپنے لئے سعادت سمجهتا تها . اور يهي اس کا مقدس اور اهم هدف تها ، جس کي خاطر اپني جان کا نذرانه دينے سے دريغ نهيں کيا .(2 )

ابن اثير لکهتا هے که حجر بن عدي کے دو دوست کو پکڑ کرشام ميں معاويه کے پاس روانه کيا گيا ؛ معاويه نے ايک سے سوال کيا : علي کے بارے ميں کيا کهتے هو؟!

اس نے کها: وہي ، جو تو کهتا هے .

معاويه نے کها: ميں ان سے اور ان کے دين سے که جس کي وه پيروي کرتا هے، اور اس خدا سے که جس کي وه پرستش کرتا هے ، بيزار هوں .

وه شخص خاموش رها.اس مجلس ميں موجود بعض لوگوں نے ان کي سفارش کي، اور معاويه نے بهي ان کي سفارش قبول کرلي .اور اسے آزاد کرديا . ليکن اسے شهر بدر کرکے موصل ميں بهيجا گيا .

معاويه نے دوسرے سے سوال کيا :تو علي کے بارے ميں کيا کهتے هو؟

اس نے کها: مجهے چهوڑ دو ، نه پوچهے توتمهارے لئےبهتر هے .

معاويه نے کها: خدا کي قسم تمهيں جواب دئے بغير نهيں چهوڑوں گا .

اس مرد مجاهد نے کها: ميں گوہي ديتا هوں علي بن ابيطالب(ع) ان لوگوں ميں سے تهے جو الله تعالي کو بهت ياد کرتے تهے اور حق بات کي طرف لوگوں کو دعوت ديتے تهے ، عدل اور عدالت کے قيام کے لئے کوشان تهے،علي(ع) ان ميں سے تهے جو لوگوں کي دادو فرياد سنتے تهے ،... اس طرح وه فضائل علي بيان کرتے گئے اور لوگ انهيں داد ديتے گئے .يهاں تک که معاويه نے کها : تو نے اپنےآپ کو هلاکت ميں ڈالا .

اس محب علي (ع)نے کها:بلکه ميں نے تجهے بهي هلاک کيا، يعني لوگوں کے سامنے تجهے بهي ذليل و خوارکيا.

معاويه نے حکم ديا که اس شخص کو زياد بن ابيه کے پاس واپس بهيج دو، تاکه وه اسے بدترين حالت ميں قتل کرے !

زياد بن ابيه ملعون نے بهي اس محب علي کو زنده درگور کيا .

اگر يه لوگ تقيہ کرتےتو لوگوں تک علي(ع) کے فضائل بيان نه هوتے ، اور دين اسلام معاويه ، يزيداور ابن زياد والا دين بن کر ره جاتا.يعني ايسا دين ؛ جو هر قسم کے رزائل ، جيسے مکرو فريب ، خيانت ومنافقت،ظلم و بربريت ،... کا منبع هو .اور يه دين کهاں اور وه دين جو تمام فضليتوں کامنبع هو، که جسے رسول اسلام (ص)نے لايا اور علي اور اولاد علي نے بچايا اور ان کے دوستداروں نے قيامت تک کيلئے حفاظت کي ؛ کهاں؟!!!

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

هاں یه لوگ راہ حق اور فضیلت میں شهید هونے والے هیں . جن میں سے ایک گروہ شهدائے طف هیں ، جن کا سپه سالار حسین(رہ) هیں ، جنهوں نے کبهي بهي ظلم وستم کو برداشت نهیں کیا ، بلکه ظالموں کے مقابلے میں بڑي شجاعت اور شهامت کے ساتھ جنگ کیں ، اور تقیہ کو اپنے اوپر حرام قرار دیا هوا تها.
اب ان کے مقابلے میں بعض علي(ع) کے ماننے والے تقیه کرنے پر مجبور تهے ، کیونکه شرائط،اوضاع واحوال اور محیط فرق کرتا تها.بعض جگهوں پرمباح ، یا جائز سمجهتے تهے اور بعض جگهوں پر واجب یا حرام یا مکروہ.
اب هم مسلمانوں سےیهي کهیں گے که آپ لوگ دوسرے مسلمانوں کو تقیہ کرنے پر مجبور کرتے هیں اور پهر کهتے هیں که شیعه تقیہ کیوں کرتے هیں ؟آپ کوئي ایسا کام نه کریں ، که دوسرے مسلمان تقیه کرنے پر مجبور هوجائیں .

ان لوگوں کو کیا غم ؟!
چالیس هجري سے لیکر اب تک شیعه اور ان کے اماموں نے رنج و الم، اذیت اورآزارمیں زندگي کیں.کسي نے زندگي کا بیشتر حصه قید خانوں میں گذاري ، کسي کو تیر اور تلوار سے شهید کیا گیا، تو کسي کو زهر دیکر شهید کیا گیا .ان مظالم کي وجه سے تقیہ کرنے پر بهي مجبور هوجاتےتهے.
لیکن دوسرے لوگ معاویه کي برکت سے سلسله بني امیه کے طویل و عریض دسترخوان پر لطف اندوز هوتے رهے ، اس کے علوہ مسلمانوں کے بیت المال میں سے جوائز اور انعامات سے بهي مالامال هوتے رهے ،اور بني عباس کے دور میں بهي یه برکتوں والا دسترخوان ان کیلئے بچهے رهے .یهي وجه تهي که ان نام نهاد اور ظالم وجابر لوگوں کو بهي اولي الامر اور واجب الاطاعة سمجهتے رهے .اس طرح یزید پلید ، ولید ملعون اور حجاج خونخوار کو بهي خلفائے راشدین میں شامل کرتے رهے .
خدایا !ان کی عقل کو کیا ہوگیا ہے ؟ یہ لوگ دوست کوبھی رضی اللہ اور دشمن کو بھی رضی اللہ. علی (ع)کوبھی خلیفہ اور معاویہ کوبھی خلیفہ مانتے ہیں، جب کہ ان دونوں میں سے ایک برحق ہوسکتا ہے . اگر کہے کہ ان کے درمیان سیاسی اختلاف تھا ؛ تو سب سے زیادہ طولانی جنگ مسلمانوں کے درمیان ہوئی ، جنگ صفین ہے ، جس میں سینکڑون مسلمان مارے گئے. اور جہاں مسلمانوں کاقتل عام ہورہاہو؛ اسے معمولی یا سیاسی اختلاف سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا.
اسی طرح یزید کو بھی رضی اللہ اور حسین کو بھی رضی اللہ ، عمر بن عبدالعزیز کو بھی رضی اللہ اور متوکل عباسی اور معتصم کو بھی رضی اللہ؟ یعنی دونوں طرف کو واجب الاطاعت سمجھتے ہیں. یہ کہاں کا انصاف اور قانون ہے ؟ اور کون سا عاقلانہ کام ہے ؟
جاي سؤال یهاں هے که کیا یه لوگ بهي کوئي رنج و الم دیکهیں گے ؟!
لیکن اس بارے میں امامیه کا کیا عقیدہ هے؟ ذرا سن لیں : شیعه اسے اپنا امام اور خلیفه رسول مانتے هیں الله اور رسول کي جانب سے معین هوا هو ، نه لوگوں کے ووٹ سے.اس سلسلے میں بهت لمبي بحث هے ، جس کیلئے ایک نئي کتاب کي ضرورت هے .
خلاصه کلام یه هے که شیعه هر کس وناکس کو خلیفه رسول نهیں مانتے؛ بلکه ایسے شخص کو خلیفه رسول مانتے هیں ، جو خود رسول ﷺ کي طرح معصوم هو.
هم کهتے هیں که ٹهیک هے هم تقیہ کے قائل هیں ،لیکن هم پر اعتراض کرنے والے همیشه حاکم وقت کي چاپلوسي کرنے میں مصروف هیں.اور آپ کوئي ایک مورد دکهائیں ، که جس میں اپنے کوئي رهبر یا عالم ،ظالم و جابر خلیفے یا حاکم کو نهي از منکر کرتے هوئے اسے ناراض کیا هو؟!
اس کے باوجود که آپ کے بهت سے علما جو درباري اور تنخوہ دار تهے ، جب بني امیه کا حاکم ولید ، بقول آپ کے،امیرالمؤمنین مستي اور نشے کي حالت میں مسجد میں نماز جماعت کراتا هے اور محراب عبادت کو شراب کي بدبو سے آلودہ کرتا هے اور صبح کي نمازچار رکعت پڑھ لیتا هے ، جب لوگ کانافوسي کرنے لگتے هیں تو وہ پیچهے مڑ کر کهتا هے : اگر کم هوا تو اور چار رکعت پڑها دوں؟!کوئي بهي حالت تقیه سے نکل کر اسے روکنے یا نهي از منکر کرنے والا نهیں هوتا .
اگرعلي(ع)کے هزاروں شیعوں کا حجاج بن یوسف خونخوارتمهاري نگاهوں میں اولوالامر هے ، کے ساتھ گفتگو سننا چاهتے هو تومعلوم هوجائے گا که کن کن هستیوں نے اس ظالم و جابر کے ساتھ آنکهوں میں آنکهیں ڈال کر بات کي ؟!
بڑے بڑے دانشمندوں جیسے شهید اول محمد بن مکي عاملي ، کو پهلے تلوار سے شهید کیا گیا ،پهر لاش کو سولي پر لٹکا رکها ، پهر اسے دمشق کے قلعے میں لے جاکرجلایا گیا.
اسي طرح شهید ثاني زین الدین بن علي عاملي کوشهیدکیا گیا.

قاضي نوراللہ شوستري(ره) جوشهيد ثالث کے نام سے معروف هے ، اسے هندوستان ميں شهيد کيا گيا.(3 )
سيد نصر الله حائري(ره) جو نادرباد شاه کا سفير تها ، جوصرف اور صرف شيعه هونے کي وجه سے شهيد کيا گيا . اور صدام نے دس لاکھ سے زياده شيعوں کا قتل عام کيا اور بہت سے لوگوں کا پورا گهرانه تبہ کيا .
ان تمام مظالم ، جرم ، قتل وغارت گري کے باوجود يه لوگ پوچھتے هيں که شيعه تقيہ کيوں کرتے هيں ؟!جب که اس سے پهلے اپنے آپ سے پوچهنا چاهئے که شيعوں کو تقيہ کرنے پر مجبورکيوں کرتے هيں.
آخر ميں الله تعالي کي بارگاه ميں دست بہ دعا هوں که الله پاک هم سب کو راه مستقيم پرثابت قدم رکھے اور جو بهي هدايت کے طلب گار هيں انهيں هدايت کے راستے پر گامزن فرما

. آمين

**(پايان)**

.............

**(1 ) . شيعه مي پرسد، ص ۲۹۰.**
**(2 ) . اين است آئين ما، ص ۳۶۸.**
**(3 ) . محب الاسلام؛ شيعه مي پرسد، ج۲، ص ۲۹۳.**

تقيہ ايک قرآني اصول

کتاب نامه

القرآن الكريم
1. آلوسی سيد محمود، ابوالفضل؛ روح المعانی فی تفسير القرآن العظيم، دارالكتب العلميه - بيروت، چاپ اول، 1415 ق.
2. ابن ابي الحديد؛ شرح نهج البلاغه، تحقيق ،محمد أبو الفضل ابراهيم،ناشر : دار إحياء الكتب العربية – 1378.
3. ابن الجوزي، م597؛ زاد المسير ،تحقيق : محمد بن عبد الرحمن عبد الله ، دار الفكر, چ 1407.
4. ابن تيميه؛ منهاج السنه النبويه في نقض الشيعه و القدريه ، مكتبہ الخياط، بيروت.
5. ابن حزم ؛ الْمُحَلَّى بِالآثَارِ، مكتبة الشامله نرم افزار.
6. ابن عربی، تحقيق : محمد عبد القادر عطا؛ احكام القرآن؛ ناشر : دار الفكر للطباعة والنشر.
7. ابن كثير، اسماعيل بن عمرو؛ تفسير القرآن العظيم،تحقيق: محمد حسين شمس الدين، دار الكتب العلمية، منشورات: بيروت، 1419.
8. ابن منظور، جمال الدين؛ لسان العرب ، نشر ادب الحفده، ۱۴۰۵.
9. ابن هشام؛ السنة النبويه،
10. أبو نعيم أحمد بن عبد الله الأصبهاني ؛ حيلة الاولياءوطبقات الأصفياء دار الكتاب العربي – بيروت،1405.
11. احسان الهي ، ظهير ؛ السنه و الشيعه. پاكستان.
12. اميني، عبد الحسين؛ الغدير ، ج۲، تهران، ۱۳۳۶.
13. بيهقی؛نيشاپوري؛ مناقب الشافعی ؛
14. پيشوائي، مهدي؛ سيره پيشوايان، مؤسسه امام صادق، قم، ۱۳۷۶.

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

15. التقيه في رحاب العلمين(شيخ انصاري و امام خميني) ، الامانةالعامه للمؤتمر، ۱۳۷۳.
16. جعفر سبحاني ، تنقيح المقال في علم الرجال، قم
17. ثامر هاشم العميدى ؛ تقيه از ديدگاه مذاهب وفرقه هاى اسلامى غير شيعى، مترجم سيد محمد صادق عارف، آستان رضوى، مشهد، ۱۳۷۷.
18. ثقة الاسلام كلينى، الكافي، 8 جلد، دار الكتب الإسلامية تهران، 1365 هجرى شمسى
19. جعفر سبحاني؛ مع الشيعه الاماميه في عقائدهم، حوزه علميه قم.
20. حجتي، محمد باقر؛ تاريخ قرآن كريم، نشر فرهنگ اسلامي، ۱۳۶۰.
21. حر عاملي، محمد بن الحسن؛ وسائل الشيعه، اسلاميه،تهران،۱۳۸۷ه
22. داوود؛ ترجمه الطرائف،چ۲، نويد اسلام، قم ، ۱۳۷۴ش.
23. دكترناصر بن عبدالله؛ اصول مذهب شيعه
24. سالوس، علي؛ بين الشيعه و السنه ، دار الاعتصام،قاهره.موسسه الهادي؛
25. سيد على بن موسى بن طاوس ؛ الطرائف، چاپخانه خيام قم، 1400 هجرى قمرى
26. السيد محمد صادق الروحاني; فقه الصادق (ع)،ناشر مؤسسة دار الكتاب قم،1412.
27. سيوطى ؛ الاشبه و النظاير فى قواعد و فروع الفقه الشافعى؛
28. شيخ انصاري، مرتضي؛ رسائل و مكاسب،جامع المدرسين، ۱۳۷۵.
29. شيخ صدوق، من لا يحضره الفقيه، 4 جلد، انتشارات جامعه مدرسين قم، 1413 هجرى قمرى
30. شيخ مفيد;تصحيح اعتقادات الإمامية (413(تحقيق : حسين درگاهي چ۲ ناشر : دار المفيد، بيروت ، لبنان 1414.
31. طبرى ابو جعفر محمد بن جرير ؛جامع البيان فى تفسير القرآن، دار المعرفه: بيروت: 1412 ق.
32. عبد الله بن قدامه; المغني، م620، چ، جديد,ناشر دار الكتاب العربي ، بيروت ، لبنان.
33. عروسى ،حويزى عبد على بن جمعه ؛ تفسير نور الثقلين، انتشارات اسماعيليان، قم ، 1415 ق.
34. علامه مجلسى، بحار الأنوار، 110 جلد، مؤسسة الوفاء بيروت - لبنان، 1404 هجرى قمرى
35. علوي، عادل؛ التقيه بين الاعلام، مؤسسه اسلاميه ، قم، ۱۴۱۵.
36. علي تهراني؛ تقيه در اسلام ، انتشارات طباطبائي، ۱۳۵۲.
37. غزالى ؛ احياء علوم الدين ،
38. غفاري ؛ اصول مذهب الشيعه الاماميه، ۱۴۱۵.
39. فخر رازي ؛ المحصول ،تحقيق : دكتور طه جابر فياض ,الثانية, مؤسسة الرسالة ، بيروت، 1412,
40. قاضى دمشقى ؛ شرح العقيده الطحاويه،
41. كاشف الغطاء، محمد حسين؛ اين است آئين ما ، انتشارات سعدي، تبريز، ۱۳۴۷.
42. كمال جوادي؛ فهرست ايرادات و شبهات عليه شيعيان در هند و پاكستان،
43. مالک بن انس ؛ المدونة الكبرى،مطبعة السعادة،دار احياء التراث، بيروت ، لبنان.
44. مجله نور علم، ش ۵۰ ـ ۵۱، ص ۲۴ ـ ۲۵.
45. محب السلام؛ شيعه مي پرسد ، بي نا ، تهران، ۱۳۹۸.
46. محسن امين، عاملي؛ نقض الوشيعه ،
47. محمد بن اسماعيل، بخاري؛ صحيح بخارى، دارالطباعة العامره استانبول، دارالفكر ، ۱۴۰۱ه
48. محمد بن مكى عاملى(786 ه ق) ؛ القواعد و الفوائد:، ناشر: كتابفروشى مفيد چاپ1: قم- ايران.
49. معلمي، محمد علي؛ التقيه في فقه اهل البيت ، تقريرات آية الله مسلم الداوري، قم، ۱۴۱۹.
50. مكارم شيرازي،ناصر؛ تقيه سپري براي مبارزه عميقتر ، مطبوعاتي صدف، قم، بي تا.
51. موسوي، علي عباس؛ پاسخ و شبهاتي پيرامون مكتب تشيع ، سازمان تبليغات، قم، ۱۳۷۱.
52. موسوي، موسي؛ الشيعه و التصحيح ، طبع لوس انجلوس ، ۱۹۸۷.
53. نعمت الله صفرى؛ نقش تقيه در استنباط، بوستان كتاب قم، ۱۳۸۱.

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

54. نوبختي؛ فرق الشيعه ،
55. يزدي،محمود ؛ انديشه هاي كلامي شيخ طوسي،دانشگاه رضويه،١٣٧٨.
56. يعقوبي، ابن الواضح؛ تاريخ يعقوبي ، مكتبه المرتضويه، عراق، النجف.

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com